۷۸۶

۱۱۰-۹۲

یا صاحب الزماںؑ ادرکنی

DvD Version

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

present ziaraat.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

مجموعہ رسائل در اثباتِ فضائل امام علی علیہ السلام

تجلیاتِ ولایت

حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی

ترجمہ وتحقیق:

سید سبطین علی نقوی امروہوی

present ziaraat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ

أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَداً۝

(کہف:۱۰۹)

تجلیات ولایت

present ziaraat.com

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

تجلیاتِ ولایت

(مجموعہ رسائل دراثبات فضائل امام علی علیہ السلام)

تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی

ترجمہ: سید سبطین علی نقوی امروہوی

Ziaraat.com

Online Library

present ziaraat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب............... **تجلیات ولایت**

مصنف................. حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی

مترجم................. سید سبطین علی نقوی امروہوی

نظرثانی................ سید زین عباس زیدی؛ سید حسن رضا زیدی

کمپوزنگ............... سید سبطین علی نقوی امروہوی

ناشر.................. Ziaraat.com

سال اشاعت.......... نومبر ۲۰۱۸ بمطابق ۱۴۴۰ ہجری

ہدیہ...................

Copyright© 2018 by DMF Publications

All rights reserved. This book or any portion thereof may not be reproduced or used in any manner whatsoever without the express written permission of the publisher except for the use of brief quotations in a book review.

DOT Management Foundation - Ziaraat.com

Under the supervision of Sabil-e-Sakina (S.A) Online Islamic Digital Library

0092(0)3332000464	webmaster@ziaraat.com	fb.com/ziaraatdotcom
0092(0)3333589401	mail@dmfpak.org	www.dmfpak.org

present ziaraat.com

انتساب

عبد الصالح، علمدار حسینیؑ، ساقی عطشان حرم، فاتح فرات، کفیل زینبؑ، ابن حیدرؑ، باب الحوائج ابوالفضل العباس علیہ السلام؛ کے نام جو اطاعتِ امامت کا دوسرا نام ہیں.

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الْمُطِيعُ لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُه.

يَا كَاشِفَ الْكَرْبِ عَنْ وَجهِ الْحُسَيْنِ عليه السلام اِكْشِف كَرْبِي بِحَقِّ أَخِيكَ الْحُسَين عليه السلام.

present ziaraat.com

مؤلف کی جانب سے مترجم کو اپنی تمام کتب کے ترجمہ کرنے کا تحریری اجازت نامہ

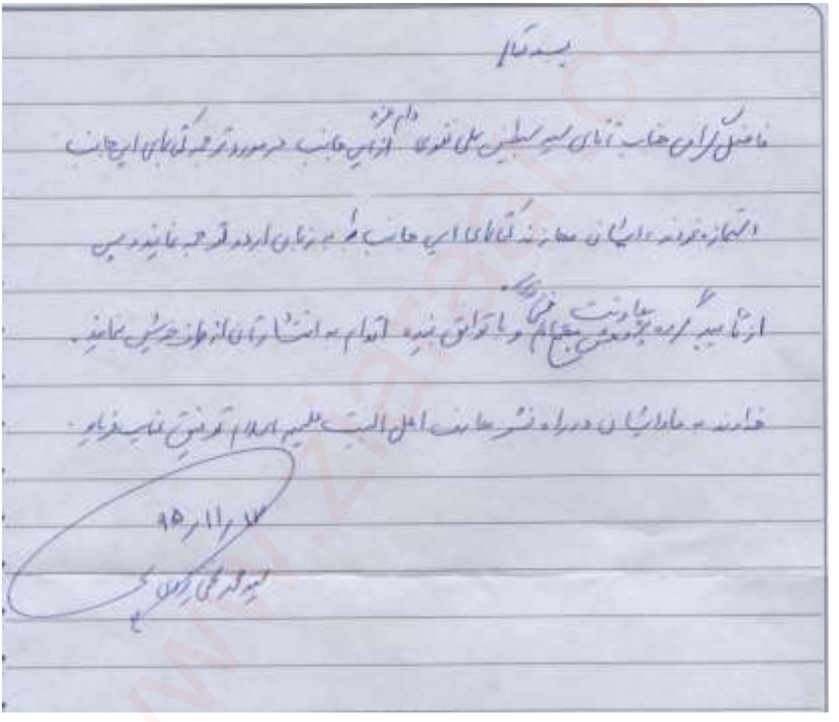

بسمه تعالی

فاضل گرامی جناب آقای سید سلطان علی نقوی دام عزه از اینجانب در مورد ترجمه کتابهای اینجانب

استجازه نموده اید. اینجانب به ایشان [illegible] کتابهای اینجانب را به زبان اردو ترجمه نمایند

[illegible] و با توافق بنده اقدام به انتشار آن از طریق چاپ نمایند.

خداوند به ایشان در راه نشر معارف اهل البیت علیهم السلام توفیق عنایت فرماید.

۹۵/۱۱/۲

سید [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی ابی القاسم المصطفی محمد و آلہ

الطیبین الطاھرین و لعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین۔

مقدمہ مترجم

ہمارے اہم ترین وظائف اور ذمہ داریوں میں سے ایک بشریت کے لیے رہبران الہی اور آئمہ منصوص من اللہ کا تعارف کروانا ہے، وہی امام، جن کی پیروی کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش فرمائی، تاکہ عامۃ الناس راہ سعادت پا کر فلاح سے ہمکنار ہو سکیں۔ ان ہستیوں کی معرفت کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ ان کی خصوصیات، فضائل اور مناقب بیان کیے جائیں، جب بھی لوگ بلخصوص مسلمان اس خاندان ممتاز کے فضائل سے آشنا ہو جائینگے تو خود بخود ان کی جانب کھچے چلے آئیں گے اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔

ہم جانتے ہیں کہ معرفت اہل بیتؑ تمام اچھائیوں کی منشاء اور مبداء ہے، کیونکہ ان کی پہچان ہی معاشرے کو رہبران الہی اور اسلامی اقدار سے روشناس کرواسکتی ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر موجود دور میں منطقی دلائل کے ساتھ متعصبانہ رویے بالائے طاق رکھتے ہوئے فضائل اہلبیتؑ کے دریچے وا کیے جائیں، تو یہ وحدت اسلامی اور مسلمانوں کی ہدایت کے لیے بہترین راہ ہو گی۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں جناب امیر المومنین علی بن ابی

present ziaraat.com

طالبؑ کے فضائل پر مشتمل مختلف رسائل کا ترجمہ ایک جگہ پیش کیا جارہا ہے۔ یہ رسائل جو حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی کے قلم کی نوک سے قرطاس پر عیاں ہوئے ہیں، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ **معجزۂ ردالشمس**؛ اس رسالے میں جناب امیرؑ کے لیے واقعہ ردالشمس کا تاریخی، حدیثی، رجالی اور سائنسی نقطہ نظر سے اثبات اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

۲۔ **حدیث دیدار**؛ اس رسالے میں جناب امیرؑ کے ہر مرنے والے کی بالیں پر وقت نزاع تشریف لانے کا اثبات اور اس حوالے سے کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

۳۔ **علیؑ میزان ایمان**؛ اس رسالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ''اے علیؑ! تجھ سے سوائے مومن کے کوئی محبت نہیں کرے گا اور سوائے منافق کے کوئی تجھ سے بغض نہیں رکھے گا'' کی تحقیق اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج پر بحث پیش کی گئی ہے۔

۴۔ **علیؑ مولود کعبہ**؛ اس رسالے میں جناب امیرؑ کی جوف کعبہ میں ولادت کا اثبات اور اس حوالے سے کیے جانے والے اعتراضات کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ **شبیہ ماہ رمضان**؛ اس رسالے میں جناب امیرؑ اور ماہ مبارک رمضان میں پائے جانے والی مشترکات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ **علیؑ نجی اللہ**؛ اس رسالے میں حدیث نجویٰ خدا با امیر المومنینؑ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

۷۔ **عجائبات غدیر**؛ اس رسالے میں اہلسنت حضرات کی جانب سے حدیث غدیر کے سلسلے میں بیان کی جانے والی عجیب وغریب تاویلات کو جمع کیا گیا ہے۔

سید سبطین علی نقوی امروہوی.

present ziaraat.com

معجزۂ ردّ الشمس

امیر المومنینؑ کے لیے سورج کا پلٹنا اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جواب

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و الہ الطاہرین.

مقدمہ مترجم:

خدا کی حمد و ثناء ہے کہ اس نے حقیر کے رزق توفیقات میں علوم و فضائل اہلبیت کا نشر کرنا ثبت فرما کر قرآن و اہلبیت کے دامن سے متمسک رہنے کی توفیق عنایت فرمائی کہ حدیث ثقلین کے مطابق نجات کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قربِ الٰہی حاصل کرنے کا وسیلہ خدا کے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل کی پہچان اور ان کی اطاعت و پیروی ہے، خدا کے انبیاء و اولیاء کی پہچان کا بہترین وسیلہ معجزہ[1] ہے، اور وہ افراد جو صاحبانِ اعجاز کے ہم عصر نہیں، کے لیے نقل معجزات کے علاوہ اور کوئی راہ باقی نہیں بچتی۔ مسلمانوں میں بعد از قرآن، نقلیات اخذ کرنے کا مہم ترین وسیلہ روایات و احادیث ہیں، جو امت مسلمہ کے لیے علمی و روحی غذا شمار ہوتی ہیں۔ ان معجزات میں سے ایک ردّ الشمس ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات میں سے شمار ہوتا ہے اور جسے کئی شیعہ سنی علماء نے نقل کیا ہے۔ واقعۂ ردالشمس کو علمائے اسلام کی اکثریت نے

[1] علم کلام میں اعجاز کے یہ معنی ہیں: جو کوئی ادعا کرے کہ الٰہی منصب کا حامل ہے، تو ایک ایسا عمل جو اس کے صدق گفتار پر گواہ ہو انجام دے، ایسا عمل جو حدود طبیعی سے خارج ہو اور کوئی دوسرا اس طرح کی چیز لانے سے عاجز و ناتواں ہوں۔ (مرزہای اعجاز، آیت اللہ خوئی؛ ترجمہ آیت اللہ سبحانی؛ ص ۲۸)

present ziaraat.com

قبول کیاہے لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو اس واقعے کو مختلف بہانوں سے رد کرتے اور قبول نہ کرنے پر مصر ہیں نیز اس واقعے پر مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں، زیر نظر تحریر میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ اس واقعے کا اثبات اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا علمی جواب دیا جائے، یہ تحریر حوزہ علمیہ قم کے برجستہ استاد قبلہ جناب عالی سید محمد یزدی نجفی صاحب کے قلم سے نکلی ہے، جس میں انہوں نے اس واقعے کے اثبات اور اعتراضات کا دندان شکن جواب تحریر فرمایاہے،البتہ حقیر نے دیکھا کہ کچھ چیزیں ایسی تھیں جن کااضافہ کرنافائدے سے خالی نہ تھااس لیے اصل کتاب سے پہلے ایک مقدمہ ہدیہ قارئین ہے،اور ساتھ ہی ساتھ میان تحریر جہاں جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں وہاں حاشیہ لگاکر مزید مطالب کااضافہ کیاگیاہے،تاکہ اس موضوع پراردوزبان میں یہ ایک جامع تحریر کادرجہ پاسکے۔البتہ باقی قضاوت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

ضرورت بحث:

جوچیزانسان کی سعادت کاباعث ہے نیز جس کی خاطر تمام انبیاءورسل بھیجے گئے وہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کوذات الہی کی معرفت حاصل ہوجائےاوروہ اس کے حکم وفرامین پر عمل پیرا ہو،انبیاءنے جتنی بھی سختیاں برداشت کیں وہ سب اسی راہ میں تھیں۔ معرفت خداکی بہترین راہوں میں سے ایک چہاردہ معصومین ؑ کی معرفت حاصل کرناہے؛ کہ یہ حضرات خود فرماتے ہیں:[من عرفنا فقد عرف الله](جس نے ہمیں پہچانااس نے خداکو پہچانا)[1] [بنا عبدالله

---

[1] امالی صدوق؛ص۷۵۶.

present ziaraat.com

و بنا عرف الله و بنا وحّد الله تبارك و تعالى] (خدا کی عبادت ہم سے ہے، خدا کی معرفت ہم سے ہے، خدا کی توحید (حقیقی کا جاننا) ہم سے ہے)[1] ان عظیم ہستیوں کی معرفت کے لیے ان کی عملی، فردی اور اجتماعی سیرت کے علاوہ ایک بہترین راہ ان کے فضائل و معجزات کی تحقیق و تبیین بھی ہے، البتہ یہ نکتہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ ذہن بشر ان کے اکثر مقامات کے درک سے قاصر ہے اور اس نے ان کے بارے میں جو کچھ نہیں جانا وہ اسے سے کہیں زیادہ ہے جو یہ جان چکا ہے۔ انہی کا فرمان ہے: [قولوا فی فضلنا ما شئتم فانکم لن تبلغوا من فضلنا کنه ما جعله الله لنا] (ہمارے باب فضائل میں جو چاہے کہو پر تم ہمارے ان فضائل کی گہرائی کو نہیں پا سکتے جو خدا نے ہمارے لیے قرار دیے ہیں)[2] یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں معجزۂ رد الشمس کے حوالے سے گزارشات سپرد قرطاس کر رہے ہیں۔

یہ واقعہ خدا اور اس کے رسولؐ کے نزدیک امیر المومنینؑ کے مقام و منزلت رفیع اور آپ کی عظمت و شان والا پر واضح ترین دلائل میں سے ایک ہے، یہی وجہ ہے کہ جب اہلسنت میں سے کچھ افراد نے یہ دیکھا کہ اس سے امیر المومنین علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو انہیں نے اسے جھٹلانے میں ہی عافیت جانی، کیونکہ اس واقعے کے ذریعے اہل تشیع امامت امیر المومنینؑ کا اثبات کرتے ہیں۔[3]

---

[1] الکافی: ج۱، ص۱۴۵.

[2] بحار الانوار: ج۲۶، ص۵.

[3] البتہ انقلاب زمانہ جو نہ دکھائے کم ہے، جب عقل پر پتھر پڑ جائیں اور خرد ہاتھ سے جاتی رہے، تو انسان سے کچھ بعید نہیں، ایک دور ایسا تھا کہ اس واقعے کو جھٹلانے والے اہلسنت میں سے ہوا کرتے تھے، وہ بھی آٹے میں

present ziaraat.com

کسی بھی روایت کی تحقیق اوراس سے نتیجہ اخذ کرنے کے لیےاس کے کلیدی کلمات سے دقیق واقفیت وآشنائی ضروری ہے۔اسی جہت سے مذکورہ واقعے سے متعلق دولفظ جواس پورے واقعے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں کا مفہوم بیان کرنا ناگزیر ہے،تاکہ ان الفاظ سے کوئی ظاہری معنی لے کر خلافِ واقع مفاہیم اخذ کرنے کی زحمت نہ کرے۔

ردّ: معجم الوسیط میں ہے:[ردّه۔ ردّا، تردادا، ورده] ؛ منعه و صرفه و ارجعه يقال: ردّه اليه: اعاده، وردّه على عقبه: دفعه۔ [1](منع کرنا۔منہ پھیر لینا۔دفع کرنا)۔راغب اصفہانی اس بارے میں کہتے ہیں:[الرّد: صرف الشیء بذاته، او بحاله من احواله، يقال: رددته فارتد] [2] (منہ پھیر لینا)۔ابن منظور کہتا ہے:[ردد: الرد: صرف الشیء و رجعه] [3](منہ پھیرنا،پلٹنا)۔رافعی کہتا ہے:[رددت ؛ الشیء (ردّا) :

نمک کے برابر،ورنہ اکثر علمائے اہلسنت نے اس واقعے کی صحت کااقرار کیاہے،لیکن اب یہ دور ہے کہ ان معترضین کی دوڑ میں گھر کے بھیدی بھی شامل ہو گئے ہیں۔البتہ اگر کوئی چاند کی جانب لعاب دہن پھینکے تو وہ خوداسی کی جانب پلٹتاہے،لہذااپنے ہوں یاپرائے،اس معاملے میں ان سب افراد کو جواس واقعے کے منکر نظر آتے ہیں بنا کسی رعایت کے ایک ہی قلم سے جواب دیا جائے گا،اور کلمہ حق بلند کرنے کے سلسلے میں نہ کسی کی بزرگی ومنزلت ظاہری حائل بیان ہوگی اور نہ کسی کا ہم مکتب ہونا۔

[1] معجم الوسیط: ص۳۳۸.

[2] مفردات: ص۳۴۸.

[3] لسان العرب: ج۳، ص۱۷۲.

present ziaraat.com

منعته فھو مردود. و ردّت الیه جوابه ای رجعت و ارسلت] [1](یعنی پلٹایا گیا اور بھیجا گیا)

شمس: معجم الوسیط میں ہے: [الشمس: النجم الرئیس الذی تدور حوله الارض، و سائر الکواکب المجوعة الشمسیة] [2](سورج وہ صدر ستارہ ہے جس کے گرد زمین اور نظام شمسی کے دوسرے ستارے گردش کرتے ہیں)۔ راغب کہتے ہیں: [الشمس یقال للقرصه، وللضوء المنتشر عنہا و تجمع علی شموس] [3] (سورج مشہور) گول چیز کو کہا جاتا ہے، اور اس سے نکلنے والی شعاعوں کو اور اس کی جمع شموس ہے)۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ تمام بڑی لغات نے ان دونوں لفظوں کا ظاہری معنی کے علاوہ کوئی دوسرا معنی ذکر نہیں کیا، پس جب تک اس کے مجازی استعمال پر قرینہ موجود نہ ہو، یہی ظاہری معنی مراد ہوں گے۔

روایات کے مطابق یہ واقعہ امیر المومنینؑ کے لیے کم از کم دو مرتبہ ظہور پزیر ہوا ہے، ایک مرتبہ دور حیات رسالت مآبﷺ میں اور دوسری مرتبہ امیر المومنینؑ کے ظاہری دور خلافت میں۔ ویسے تو ابن شہر آشوب نے دو سے زیادہ مرتبہ اس واقعے کا ظہور پزیر ہونا نقل کیا ہے [4] البتہ ہم فقط اس بارے میں وہی دو مورد ذکر کریں گے جو اہل علم میں مشہور و

---

[1] مصباح المنیر: ص ۲، ص ۲۲۴.

[2] معجم الوسیط: ص ۴۹۴.

[3] مفردات القرآن: ص ۴۶۴.

[4] مناقب آل ابی طالب: ج ۲، ص ۳۱۶.

present ziaraat.com

معروف ہیں اور جسے زیادہ تر ناقلین نے نقل کیا ہے اور یہ دونوں روایات اپنی تفصیل کے ساتھ متن کتاب میں نقل کردی گئی ہیں۔

معجزہ ردّالشمس کے بارے میں لکھی گئی کتب:

یہ واقعہ ایسا مشہور و معروف تھا کہ علمائے اسلام نے اسے ثابت اور بیان کرنے کے لیے باقاعدہ کتب تحریر کیں، علماء کا اس واقعے کو اتنی اہمیت دینا اور اس پر اعتماد کرنا اس حدیث کے علو کو اجاگر کردیتا ہے، ذیل میں ان کتب کے اسماء مذکور ہیں:

۱۔اثبات رد الشمس لامیر المؤمنین علیه السلام؛ ناصر الملت علامہ آیت اللہ سید ناصر حسین موسوی الہندی۔

۲۔جواز ردّ الشمس؛ حسین جعل بصری۔

۳۔ردّ الشمس؛ ابی الحسن سنجاری نصر بن عامر بن وہب۔

۴۔ردّ الشمس و انشقاق القمر؛ سید ابی القاسم بن حسین رضوی قمی کشمیری (م ۱۳۲۴)۔

۵۔معجزه ردّ الشمس؛ مولی عابد حسین انصاری سہارنپوری۔

۶۔البیان فی رد الشمس لامیرالمؤمنین علیه السلام؛ شیخ ابی الحسن محمد بن احمد بن علی بن الحسن بن شاذان قمی (صاحب المائۃ منقبۃ)[1]

[1] (۱تا۶) الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ.

present ziaraat.com

۷۔مسئلة فی تصحیح رد الشمس و ترغیم النواصب الشمس؛ابی القاسم حسکانی۔

(یہاں فقط ان کتابوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جن کا ذکر متن کتاب میں موجود نہیں، بقیہ اسماء کے لیے اصل متن کی جانب رجوع فرمایئے)

شیعہ کتب اور حدیث ردالشمس:

کسی خبر کے موثق ہونے کا ایک پہلو اس کا معتبر کتب میں نقل ہونا ہے، جب کوئی حدیث چند معتبر کتب میں نقل ہو تو یہ اس کے موثوق الصدور ہونے پر دال ہے۔ مذکورہ حدیث درج ذیل شیعہ کتب میں نقل ہوئی ہے:

۱۔الکافی، شیخ محمد بن یعقوب الکلینیؒ؛ ج۴، ص۵۶۱، ح۶، ابواب الزیارات، باب اتیان المشاہد و قبور الشہداء۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ؛ شیخ ابو جعفر محمد صدوقؒ؛ ج۱، ص۲۰۳، باب فرض الصلاۃ۔

۳۔الارشاد: شیخ مفیدؒ؛ ج۱، ص۳۴۵و۳۴۶: ج۲، ص۳۸۵۔

۴۔ارشاد القلوب؛ حسن بن ابی الحسن الدیلمیؒ: ج۲، ص۲۲۸۔

۵۔ اعلام الوری؛ امین الاسلام فضل بن حسن طبرسیؒ: ص۱۷۸، باب الثالث فی ذکر طرف من آیات اللہ سبحانہ الظاہرۃ علی امیر المؤمنین علیہ السلام۔

۶۔تاویل الآیات الظاہرۃ؛ سید شرف الدین حسینی استر آبادیؒ: ص۶۳۲، سورہ الحدید۔

۷۔ خصائص الائمۃ؛ سید رضیؒ: ص۵۶، خبر ردالشمس وان کان میں الاخبار المشہورۃ۔

present ziaraat.com

۸۔ روضۃ الواعظین؛ محمد بن حسن فتال نیشاپوریؒ: ج۱، ص۱۲۹، مجلس فی ذکر فضائل امیر المؤمنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ: ج۲، ص۲۶۴، مجلس فی ذکر امامۃ صاحب الزمان و مناقبہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف۔

۹۔ الفضائل؛ شاذان بن جبرائیل قمیؒ: ص۶۸، خبر رد الشمس لامیر المؤمنین علیہ السلام و ھو مشہور عند جمیع الرواہ۔

۱۰۔ البرہان؛ سید ہاشم بحرانیؒ: ج۵، ص۲۱۶و۲۸۰۔

۱۱۔ قصص الانبیاء؛ قطب الدین راوندیؒ: ص۲۹۰۔

۱۲۔ کشف الغمۃ؛ علی بن عیسی اربلیؒ: ج۲، ص۴۶۶، باب ذکر علامات قیام القائمؑ۔

۱۳۔ کشف الیقین؛ علامہ حلیؒ: ص۱۱۱، فصل۳، باب ۱، مطلب ۱، مبحث ۷، فی الورع و الدین واستجابۃ الدعاء۔

۱۴۔ المناقب آل ابی طالب؛ محمد بن شہر آشوب مازندرانیؒ: ج۲، ص۳۱۸، فصل فی طاعۃ الجمادات لہ۔

۱۵۔ وسائل الشیعۃ؛ شیخ حر عاملیؒ: ج۵، ص۱۸۰، باب حکم الصلاۃ فی ارض بابل، و ج۱۴، ص۳۵۵، باب استحباب اتیان المشاھد کلہا بالمدینۃ و۔۔۔

۱۶۔ بحار الانوار؛ علامہ محمد باقر مجلسیؒ: ج۴۱، ص۱۶۶تا۱۸۳، باب ردالشمس لہ۔۔

۱۷۔ جامع احادیث الشیعۃ؛ آیت اللہ العظمی حسین بروجردیؒ: ج۲، ص۲۷۳۔

مذکورہ بالا فہرست میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کیسے کیسے جید علمائے تشیع نے یہ واقعہ نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔

present ziaraat.com

کتب اہلسنت اور حدیث ردّالشمس:

بعض مریض ذہن اور بیمار روح کے حامل افراد نے اپنی کتب میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ یہ حدیث فقط علمائے امامیہ کی جانب سے نقل ہوئی ہے اور یہ شیعوں کی غلو پردازیوں میں سے ایک ہے۔ ذیل میں ہم کتب اہلسنت میں سے چند ایسی کتب کا ذکر کر رہے ہیں جن میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

۱۔ تفسیر کبیر؛ فخر الدین رازی: ذیل سورہ مبارکہ کوثر۔

۲۔ قصص الانبیاء؛ ابی اسحاق احمد بن محمد ثعلبی: ص ۳۴۰۔

۳۔ کنز العمال فی سنن والاقوال والافعال؛ علاء الدین المتقی الہندی: ج۶، ص۲۸۸۔

۴۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ؛ محب الدین طبری الشافعی: ج۲، ص۱۷۹۔

۵۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد؛ نورالدین ابو بکر ھیثمی المصری الشافعی: ج۸، ص۲۹۷۔

۶۔ الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اھل البدع والزندقۃ؛ ابن حجر ھیثمی المکی

۷۔ مناقب خوارزمی؛ اخطب الخطیب الخوارزمی: فصل ۱۹، ص۲۱۷۔

۸۔ مشکل الآثار؛ ابو جعفر طحاوی: ج۲، ص۹ و۱۱ و۱۲۔

۹۔ ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب من تاریخ الدمشق؛ ابن عساکر: ج۲، ص۲۹۲، رقم ۸۰۸۔

۱۰۔ اسنی المطالب؛ الوصابی: باب ۱۱، ص۶۹، رقم ۱۱، ۱۲، ۱۳۔

۱۱۔ الخصائص الکبری؛ جلال الدین سیوطی: ج۲، ص۳۲۴۔

۱۲۔ کفایۃ الطالب؛ گنجی شافعی: ص۳۸۳۔

present ziaraat.com

۱۳۔اعلام النبوۃ؛ماوردی: ص ۱۴۲۔

۱۴۔الذریۃ الطاہرۃ؛دولابی: ص ۱۹۱،ح ۱۵۷۔

۱۵۔فتح الباری شرح صحیح البخاری؛ابن حجر عسقلانی: ج ۶، ص ۲۲۲۔

۱۶۔ معجم الکبیر؛طبرانی: ج ۲۴، ص ۱۴۴۔

۱۷۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ؛ص ۲۸۰۔

۱۸۔اللآلی المصنوعۃ؛جلال الدین سیوطی: ج ۱، ص ۳۰۸۔

۱۹۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری؛عینی: ج ۲۲، ص ۲۶۱۔

۲۰۔مناقب الامام علی بن ابی طالب؛ابن عزالی: ص ۱۶۲۔

وہ علمائے اہلسنت جنہوں نے اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے:

۱۔ابن حجر مکی:

[حدیث ردها صححه الطحاوی و القاضی فی الشفاء و حسنه شیخ الاسلام ابوذرعه و تبعه غیره، وردّوا علی جمع قالوا إنّه موضوع.][1] حدیث رد الشمس کو طحاوی اور قاضی عیاض نے شفاء میں صحیح جبکہ شیخ الاسلام ابوذرعہ نے حسن جانا ہے اور باقیوں نے ان کی اتباع کی ہے،اوران افراد کے کلام کو رد کیا ہے جنہوں نے اسے موضوع جانا ہے۔

---

[1] الصواعق المحرقۃ: ج ۲، ص ۳۷۶.

present ziaraat.com

۲۔ جلال الدین سیوطی:

کہتے ہیں:[و مما یشہد بصحة ذلک قول الامام الشافعی و غیره ما اوتینبی معجزه الا اوتی نبینا نظیرها او ابلغ منہا و قد صح ان الشمس حبست علی یوشع لیالی قاتل الجبارین فلا بد ان یکون لنبینا نظیر ذلک فکانت هذه القصة نظیر تلک]: جو چیز اس حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ امام شافعی کا یہ قول ہے: کسی بھی پیغمبر کو معجزہ نہیں دیا گیا مگر یہ کہ ہمارے نبی کو بھی اس کی نظیر یا اس سے بہتر عطا کیا گیا۔ یوشع بن نون کے لیے سورج ٹھہرا تھا جب انہوں نے ظالموں کو تہہ تیغ کیا، پس اس کے علاوہ چارہ ہی نہیں کہ (ہم یہ مانیں) کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی ایسا ہی ماجرا اتفاق پزیر ہوا ہے۔[1]

ایک اور جگہ کہتے ہے: [أخرج ابن مندة وابن شاهين والطبراني بأسانيد بعضها على شرط الصحيح عن أسماء بنت عميس قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوحى إليه في حجر علي فلم يصل العصر حتى غربت الشمس...] ابن مندہ، ابن شاہین اور طبرانی نے ان احادیث کو مختلف اسناد سے نقل کیا ہے جن میں سے کچھ شرط بخاری کی حامل ہیں، اسماء بنت عمیس سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اس حال میں کہ آپ کا سر علیؑ کی آغوش میں تھا۔۔۔[2]

---

[1] اللئالی المصنوعۃ: ج ۱، ص ۳۱۲.

[2] الخصائص الکبری ج ۲ ص ۱۳۷.

present ziaraat.com

۳۔ بدرالدین عینی:

کہتے ہیں: [وذكره الطحاوي في مشكل الآثار، قال: وكان أحمد بن صالح يقول: لا ينبغي لمن سبيله العلم أن يتخلف عن حفظ حديث أسماء لأنه من أجل علامات النبوة. وقال:وهو حديث متصل، ورواته ثقات وإعلال ابن الجوزي هذا الحديث لا يلتفت إليه.] طحاوی نے اسے مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے اور احمد بن صالح کہتا ہے: راہیان علم کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ اسماء بنت عمیس کی حدیث کو حفظ نہ کریں؛ کیونکہ یہ حدیث نبوت کی بڑی نشانیوں میں ایک ہے۔ اور کہتے ہیں: حدیث ردالشمس سندِ متصل کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس کے راویان مورد اعتماد ہیں اور ابن جوزی کا اس حدیث کو ضعیف کہنا توجہ کے قابل نہیں۔[1]

۴۔ قاضی ابوالفضل عیاض:

نے بھی احمد بن صالح سے یہی مطلب نقل کیا ہے۔[2] پھر راقم ہیں: [وهذان الحديثان ثابتان ورواتهما ثقات] یہ دونوں حدیثیں حد اثبات تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔

۵۔ ابوعبداللہ شمس الدین الانصاری اندلسی:

[إنّه حديث ثابت، فلو لم يكن رجوع الشمس نافعاً، وأنّه لا يتجدّد الوقت، لما ردّها عليه.] حدیث ردالشمس ثابت ہے، اور اگر سورج کے پلٹنے کا کوئی فائدہ

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج۱۵، ص۴۳، ناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت.

[2] كتاب الشفا، ج۱ ص۲۱۵.

www.ziaraat.com

نہیں تھااور زمانہ عوض نہیں ہوا تھاتو وہ سورج کو ہر گزنہ پلٹاتے۔[1]

٦. محمد عبدالرؤوف بن علی المناوی:

کہتے ہیں: [وأخطأ ابن الجوزي في إيراده في الموضوع]ابن جوزی نے اس حدیث پر اپنی کتاب موضوعات میں تنقید کر کے خطا کی ہے۔[2]

٧. محمد بن عمر بحرق الحضرمی الشافعی:

کہتے ہیں: [وخرج الطحاوي في مشكل الحديث بإسنادين صحيحين...] حدیث ردالشمس کو طحاوی نے مشکل الآثار میں صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔[3]

٨۔ گنجی شافعی:

کہتے ہیں: اس حدیث کے منکر دو طرح سے اس حدیث کو رد کر سکتے ہیں: [اما ان ینکره من حیث الامکان، او من حیث صحة النقل] یااس کے امکان کے منکر ہو سکتے ہیں یااس کی سند کی صحت پر اعتراض کر سکتے ہیں۔اس کے بعد وہ ان دونوں اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔[4]

٩۔ سبط ابن جوزی:

اپنے جد ابن جوزی کے اس حدیث پر اعتراضات کو نقل کر کے اس کا جواب دینے کے بعد

---

[1] التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، ص ١٤.

[2] فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج٥، ص ٤٤٠،ناشر: المكتبة التجارية الكبرى مصر.

[3] حدائق الأنوار ومطالع الأسرار في سيرة النبي المختار، ج١ ص ١٤٠،دارالنشر: دار الحاوي بيروت.

[4] كفاية الطالب: ص ٢٣٧.

present ziaraat.com

کہتے ہیں:[الجواب عنه ظاهر، لانا ما رويناه الا عن الدول الثقات الذين لا مغمز فيهم] اس کا جواب ظاہر ہے، کیونکہ اسے ہمارے لیے روایت نہیں کیا گیا مگر عادل و ثقہ افراد سے جن میں کوئی عیب نہیں۔[1]

۱۰۔ فخر الدین رازی:

یہ بھی اس واقعے کے وقوع پزیر ہونے کو قبول کرتے ہوئے لکھتے ہیں: [وأما سليمان فإن الله تعالى رد له الشمس مرة،وفعل ذلك أيضاً للرسول حين نام ورأسه في حجر علي فانتبه وقد غربت الشمس، فردها حتى صلى، وردها مرة أخرى لعلي فصلى العصر في وقته]. جناب سلیمانؑ کے لیے ایک مرتبہ سورج پلٹا اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی ردالشمس واقع ہوا، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر امیر المومنینؑ علی کی گود میں رکھا ہوا تھا اور آپ سو گئے، اور اسی اثناء میں سورج ڈوب گیا، پس آپؐ کی دعا سے سورج واپس پلٹا یہاں تک کہ علیؑ نے نماز عصر ادا کی۔[2]

وہ افراد جنہوں نے اس واقعے کے جھٹلانے کی کوشش کی ہے:

جو فضیلت حدیث ردالشمس کے ذریعے سے امیر المومنینؑ کے لیے ثابت ہوتی ہے، وہ آپ ہی کا خاصہ ہے اور چاہ کر بھی کسی دوسرے صحابی کے لیے اس قسم کی فضیلت گھڑی نہیں جا سکی، کیونکہ کسی اور کے لیے اس کے گھڑنے کا شاید امکان نہ تھا، اور جب کچھ حاملانِ قلوب بیمار

---

[1] تذکرۃ الخواص: ج۱، ص۳۳۸.

[2] التفسیر الکبیر أو مفاتیح الغیب، ج۳۲ ص۱۱۸، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت.

present ziaraat.com

نے دیکھا کہ ہم اپنے بڑوں کو اس بلندی تک نہیں لے جا سکتے تو پھر عافیت اسی میں دکھائی دی کہ اس حدیث کو جھٹلایا جائے اور طرح طرح کے اعتراضات وارد کیے جائیں۔ علمائے عامہ میں سے چار افراد نے اس حدیث کو موضوع ثابت کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا۔ علامہ عبد الحسین امینیؒ انہیں [ابناء الاربعة حملة روح الاموية] (یعنی چار بیٹے جو روح اموی کے حامل تھے) کی عبارت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کے حوالے سے گزارشات پیش کی جا رہی ہیں۔

ا۔ ابن جوزی:

ابن اثیر ان کے بارے میں کہتا ہے: یہ تاریخ اسلام سے متعلق کچھ روایات کو بے ارزش جاننے لگے تھے اور آخر عمر میں سخت گیر ہو گئے تھے؛ خلیفہ کے سامنے ان موراد کو لے کر جس میں انہیں اختلاف تھا بد گوئی کی گئی، جس کی وجہ سے انہیں گالیوں سے نوازا گیا، اہانت کی گئی، ان کا گھر مہر کر دیا گیا، انکی بیوی انہیں چھوڑ گئی، پھر انہیں کشتی کے ذریعے واسط بھیجا گیا اور وہیں پر ایک گھر میں نظر بند کر دیا گیا، یہ وہاں کپڑے دھوتے اور کھانا پکاتے، یہ سلسلہ پانچ سال تک چلا، اس مدت میں انہوں نے حمام کا منہ تک نہ دیکھا، انہوں نے جو کچھ لکھا اس میں کثرت سے غلطیاں کیں، یہ ایک کتاب لکھنے سے فارغ ہوئے لیکن اسے معتبر نہیں جانا۔۔۔[1]

ابن جوزی کہتا ہے: [هذا حديث موضوع بلا شك وقد اضطرب الرواة فيه...أحمد بن داود ليس بشيء. قال الدار قطني: متروك كذاب. وقال ابن حبان: كان يضع الحديث. وعمار بن مطر قال فيه العقيلي: كان يحدث عن

[1] الکامل ابن اثیر: ج۴، ص۹۴، رقم ۱۰۹۸.

present ziaraat.com

الثقاة بالمناكير. وقال ابن عدي: متروك الحديث. وفضيل بن مرزوق ضعفه يحيى. وقال ابن حبان: يروي الموضوعات ويخطئ على الثقاة. قال المصنف: قلت وقد روى هذا الحديث ابن شاهين قال حدثنا أحمد بن محمد بن سعيد الهمداني قال حدثنا أحمد بن يحيى الصوفي قال حدثنا عبد الرحمن بن شريك قال حدثني أبي عن عروة بن عبد الله عن قشير قال: دخلت على فاطمة بنت علي بن أبي طالب رضي الله عنهم فحدثني أن أسماء بنت عميس حدثتها أن علي بن أبي طالب وذكر حديث رجوع الشمس له وهذا حديث باطل. أما عبد الرحمن بن شريك عن أبيه، فقال أبو حاتم الرازي: هو واهي الحديث. قال المصنف: قلت [وأما] أنا فلا أتهم بهذا إلا ابن عقدة فإنه كان رافضيا يحدث بمثالب الصحابة.]

بے شک یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اور اس میں راویان کا اضطراب مشہور ہے، اس میں احمد بن داؤد ضعیف ہے اور دار القطنی نے اسے متروک الحدیث جانا ہے؛ ابن حبان کا کہنا ہے: وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا، اور عمار بن مطر نے ثقات سے روایت منکر نقل کی ہے اور ابن عدی اس کے بارے میں کہتا ہے: وہ متروک الحدیث ہے، فضیل بن مرزوق کی یحیی نے تضعیف کی ہے، ابن حبان کہتا ہے: وہ جھوٹی روایات نقل اور ثقہ روایت میں غلطی کرتا ہے۔ وہ روایت جو فاطمہ بنت علی سے نقل ہوئی، باطل ہے، عبداللہ بن شریک نے اپنے باپ سے نقل کی ہے، ابو حاتم رازی کے مطابق وہ فضول حدیثیں نقل کرتا ہے، گرچہ میں اسے اس چیز سے متہم نہیں کرتا، ابن عقدہ رافضی ہے جو مثالب صحابہ کو بیان کرتا تھا۔[1]

[1] الموضوعات، ج ۱ ص ۲۶۶، دار النشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت.

present ziaraat.com

جواب: اگر حدیث رد الشمس فقط ایک طریق سے نقل ہوئی ہوتی تو ابوالفرج کے لیے جائے کلام تھی، جبکہ یہ حدیث متعدد طرق سے نقل ہوئی ہے اور فاطمہ بنت علیؑ نے جو روایت ام سلمہؓ سے بیان کی ہے یہ اس حدیث کا ایک طریق ہے۔ پھر یہ کہ ابن جوزی نے جن راویوں کی تضعیف کی ہے بزرگ علمائے رجال نے ان کی توثیق بیان کی ہے، ذیل میں ہم ان راویوں کی توثیق علمائے اہلسنت کی کتب سے پیش کر رہے ہیں۔

احمد بن داؤد: ان کے بارے میں ابن حبان راقم ہے: [كان حافظا متقنا][1]، ذہبی کہتا ہے: ابن یونس نے کہا: [أحمد بن داود ثقة].[2]

عمار بن مطر: ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کہتا ہے: یوسف بن الحجاج نے کہا: [عمار بن مطر ثقة]-[3]

عبدالرحمن: عسقلانی لکھتا ہے: [عبد الرحمن بن شريك بن عبد الله النخعي الكوفي صدوق]-[4]

---

[1] صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، ج۸ ص۱۰، رقم: ۱۲۰۴۴، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، ناشر: مؤسسة الرسالة بیروت.

[2] تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، ج ۲۱، ص۵۷، رقم: ۴، تحقیق د. عمر عبد السلام تدمری، ناشر: دارالکتاب العربي بیروت.

[3] لسان المیزان، ج۴ ص۲۷۵.

[4] تقریب التهذیب، ج۱ ص۳۴۲ رقم ۳۸۹۳، تحقیق: محمد عوامة، ناشر: دارالرشید سوریا.

present ziaraat.com

علمائے اہلسنت خود ہی ابن جوزی کی رائے کو رد کرتے ہیں؛

ا۔اسماعیل بن محمد عجلونی لکھتے ہیں:[قال الإمام أحمد لا أصل له وقال ابن الجوزي موضوع لكن خطأوه ومن ثم قال السيوطي أخرجه ابن مندة وابن شاهين عن أسماء بنت عميس وابن مردويه عن أبي هريرة وإسنادهما حسن وصححه الطحاوي والقاضي عياض قال القاري ولعل المنفي ردها بأمر علي والمثبت بدعاء النبي... قال الطحاوي وكان أحمد بن صالح يقول لا ينبغي لمن سبيله العلم أن يتخلف عن حفظ حديث أسماء لأنه من أجل علامات النبوة قال وهو حديث متصل ورواته ثقات واعلال ابن الجوزي له لا يلتفت اليه]

امام احمد بن جنبل نے کہا یہ حدیث کوئی اساس نہیں رکھتی،اور ابن جوزی کا کہنا ہے کہ حدیث ردالشمس موضوع ہے، یہ کلام خطاہے،اسی وجہ سے سیوطی نے کہاہے: ابن مندہ اور ابن شاہین نے یہ حدیث اسماءبنت عمیس سے روایت کی ہے،اوراس کی سند حسن ہے، طحاوی اور قاضی عیاض نےاس حدیث کو صحیح جاناہے، قاری کہتاہے: شاید یہ کہنا کہ سورج کاپلٹنا علیؑ کے حکم سے تھا، رد کر دیا جائے، مگراس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے پلٹنا ایک ثابت امر ہے۔ جو بھی عالم ہے اسے چاہیے کہ اسماء کی حدیث کو حفظ کرے، کیونکہ یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، یہ حدیث متصل ہے نیزاس کے راوی ثقہ ہیں،اوراس بارے میں ابن جوزی کا

present ziaraat.com

کلام قابل توجہ نہیں۔[1]

۲۔ سبط ابن جوزی: اپنے جد ابن جوزی کے کلام کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
[قول جدي بانه موضوع دعوى بلا دليل , وقدحه في رواته لايرد لانا رويناه عن العدول الثقات الذين لا مغمز فيهم وليس في اسناده احد ممن ضعفه , وقد رواه ابو هريرة ايضا , اخرجه عنه ابن مردويه فيحتمل ان الذين اشار اليهم في طريقه.واتهام جدي بوضعه ابن عقدة من باب الظن والشك لا من باب القطع واليقين , وابن عقدة مشهور بالعدالة كان يروي فضائل اهل البيت ويقتصر عليها ولا يتعرض للصحابة رضي الله عنهم بمدح ولا بذم فنسبوه الى الرفض۔۔]

(حدیث رد الشمس کے بارے میں) میرے جد کا قول ادعائے بنا دلیل ہے؛ کیونکہ ان کا اعتراض راویوں کی عدالت کی جانب پلٹتا ہے جس کا جواب ظاہر ہے، کیونکہ جو روایت ہم نے نقل کی ہے اس میں ان میں سے کوئی راوی موجود نہیں۔اور یہ کہنا کہ : میں ابن عقدہ کو حدیث گھڑنے سے متہم کرتا ہوں، ادعائے بنا دلیل اور بدگمانی ہے؛ کیونکہ ابن عقدہ کی عدالت مشہور ہے، وہ بس انہی روایات کو نقل کرتا تھا جن میں فضائل اہلبیتؑ ہوا کرتے تھے، اور اصحاب کے بارے میں کوئی کلام نقل نہیں کرتا تھا نہ ان کی تعریف میں نہ ان کی قدح میں، یہی وجہ ہے کہ اس بے چارے کو رافضی اور شیعہ ہونے کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔[2]

---

[1] کشف الخفاء ومزیل الإلباس عما اشتہر من الأحادیث علی ألسنۃ الناس، ج ۱ ص ۲۵۵، دار النشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت.

[2] تذکرۃ الخواص، ص ۵۴، موسسۃ اھل البیت (علیہ سلام) بیروت.

present ziaraat.com

۳۔ شہاب الدین خفاجی: ابن جوزی کے جواب میں کہتے ہیں: ابن جوزی کی کتاب میں موجود اکثر مطالب مردود ہیں، اور جیسا کہ سیوطی اور سخاوی نے کہا ہے: ابن جوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں بڑی بے دقتی سے کام لیا ہے، یہاں تک کہ کئی صحیح احادیث کو ضعیف و موضوع لکھ گئے، جیسے کہ ابن صلاح نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ مصنف نے ان احادیث کی صحت کی تصریح کی ہے، اور کہا ہے کہ متعدد طرق اس کے صحیح ہونے پر شاہد ہیں، اور ان سے قبل بہت سے بزرگان جیسے طحاوی نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور اس کے سچے ہونے کے قائل رہے ہیں، اسے ابن شاہین، ابن مندہ اور ابن مردویہ جیسے افراد نے روایت کیا ہے، طبرانی نے بھی اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ حدیث حسن ہے، اور ابن حجر شرح ارشاد میں کہتا ہے: اگر سورج ڈوبنے کے بعد پلٹ آئے تو اس کے پلٹنے کے ساتھ وقت بھی پلٹ آئے گا، اس پر ہماری دلیل یہی حدیث ہے۔[1]

۴۔ ابن تیمیہ حرّانی:

ذہبی اس کے بارے میں لکھتا ہے: اس نے دمشق، مصر اور ثغر میں حدیث بیان کی اور دفعات لگنے کے تحت کافی اذیتیں اٹھائیں، انہیں قلعہ مصر، قاہرہ اور اسکندریہ میں قید رکھا گیا، اور ایسے ہی دو مرتبہ دمشق کے قلعہ میں بھی قید رہے اور اسی جگہ وفات پائی، صوفیہ کے مقبرے میں اپنے بھائی امام شرف الدین عبد اللہ کے ساتھ دفن کیے گئے۔[2]

[1] نسیم الریاض، ج۳، ص۱۱.

[2] تذکرۃ الحفاظ: ج۳، ص۱۹۲، رقم۱۱۷۵.

present ziaraat.com

ابن تیمیہ اس بارے میں لکھتا ہے: [فإذا كانت هذه القصة في خيبر في البرية قدام العسكر والمسلمون أكثر من ألف وابعمائة كان هذا مما يراه العسكرويشاهدونه ومثل هذا مما تتوفر الهمم والدواعي عن نقله فيمتنع أن ينفرد بنقله الواحد والاثنان فلو نقله الصحابة لنقله منهم أهل العلم كما نقلوا أمثاله لم ينقله المجهولون الذين لا يعرف ضبطهم وعدالتهم وليس في جميع أسانيد هذا الحديث إسناد واحد يثبت تعلم عدالة ناقليه وضبطهم ولا يعلم اتصال إسناده]۔ اگر یہ واقعہ خیبر میں سپاہ اسلام کی نگاہوں کے سامنے رونما ہوا تھا جس کی تعداد ۱۴۰۰ افراد سے زیادہ تھی، تو پھر ان سب نے یہ واقعہ دیکھا ہوتا، اور اسے ایک جوش و ولولے کے ساتھ نقل کرتے لہذا ایک یا دو افراد کا اسے نقل کرنا درست نہیں؛ اگر اسے صحابہ نے نقل کیا ہوتا تو اہل علم بھی اسے ان سے نقل کرتے، نہ یہ کہ انجان افراد اسے نقل کریں وہ بھی ان افراد سے جو عدالت کے معاملے میں کسی دقت سے کام نہیں لیتے، اس حدیث کی ایک بھی ایسی
سند موجود نہیں جس میں اس کے راویوں کی عدالت اور ان کا ضابط ہونا ثابت ہو سکے۔[1]

جواب: اول؛ اس حدیث پر پردہ ڈالنے کے محرکات بہت زیادہ تھے؛ کیونکہ تمام تر وسائل اور حکومت ان افراد کے ہاتھ میں تھی جو اہلبیتؑ بلخصوص امیر المومنینؑ کے فضائل چھپانے کے لیے ایک خاص حکمت عملی اپنائے ہوئے تھے، اور اس کام کی انجام دہی کی خاطر بیت المال مسلمین کے دروازے جھوٹے اور کاذب افراد پر کھول رکھے تھے۔ دوم؛ یہ اعتراض

[1] منهاج السنة النبوية ج۸ ص۱۷٦ دار النشر: مؤسسة قرطبة - ۱۴۰٦، الطبعة: الأولى، تحقيق: د. محمد رشاد سالم.

present ziaraat.com

رسول اللہ ﷺ کے توسط سے شق القمر کے ذریعے دور ہو جاتا ہے۔ تمام مفسرین اصل واقعے کے وقوع پزیر ہونے پر اتفاق رکھتے ہیں، اور اس کے نقل کرنے کے بہت سے محرکات بھی موجود تھے، لیکن اس کے باوجود بھی اس کے روای حدیث رد الشمس کے راویوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ ابن تیمیہ نے ایک اور دعوی بھی کیا ہے: [وانشقاق القمر كان بالليل وقت نوم الناس] شق القمر کا واقعہ رات کے وقت رونما ہوا جب لوگ سو رہے تھے۔[1] یہ ابن تیمیہ کا صاف جھوٹ ہے، کیونکہ یہ جان گیا تھا کہ اس پر شق القمر کے واقعے کے ذریعے سے احتجاج کیا جائے گا لہذا اس نے پہلے سے ہی چال سوچ لی، لیکن شاید یہ اس جملے کو لکھتے وقت بخاری کہ جو بعد از کلام باری ہے (بعض کے بقول) کی حدیث بھول بیٹھا، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکے کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے معجزۂ شق القمر کی درخواست کی اور رسول ﷺ نے بھی اسے انجام دیا: [حدثني عبد اللَّهِ بن مُحَمَّدٍ حدثنا يُونُسُ حدثنا شَيْبَانُ عن قَتَادَةَ عن أَنَسِ بن مَالِكٍ وقال لي خَلِيفَةُ حدثنا يَزِيدُ بن زُرَيْعٍ حدثنا سَعِيدٌ عن قَتَادَةَ عن أَنَسِ بن مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمْ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ][2] اس حدیث کے مطابق اہل مکہ اس واقعے سے قبل ہی اس کی خبر رکھتے تھے، اور اس اعجاز الہی کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے تھے، یہ بھی توجہ رکھنی چاہیے کہ مکہ میں لوگوں کی ہر وقت آمد و رفت رہتی تھی، تو جب یہ واقعہ رونما

---

[1] منهاج السنة النبوية ج٨ ص١٧١.

[2] صحيح البخاري، ج٣ ص١٣٣٠، باب سُؤَالِ الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُرِيَهُمْ النبي صلى الله عليه وسلم آيَةً فَأَرَاهُمْ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ، ح٣٤٣٧. ٣٤٣٨.

present ziaraat.com

ہوا ہو گا، باہر سے آئے ہوئے لوگوں نے بھی اسے دیکھا ہو گا، اور قریش میں سے ایک جمع غفیر بھی اس واقعے کا ناظر رہا ہو گا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان سب چیزوں کے باوجود بہت کم افراد نے اس واقعے کو نقل کیا ہے، تو جو جواب ابن تیمیہ اینڈ پارٹی یہاں دینگے وہی ہمارا ردالشمس کے بارے میں ہو گا۔ ابن تیمیہ نے جو اس حدیث کی سند کے حوالے سے خامافرسائی فرمائی ہے، اس حوالے سے ہم مفصل جواب تحریر کرتے ہیں:

ا۔ پہلی روایت طحاوی نے مشکل الآثار میں اس سند کے ساتھ نقل کی ہے: [حدثنا عَلِيُّ بن عبد الرحمن بن مُحَمَّدِ بن الْمُغِيرَةِ قال حدثنا أَحْمَدُ بن صَالِحٍ قال حدثنا ابن أبي فُدَيْكٍ قال حدثني محمد بن
مُوسَى عن عَوْنِ بن مُحَمَّدٍ عن أُمِّهِ أُمِّ جَعْفَرٍ عن أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ أَنَّ النبي صلى الظُّهْرَ۔۔۔][1]

ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: [رواه كله الطبراني بأسانيد ورجال أحدها رجال الصحيح]۔ ان تمام روایات کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور ان میں سے ایک کے راوی صحیح بخاری کے رجال میں سے ہیں۔[2]

پہلی حدیث کی سند کی تحقیق:

علی بن عبدالرحمن؛ عسقلانی کہتا ہے: [علي بن عبد الرحمن بن محمد بن المغيرة المخزومي... وكان أصله من الكوفة صدوق] یہ کوفی اصل اور صدوق ہے۔[1]

---

[1] شرح مشکل الآثار، ج۳، ص۹۴، رقم: ۹۲، تحقیق شعیب الارنؤوط، ناشر: مؤسسة الرسالة بیروت.

[2] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۸، ص۲۹۷، ناشر: دارالریان للتراث/دارالکتاب العربي القاهرة، بیروت.

present ziaraat.com

محمد بن مغیرہ؛ عسقلانی کہتا ہے: [محمد بن المغيرة بن إسماعيل بن أيوب المخزومي صدوق] محمد سچے ہیں۔[۲]

محمد بن ابی فدیک؛ عسقلانی کہتا ہے: [محمد بن إسماعيل بن مسلم بن أبي فديك بالفاء مصغر الديلي مولاهم المدني أبو إسماعيل صدوق من صغار الثامنة مات سنة مائتين على الصحيح][۳]

محمد بن موسی الفطری؛ عسقلانی کہتا ہے: [محمد بن موسى الفطري بكسر الفاء وسكون الطاء المدني صدوق][۴]

عون بن محمد: حاکم نیشاپوری کہتے ہیں: [وعون هذا هو ابن محمد بن عبيد الله بن أبي رافع هو وأبوه ثقتان] *عون یعنی محمد بن عبداللہ بن ابی رافع کا بیٹا، یہ اور اس کے والد دونوں ثقہ ہیں۔*[۵]

ام جعفر: عسقلانی کہتا ہے: [أم عون بنت محمد بن جعفر بن أبي طالب ويقال لها أم جعفر مقبولة من الثالثة][۶]

---

۱ تقریب التہذیب ج۱ص۴۷۵۸، رقم: ۴۷۶۵.

۲ تقریب التہذیب، ج۱، ص۵۰۸، رقم: ۶۳۱۶، تحقیق: محمد عوامۃ، ناشر: دارالرشید سوریا.

۳ تقریب التہذیب، ج۱ص۴۶۸، رقم: ۵۷۳۶.

۴ تقریب التہذیب، ج۱ص۵۰۹، رقم ۶۳۳۵.

۵ المستدرک علی الصحیحین، ج۳ص۱۸۰، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطا، ناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت.

۶ تقریب التہذیب، ج۱ص۷۵۷، رقم: ۸۷۵۰.

present ziaraat.com

اسماء بنت عمیس؛ عسقلانی کہتا ہے:[أسماء بنت عميس الخثعمية صحابية]اسماء صحابیہ ہیں۔[1]

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس حدیث کی سند سچے اور مقبول افراد پر مشتمل ہے۔

۲۔ دوسری روایت طبرانی نے سند ہذا کے ساتھ نقل کی ہے:[حدثنا الْحُسَيْنُ بن إِسْحَاقَ التُّسْتَرِيُّ ثنا عُثْمَانُ بن أبي شَيْبَةَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بن سنام (غَنَّامٍ) ثنا أبو بَكْرِ بن أبي شَيْبَةَ قَالا ثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بن مُوسَى عن فُضَيْلِ بن مَرْزُوقٍ عن إبراهيم بن الْحَسَنِ عن فَاطِمَةَ بنتِ حُسَيْنٍ، عن أَسْمَاءَ بنتِ عُمَيْسٍ قالت كان رسول اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وسلم يُوحَى۔۔۔۔][2]

اسی روایت کو طحاوی نے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:[حدثنا أبو أُمَيَّةَ قال حدثنا عُبَيْدُ اللهِ بن مُوسَى الْعَبْسِيُّ قال حدثنا الْفُضَيْلُ بن مَرْزُوقٍ عن إبْرَاهِيمَ بن الْحَسَنِ عن فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عن أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ قالت كان رسول اللهِ يُوحَى۔۔۔][3]

ابن حبان ان دونوں روایات کے بارے میں کہتا ہے:[هذان الحديثان ثابتان ورواتهما ثقات] یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔[4]

---

[1] تقریب التھذیب، ج۱، ص ۷۴۳، رقم ۸۵۳۱.

[2] المعجم الکبیر، ج ۲۴ ص ۱۵۱، رقم ۳۹۰، دار النشر: مکتبۃ الزھراء الموصل.

[3] شرح مشکل الآثار، ج۳، ص ۹۲، رقم: ۹۲.

[4] الثقات، ج ۱ ص ۲۱۵، تحقیق السید شرف الدین أحمد، ناشر: دار الفکر.

present ziaraat.com

دوسری حدیث کی اسناد کی تحقیق:

حسین بن اسحاق: ذہبی کہتا ہے: [الحسين بن إسحاق التستري الدمشقي. محدث رحّال ثقة] وہ محدث جو بہت سفر کیا کرتے تھے، ثقہ ہیں۔[1]

عثمان بن ابی شیبہ: عسقلانی کہتا ہے: [عثمان بن محمد بن إبراهيم بن عثمان العبسي أبو الحسن بن أبي شيبة الكوفي ثقة حافظ شهير] ثقہ اور مشہور حافظ حدیث ہیں۔[2]

عبید اللہ بن موسی: عسقلانی کہتا ہے: [عبيد الله بن موسى بن باذام العبسي الكوفي أبو محمد ثقة][3]

فضیل بن مرزوق: عسقلانی کہتا ہے: [فضيل بن مرزوق الأغر بالمعجمة والراء الرقاشي الكوفي أبو عبد الرحمن صدوق][4] ذہبی کہتا ہے: [فضيل بن مرزوق الكوفي... ثقة][5]

---

[1] تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام، ج ۲۱ ص ۱۵۷، تحقیق د. عمر عبد السلام تدمری، ناشر: دار الكتاب العربي بيروت.

[2] تقریب التہذیب، ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۴۵۱۳.

[3] تقریب التہذیب، ج ۱ ص ۳۷۵، رقم: ۴۳۴۵.

[4] تقریب التہذیب، ج ۱ ص ۴۴۸، رقم ۵۴۳۷.

[5] الکاشف ج ۲ ص ۴۴۸، رقم: ۴۴۹۲.

present ziaraat.com

ابراہیم بن حسن: ابن حبان کہتا ہے:[إبراهيم بن حسن بن حسن بن علي بن أبي طالب أخو عبد الله بن حسن من أهل المدينة يروى عن أبيه وفاطمة بنت الحسين][1]

فاطمہ بنت الحسینؑ: عسقلانی کہتا ہے:[فاطمة بنت الحسين بن علي بن أبي طالب الهاشمية المدنية زوج الحسن بن الحسن بن علي ثقة] [2]

اسماءبنت عمیس: ان کے بارے میں بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ صحابیہ ہیں۔

۳۔ تیسری روایت طبرانی نے اس سند سے نقل کی ہے:[حدثنا جَعْفَرُ بن أَحْمَدَ بن سِنَانٍ الْوَاسِطِيُّ ثنا على بن الْمُنْذِرِ ثنا محمد بن فُضَيْلٍ ثنا فُضَيْلُ بن مَرْزُوقٍ عن إبراهيم بن الْحَسَنِ عن فَاطِمَةَ بنتِ عَلِيٍّ عن أَسْمَاءَ بنتِ عُمَيْسٍ قالت كان رسول اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وسلم إذا نَزَلَ عليه الْوَحْيُ۔۔] [3]

تیسری حدیث کی سند کی تحقیق:

جعفر بن احمد بن سنان: ذہبی کہتا ہے: [جعفر بن أحمد بن سنان بن أسد الحافظ الثقة بن الحافظ أبي جعفر القطان الواسطي]

یہ حافظ اور ثقہ ہیں۔[4] سیوطی نے بھی ثقہ کہا ہے۔[1]

---

[1] الثقات، ج٦ ص٣، رقم:٦٤٦٤.

[2] تقریب التھذیب، ج١ ص٧٥١، رقم:٨٦٥٢.

[3] المعجم الکبیر ج٢٤ ص١٥٢، رقم: ٣٩١.

[4] تذکرۃ الحفاظ، ج٢ ص٧٥٢، رقم: ٧٥٤، ناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت.

present ziaraat.com

علی بن منذر: ابن حبان کہتا ہے: [علي بن المنذر الطريقي بفتح المهملة وكسر الراء بعدها تحتانية ساكنة ثم قاف الكوفي صدوق][2] عسقلانی کہتا ہے: [علي بن المنذر الطريقي ثقة صدوق قاله ابن نمير][3]

محمد بن فُضَیل؛ ذہبی کہتا ہے: [محمد بن فضيل بن غزوان بفتح المعجمة وسكون الزاي الضبي مولاهم أبو عبد الرحمن الكوفي صدوق عارف][4]

فضیل بن مرزوق: دوسری روایت کی سند کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

ابراہیم بن حسن: دوسری روایت کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

فاطمہ بن علی: عسقلانی کہتا ہے: [فاطمة بنت علي بن أبي طالب ثقة من الرابعة][5]

ان روایات کے راویوں کی وثاقت و صداقت خود علمائے رجال اہلسنت کی کتب سے نقل کردی گئی ہے، لہذا اب قاری خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ ابن تیمیہ اپنے قول میں کتنا سچا ہے۔

---

[1] طبقات الحفاظ، ج۱، ص۴۹۷، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] الثقات، ج۲، ص۳۳۶، رقم: ۱۴۲۶۰.

[3] تقریب التهذیب، ج۱ ص۴۰۵، ص رقم: ۴۸۰۳.

[4] الکاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، ج ۲ ص ۵۰۲، رقم: ۶۲۲۷، تحقيق محمد عوامة، ناشر: دار القبلة للثقافة الإسلامية.

[5] تقريب التهذيب، ج۱ ص۷۵۱، رقم: ۸۶۵۴.

present ziaraat.com

ابن تیمیہ کا دوسرا اعتراض واقعے کی جزئیات میں اختلاف کے حوالے سے ہے۔ اس کا مفصل جواب تو آپ کتاب کے ترجمے میں ملاحظہ فرمائیے گا، البتہ مختصر جواب یہیں ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ ابن تیمیہ کہتا ہے: [وهذا اللفظ يناقض الأول ففيه أنه نام في حجره من صلاة العصر إلى غروب الشمس وأن ذلك في غزوة خيبر بالصهباء وفي الثاني أنه كان مستيقظا يوحى اليه جبريل ورأسه في حجر علي حتى غربت الشمس وهذا التناقض يدل على أنه غير محفوظ لأن هذا صرح بأنه كان نائما هذا الوقت وهذا قال كان يقظان يوحى إليه...] یہ روایت پہلی روایت سے تعارض رکھتی ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر سے غروب آفتاب تک علیؑ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے۔ اور یہ واقعہ غزوہ خیبر کے دوران صہباء میں رونما ہوا، جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر انزال وحی کی کیفیت طاری تھی جس کی وجہ سے تا غروب آفتاب رسول اللہ ﷺ کا سر علیؑ کے زانو پر رہا؛ یہ ان دونوں روایات میں تناقض ہے جو اس کے عدم وقوع پر دلالت کرتا ہے۔[1]

جواب: کسی واقعے کی جزئیات میں اختلاف ہونا اصل واقعے کو جھوٹا ثابت نہیں کرتا، جیسا کہ واقعہ شق القمر یا واقعہ معراج کہ ان کی جزئیات میں شدید اختلاف کے باوجود بھی اصل واقعے کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ لہذا جو مؤقف ان واقعات کے بارے میں اپنایا گیا ہے کہ جزئیات کے اختلاف کے باوجود بھی اصل واقعے کو قبول کیا گیا ہے، ردالشمس کے بارے میں

---

[1] منهاج السنة النبوية، ج۸، ص۱۷۵،۱۷۲، تحقيق: د. محمد رشاد سالم، ناشر: مؤسسة قرطبة.

present ziaraat.com

بھی وہی موقف اپنایا جائے گا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جزئیات کے اختلاف کی وجہ سے شق القمر یا معراج النبیؐ کا انکار کر دیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو افراد کسی واقعے کو نقل کرتے تھے ان کی استعداد اور واقعے کو نقل کرنے کے ہدف مختلف ہوا کرتے تھے، زیادہ تر افراد روایات و واقعات کو بالمعنی نقل کرتے تھے، کچھ کسی واقعے کی تمام تر جزئیات بھی بیان کرنا ضروری سمجھتے تھے اور بعض فقط انہیں جزئیات کو بیان کرنا پسند کرتے تھے جو ان کے مطلب کی ہوا کرتی تھیں، سو اس قسم کے سوالات سے اصل واقعہ زیر سوال نہیں آتا؛ کیونکہ جزئیات کے اختلاف کے باوجود بھی سب روایات میں اس واقعے کے وقوع پر اتفاق ہے، اور جزئیات کے اختلاف کی صورت میں فقط یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن دو مطالب کے مابین اختلاف ہے انہیں قبول نہ کیا جائے، البتہ کلی طور پر واقعے سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ابن کثیر دمشقی:

ابن قاضی شہبہ اس کے بارے میں لکھتا ہے: اسے علم حدیث کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس نے ابن تیمیہ سے بہت سے مطالب اخذ کیے۔۔۔اسے ابن تیمیہ سے خاص لگاؤ تھا، اس نے ابن تیمیہ کی حمایت کی، اور اس کی بہت سی آراء کی اتباع کی اور طلاق کے مسئلے میں اس کی رائے کے مطابق فتوی دیا، جس کی وجہ سے سختی کا شکار ہو گیا[1] اسے اپنے شیخ ابن تیمیہ کے ساتھ مقبرۂ

[1] طبقات الشافعیہ؛ ج ۳، ص ۸۳.

present ziaraat.com

صوفیہ میں دفن کیا گیا۔[1]شوکانی کہتا ہے: ابن کثیر کے جملہ اساتید میں سے ایک ابن تیمیہ تھا جسے سے وہ بہت محبت کرتا تھا جیسا کہ ابن حجر نے الدرر میں ذکر کیا ہے۔[2] برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے، لہذا ابن تیمیہ کے اس شاگرد سے جو اس سے بہت محبت کرتا تھا، اس کے سوا اور کوئی امید بھی نہیں کی جاسکتی کہ جیسے ہی کوئی فضیلت اہلبیتؑ دکھائی دے، ہاضمہ جواب دے جائے۔

بعض افراد کا کہنا ہے: حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سورج یوشع بن نونؑ کے علاوہ کسی کے لیے نہیں پلٹا۔ اس حدیث کے رہتے علیؑ کے لیے ردالشمس کے واقعے کو قبول کرنا مشکل ہے۔

ابن کثیر کہتا ہے:[ما رواه الامام أحمد حدثنا أسود بن عامر حدثنا أبو بكر بن هشام عن محمد بن سيرين عن أبي هريرة قال قال رسول الله إن الشمس لم تحبس لبشر إلا ليوشع عليه السلام ليالي سار إلى بيت المقدس تفرد به أحمد وإسناده على شرط البخاري].رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج کسی بشر کے لیے نہیں رکا سوائے یوشع بن نونؑ کے کہ جب وہ بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے، اس روایت کو فقط احمد نے نقل کیا ہے اور یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔[3] پس سورج کا امیر المومنینؑ کے لیے پلٹنا اس حدیث صحیح سے منافات رکھتا ہے، بنا بر این علیؑ کے لیے سورج پلٹنے کی داستان صحیح نہیں۔

---

[1] معجم المؤلفین؛ ج۲، ص ۲۸۴.

[2] البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، ص ۱۴۳، رقم ۹۵.

[3] البداية والنهاية، ج٦ ص ۲۸۲، ناشر: مکتبة المعارف بیروت.

present ziaraat.com

جواب: یوشع بن نونؑ کے واقعے میں سورج کے حبس یعنی رکے رہنے کا ذکر ہے نہ کہ پلٹنے کا، اور ظاہر ہے کہ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ گزشتہ امتوں میں اس معجزے کا کوئی سابقہ نہیں تھا، سوائے جناب یوشع کے، البتہ اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا واقعہ آئندہ بھی رونما نہیں ہو سکتا، لہذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ایک میں ردالشمس ہے جبکہ دوسرے میں حبس الشمس۔ اسی لیے صالحیؒ شامی کہتا ہے: [لا يعارضه ما رواه أحمد بسند صحيح عن أبي هريرة " لم تحبس الشمس إلا ليوشع بن نون] حدیث ردالشمس اس حدیث سے کوئی تعارض نہیں رکھتی جسے احمد نے ابوہریرہ سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔[1] عسقلانی کہتا ہے: [فلم تحبس الشمس الا ليوشع وليس فيه نفي أنها تحبس بعد ذلك لنبينا] اس روایت سے مقصود یہ ہے کہ انبیائے سابق میں فقط یوشع کے لیے حبس الشمس ہوا، اور یہ اس چیز پر دلالت نہیں کرتا کہ ایسا واقعہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رونما نہیں ہو سکتا۔[2]

۴۔ ابن حزم اندلسی:

ابن خالکان اس کے بارے میں کہتا ہے: وہ علمائے متقدمین سے بہت بھڑا ہے اور کوئی بھی اس کی زبان سے محفوظ نہیں رہا، جس کی وجہ سے دلوں میں اس کی نفرت پیدا ہو گئی، اس نے

---

[1] سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد، ج ۹ ص ۴۳۹، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلي محمد معوض، ناشر: دارالكتب العلمية بيروت.

[2] فتح الباري في شرح صحيح البخاري، ج٦، ص۲۲۱، دارالنشر: دارابن الجوزي السعودية.

present ziaraat.com

اپنے دور کے فقہاء (سے بھڑنا ہی اپنا) ہدف بنالیا تھا جس کی وجہ سے وہ اس کے بغض کی طرف مائل اور اسے رد کرتے تھے، اس کی تضلیل پر ان سب کا اجماع تھا، وہ اسے برے الفاظ سے یاد کرتے اور سلاطین زمن کو اس سے ڈراتے، نیز عوام کو اس کے نزدیک جانے اور اس سے مطالب اخذ کرنے سے روکتے، سو بادشاہوں نے اسے شہر سے نکال باہر کیا یہاں تک کہ یہ صحرائے لبلہ میں پہنچا اور وہیں مر گیا۔[1] ذہبی اس کے بارے میں کہتا ہے: اس نے اپنی زبانِ دراز کی وجہ سے بہت مشکلات اٹھائیں اور اپنے وطن سے بے دخل کر دیا گیا، پھر وہ ایک گاؤں میں گیا اور وہاں سے بھی نکال باہر کیا گیا، مالکان کی ایک جماعت اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی، اس کے اور ابن الولید باجی کے درمیان مناظرے بھی ہوئے، وہاں کے مالکان کو اس سے نفرت ہو گئی، حکومت اس کی تلاش میں تھی اور انہوں نے اس کی کچھ کتابیں بھی نظرآتش کیں، جس کی وجہ سے وہ لبلہ کے بیابان میں چلا گیا جو گاؤں سے دور تھا۔[2]

یہ تھے وہ چار افراد جن کی رگوں میں بنوامیہ کا عشق خون بن کر دوڑتا تھا، جس کا اثر یہ رہا کہ اہلبیتؑ کی کسی بھی فضیلت کو قبول کرنے میں ان کے ہاضمے نے ساتھ نہ دیا۔ آخر میں بہتر سمجھتے ہیں کہ علامہ امینی کی کتاب الغدیر سے وہ واقعات نقل کر دیے جائیں جو علمائے اہلسنت نے ردالشمس کے حوالے سے اپنے مکتب کے علماء کے بارے میں نقل کیے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اگر قبول کرنے پر آئیں تو ایک عام مسلمان کے لیے ردالشمس

---

[1] وفیات الاعیان: ج۳، ص۳۲۷.

[2] سیر اعلام النبلاء: ج۱۸، ص۱۹۸.

present ziaraat.com

جیسے واقعے کو قبول کرلیں اور اگر نہ کرنے پر آئیں تو رسول ﷺ اور علیؑ جیسے صاحبان ولایت کے لیے انکار کردیں۔

پیر نہیں اڑتے مرید اڑاتے ہیں:

جب اہل تشیع اہلبیت رسالت مآب ﷺ کے حق میں فضائل اور کرامات و معجزات نقل کرتے ہیں تو ہمیں غلو کی تہمت سے نوازا جاتا ہے، لیکن جب ہمیں ناسزا تہمتوں سے سرفراز کرنے والے اپنے بڑوں یا علماء کا ذکر کرتے ہیں تو وہی چیزیں جو ہم اہلبیت کے لیے نقل کرتے ہیں اپنے علماء سے منسوب کرتے ہیں لیکن طرہ یہ ہے کہ ان کی بار کوئی غلو نہیں ہوتا۔ چند مصادیق ملاحظہ کیجیے:

سبکی طبقات الشافعین میں لکھتے ہیں کہ اسماعیل بن محمد حضرمی (م۶۷۶) کی جملہ کرامات جسے اکثر نے نقل کیا ہے میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک دن سفر میں اپنے خادم سے بولے: سورج سے بولو جب تک ہم اپنے گھر نہ پہنچ جائیں ٹھہرا رہے۔ حالانکہ ان کا گھر دور تھا اور سورج ڈوبنے ہی والا تھا۔ خادم نے سورج سے کہا: فقیہ اسماعیل حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی جگہ پر ٹھر جا اور سورج اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ جب گھر پہنچ گئے تو بولے: اس قیدی کو رہا کیوں نہیں کر دیتے؟ خادم نے سورج کو حکم دیا کہ ڈوب جائے تو وہ فوراً ڈوب گیا اور رات کا گھپ اندھیرا چھا گیا۔[1] یافعی مراۃ الجنان میں کہتے ہیں: کرامات اسماعیل میں ایک سورج کا ٹھہرا رہنا بھی ہے۔ ایک دن اسے ڈوبنے سے روک دیا، یہ کرامت یمن والوں کے یہاں مشہور ہے۔ ان کی ایک

---

[1] طبقات الشافعین: ج۸، ص ۱۳۰، رقم ۱۱۱۷.

present ziaraat.com

کرامت یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے سدرۃ المنتہی کے درخت کو حکم دیا کہ انہیں اور انکے ساتھیوں کو میوے کھلائے اور اس نے اطاعت کی۔ میں نے دو شعروں میں اسے نظم بھی کیا ہے؛ [حضرمی وہی ہیں محمد ولی کی ذریت اور امام مجدد، ان کی عظمت یہ ہے کہ سورج کو اشارہ کیا تو جب تک گھر نہیں پہنچ گئے وہ غروب نہیں ہوا][1] ابن عماد نے شذرات الذہب میں حضرمی کی کرامت کے متعلق مطری کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ سورج کا رکا رہنا متواتر ہے۔ایک کرامت یہ ہے کہ وہ زبید پہنچنا چاہتے تھے، دیکھا کہ سورج ڈوب رہا ہے۔اس سے کہا: جب تک شہر میں داخل نہ ہو جاؤں مت ڈوبنا! وہ کئی گھنٹے تک ٹھہرا رہا۔ جب وہ شہر میں داخل ہو گئے تو اسے غروب ہونے کا حکم دیا۔ اچانک وہ ڈوب گیا، اندھیرا چھا گیا اور ستارے نکل آئے۔[2] ابن حجر کہتا ہے: حضرمی کی ایک کرامت یہ ہے کہ وہ زبید میں داخل ہونا چاہتے تھے اور سورج ڈوبنے والا تھا۔اس نے کہا: جب تک شہر میں داخل نہ ہو جاؤں مت ڈوبنا۔ بس وہ کئی گھنٹے تک توقف کئے رہا۔ جب شہر میں داخل ہو گئے تو ڈوبنے کا اشارہ کیا۔[3] علامہ سماوی عجب اللزومی میں کہتے ہیں: مجھے اس گروہ پر حیرت ہے جو کینے اور عناد کی زبان کھولتے ہوئے حضرت علیؑ کے لیے سورج کے پلٹنے کا انکار کرتا ہے جبکہ اس کا حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا، اور وہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اسماعیل حضرمی نے خادم کو حکم دیا تو سورج پلٹ آیا۔

---

[1] مراۃ الجنان: ج۴، ص۱۷۸.

[2] شذرات الذہب: ج۷، ص۶۳۰.

[3] الفتاویٰ الحدیثیہ: ص۳۱۶.

present ziaraat.com

اب ہر محقق نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرمی افضل ہیں یا رسول اللہ ﷺ اور علی مرتضیٰؑ؟ ان میں کس کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند ہے؟ کیونکہ علیؑ کے لیے سورج دعائے رسولؐ کی وجہ سے پلٹا اور یہاں اسماعیل نے اپنے خادم کو کہا کہ اسے حکم دے دو کہ ٹھہرا رہے پھر ڈوبنے کا حکم دیدو۔ پھر خادم کو حکم دیا کہ اس قیدی کو آزاد کر دو۔ یہ عظمت و امتیاز اسی وقت مانا جا سکتا ہے جب خواب کو صحیح (حقیقت) مانا جائے۔ لیکن ارباب عقل اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ افسانہ کب، کہاں اور کس لیے گھڑا گیا؟[1] اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہ امامت میں پیش کرتا ہوں۔

بندۂ ثقلین، سید سبطین علی نقوی امروہوی

[1] غدیر قرآن، حدیث اور ادب میں: ج۵، ص۲۷۹، (اردو ترجمہ) ناشر گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور.

present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطاہرین
ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین

مقدمہ مؤلف:

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے نمایاں ترین فضائل میں سے ایک واقعۂ ردالشمس ہے۔ یہ وہ واقعہ ہے جو تاریخ بشریت میں واقع شدہ حیرت انگیز اور عظیم ترین معجزات الٰہی میں سے ہے۔ یہ واقعہ صدرِ اسلام ہی میں تقریباً تیس سال کے فرق کے ساتھ کم از کم دو بار اتفاق پزیر ہوا، پہلی بار ساتویں ہجری میں اور بارِ دوم ۳۷ یا ۳۸ ہجری میں، اور دونوں بار ہی اس کی علت وقوع مولی الموحدین کی تکریم واحترام اور ان کی عظمت روشن کرنا تھی۔

شیخ مفیدؒ (م ۴۱۳) فرماتے ہیں: خدا کی نشانیوں میں سے آشکار ترین نشانی جو خدا نے دست مبارک امیر المومنینؑ پر ظاہر کی وہ معجزہ ردالشمس ہے جس پر کثیر روایات دلالت کرتی ہیں نیز تاریخ نویسوں نے اسے اپنی تاریخوں میں رقم اور شاعروں نے اسے اپنے اشعار میں نظم کیا ہے، آپ کے لیے یہ معجزہ دو مختلف زمان (ومکان) میں واقع ہوا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اور ایک بار ان کی رحلت کے بعد۔۔۔[1]

---

[1] ۔ الارشاد ج ۱ ص ۳۴۵.

present ziaraat.com

اس مختصر سی تحریر میں ہم معجزۂ ردالشمس جو اظہر من الشمس ہے کے بارے میں روایات پیش کریں گے اور پھر بحول و قوت الٰہی اور بمدد اولیائے نعمت یعنی حضرات معصومینؑ، معترضین کے عقل کو منہ چڑھاتے ہوئے اعتراضات کا جواب بھی دینگے۔

امیرالمومنینؑ کے لیے زمان رسول اللہ ﷺ میں ردّالشمس

ساتویں ہجری میں جب لشکر اسلام کی چڑھائی اور امیرالمومنینؑ کی ذوالفقار کے صدقے خیبر کا قلعہ بقول رسول اللہ ﷺ رجل کرار و غیر فرار کے ہاتھوں فتح ہوا تو رسول گرامی اسلام ﷺ نے امیرالمومنینؑ کو کسی کام پر مامور فرمایا؛ یہ کام نماز عصر کے بعد تک جاری رہا، رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عصر ادا کی اور جب کچھ دیر بعد حضرت امیرالمومنینؑ آپ کے پاس واپس آکر بیٹھے، تو رسول اللہ ﷺ پر وحی اترنے کی حالت طاری ہوئی، عظمت الٰہی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنے اوپر ایک خاص قسم کا بوجھ محسوس کرنے لگے، یہ وہ وقت تھا جب آپ نے اپنا سر مولائے کائنات امام علیؑ کی گود میں رکھا اور یہ حالت کافی دیر تک برقرار رہی جس کی وجہ سے مولا علیؑ کو نمازِ عصر بیٹھ کر پڑھنی پڑی اور آپ نے رکوع و سجود اشاروں کی صورت میں انجام دیے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ بعض روایات میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ: نزدیک تھا کہ سورج غروب ہو جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ سے حالتِ وحی برطرف ہوئی، آپ اٹھے اور امیرالمومنینؑ سے گویا ہوئے: یا علیؑ کیا تم نے نمازِ عصر پڑھ لی؟ فرمایا: آپ کی عظمت کے پیشِ نظر کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور دوسری روایت

present ziaraat.com

کے مطابق آپ نے فرمایا: میں اس بات پر راضی نہیں تھا کہ آپ کا سر اٹھا(کر زمین پر رکھ دوں)، ان حالات میں آپ کا سر اپنی گود میں رکھنا (کھڑے ہو کر) نماز پڑھنے سے بہتر تھا۔[1]

اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہارے لیے سورج پلٹا دے تا کہ تم فوت شدہ نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکو، خدا تمہاری دعا کو قبول کرے گا کیونکہ تم اس کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے دعا فرمائی اور آفتاب نمازِ عصر کی حد تک پلٹ آیا، آپ نمازِ عصر بجالائے اور اس کے بعد سورج دوبارہ غروب ہو گیا۔

اس حدیث کی راویہ جناب اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: خدا کی قسم، سورج کے غروب ہوتے ہم نے اس میں سے ایسی آوازیں سنیں جیسی آری سے لکڑی کاٹتے وقت نکلتی ہیں۔[2]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۱ ص ۱۷۰۔

[2] حدیث ردالشمس زمانے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی محدثین اور علماء کے درمیان شہرت تام کی حامل رہی ہے اور علمائے اسلام اسے قرن اول سے لے کر آج تک اپنی کتابوں میں جزئیات کے اختلاف کے ساتھ بیان کرتے آئے ہیں۔ جن شیعہ علماء نے یہ حدیث نقل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: عبداللہ جعفر حِمیَری (م ۲۴۰) نے قرب الاسناد میں، ثقۃ الاسلام کلینی (م ۳۲۹) نے الکافی میں، شیخ صدوق (م ۳۸۹) نے من لا یحضرہ الفقیہ میں، سید رضی (م ۴۰۶) نے خصائص الائمہ میں، شیخ مفید (م ۴۱۳) نے الارشاد میں، سید مرتضی علم الہدی نے سید حمیری کے قصیدے بائیّہ کی شرح میں، شیخ طوسی (م ۳۶۰) نے امالی میں، ابن فتال نیشاپوری (م ۵۵۰) نے روضۃ الواعظین میں، ابن شہر آشوب (م ۵۸۸) نے مناقب آل ابی طالب میں، علامہ حلی (م ۷۲۶) نے المستجاد میں، علی بن یونس العاملی (م ۸۷۷) نے الصراط المستقیم میں، حسین بن عبدالوہاب (م قرن پنجم) نے عیون المعجزات میں، علامہ طبرسی (قرب ششم) نے الاحتجاج میں، محمد بن مسعود العیاشی (قرن سوم) نے تفسیر عیاشی میں، قطب الدین راوندی (م ۵۷۳) نے الخرائج والجرائح میں،

present ziaraat.com

محل ردّالشمس مسجد فضیخ

شیعہ حضرات میں یہ بات مشہور ہے کہ واقعہ ردّالشمس پہلی مرتبہ مدینے میں اس مقام پر پیش آیا جو مسجد فضیخ کے نام سے مشہور ہے۔

محمد بن علی کراجکی (م۴۴۹) نے کنزالفوائد میں، سید ابن طاؤوس (م۶۶۴) نے الطرائف میں، اور اس کے علاوہ بھی بہت سے علماء نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

اس حدیث کی نقل میں علمائے اہلسنت بھی علمائے تشیع سے پیچھے نہیں رہے، ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: عثمان بن ابی شیبہ العبسی الکوفی (م۲۳۹) نے اپنی سنن میں، احمد بن صالح مصری (م۲۴۸) نے، محمد بن حسین الازدی (م۲۷۷) نے مناقب میں، محمد بن احمد الدولابی (م۲۷۷) نے ذریۃ الطاہرۃ (ص۱۲۹، ح۱۵۶) میں، احمد بن محمد طحاوی (م۳۲۱) نے مشکل الآثار (ج۲، ص۱۱) میں، محمد بن عمرو عقیلی (م۳۲۲) نے الضعفاء والکبیر (ج۳، ص۳۲۷) میں، قطب الدین طبری (م۳۶۰) نے، عمر بن احمد المعروف بہ ابن شاہین نے اپنی سند میں، حاکم نیشاپوری (م۴۰۵) نے تاریخ نیشاپوری میں، ابن مردویہ اصفہانی (م۴۱۳) نے مناقب میں، ابواسحاق ثعلبی (م۴۲۷) نے اپنی تفسیر اور العرائس (ص۲۴۹) میں، علی بن حبیب بصری المعروف بہ ماوردی (م۴۵۰) نے اعلام النبوۃ (ص۱۳۲) اور الاربعین میں، ابو بکر بیہقی (م۴۵۸) نے، ابو زکریا اصفہانی (م۵۱۲) نے المعرفہ میں، قاضی عیاض مالکی اندلیسی (م۵۴۴) نے الشفا (ج۱، ص۵۴۸) میں، خطیب الخوارزمی (م۵۶۸) نے المناقب (ص۳۰۶، ح۳۰۱) میں، ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲) نے فتح الباری (ج۶، ص۲۲۲) میں، جلال الدین سیوطی (م۹۱۱) نے اللآلی المصنوعۃ (ج۲، ص۱۷۴) میں، ابن حجر ہیثمی (م۹۷۴) نے الصواعق المحرقہ (ص۱۲۸) میں، اور اس کے علاوہ اور بہت سے علماء نے کہ ان کی تفصیلات جاننے کے لیے الغدیر جلد ۳ کی جانب رجوع فرمائیں۔

present ziaraat.com

ثقۃ الاسلام کلینی عمار بن موسی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں امام صادقؑ کے ساتھ مسجد فضیخ میں داخل ہوا، امام نے مجھ سے فرمایا: اے عمار کیا زمین میں موجود اس نشیبی جگہ کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: (ایک دفعہ) اسماء زوجہ جعفر بن ابی طالبؑ جو بعد میں امیر المومنینؑ کی زوجیت میں آگئی تھیں، اپنے ان دو بیٹوں جو جعفرؑ سے تھے کے ساتھ اس جگہ پر بیٹھ کر گریہ فرمارہی تھیں، ان کے بیٹے نے پوچھا: والدہ گرامی کس لیے گریہ فرمارہی ہیں؟ انہوں نے کہا: امیر المومنینؑ کے لیے۔ بچوں نے کہا: ہمارے بابا جعفر کے لیے گریہ کیوں نہیں کرتیں؟ اسماء نے کہا: بات ایسی نہیں (جیسے تم سمجھ رہے ہو)۔ مجھے اس مقام پر امیر المومنینؑ کی ایک حدیث یاد آگئی جس نے مجھے رلادیا ہے، پوچھا: کیا ہے وہ حدیث؟ اسماء نے کہا: میں اور امیر المومنینؑ اس مسجد میں بیٹھے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے اسماء ایک دن میں اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر میرے دامن میں رکھا اور ان پر گہری غنودگی طاری ہوگئی، نماز عصر کا وقت ہو چلا تھا، لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سر کو حرکت دے کر انہیں تکلیف دوں، یہاں تک کہ وقت نماز بیت گیا اور نماز فوت ہوگئی، رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور پوچھا: یا علیؑ! نماز عصر پڑھی؟ میں نے کہا: نہیں، پوچھا: کیوں؟ میں نے عرض کی: آپ کو زحمت و تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اس حال میں کے آپ کا رخ قبلہ کی جانب تھا اور ہاتھ دعا کے لیے بلند کر رکھے تھے؛ آپ یوں گویا

present ziaraat.com

ہوئے: اے خدا! سورج اس حد تک پلٹا دے کہ علیؑ نماز پڑھ لے... اور اس کے بعد سورج پلٹا، میں نے نمازِ عصر ادا کی اور اس کے بعد وہ ستارے کی طرح دوبارہ ڈوب گیا۔[1]

سمہودی نے خلاصۃ الوفاء (ج ۱، ص ۲۵۵) میں بھی مسجد فضیخ کو ہی محل ردّ الشمس بتلایا ہے [2] البتہ اہلسنت کی دوسری روایات میں صہباء کا علاقہ جو خیبر سے نزدیک ہے کو بھی ردّ الشمس کا محل وقوع بتایا گیا ہے۔

سورج علیؑ کے لیے دوسری بار پلٹتا ہے

۱۷ شوال ۳۸ ہجری میں جب امیر المومنینؑ خوارجِ نہروان کی سرکوبی کر کے کوفہ لوٹ رہے تھے تو راستے میں آپ کا گزر سرزمینِ براثا سے ہوا، آپ نے یہاں رک کر اپنے سپاہیوں کے ہمراہ نمازِ ظہر پڑھی اور پھر سرزمینِ بابل جو آج کل حلہ کے نام سے موسوم ہے، پہنچے؛ یہ وہ وقت تھا جب نمازِ عصر کا وقت ہو چلا تھا، سپاہیوں نے آواز لگائی: یا امیر المومنینؑ! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ زمین اب تک تین مرتبہ خدا کے عذاب سے دوچار ہو چکی ہے اور اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اور عذاب دیکھے گی اس صورت میں کہ اندر دھنس جائے گی، کسی نبی یا اس کے وصی کے لیے جائز نہیں کہ ایسی جگہ نماز پڑھے؛ تم میں سے جو چاہے نماز پڑھ لے، (اکثر) لوگوں نے امیر المومنینؑ کی اجازت کے بعد وہاں نماز ادا کر لی۔

---

[1] الکافی ج ۴ ص ۵۶۲.

[2] یہ نام شاید کھجوروں کے ان دختوں کی وجہ سے ہے جو اس مقام پر پائے جاتے تھے۔ (الحدائق الناظرۃ، ج ۱۷، ص ۴۲).

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

امیر المومنینؑ کے ایک صحابی جویرۃ بن مسہر عبدی جو کہ غالباً آپ کی فوج کے سپہ سالاروں اور کافی قریبی افراد میں سے بھی تھے اور مولا نے ان کی شہادت کی خبر بھی دی تھی، کہ سرانجام آپ زیاد بن امیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔[1] یہ صحابی باوفا سو بندوں کی ایک جماعت کے ساتھ امیر المومنینؑ کے ہمراہ چلتا رہا تا کہ جہاں امیر المومنینؑ نماز پڑھیں وہیں یہ بھی ان کی اقتداء کرے۔

سرزمین بابل ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی اور جناب امیرؑ بھی چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ سورج مغرب کی جانب مائل ہو گیا، افق پر سرخی نمودار ہوئی، رات کا اندھیرا چھانے لگا، منافقوں کو اپنا بد باطن ظاہر کرنے کا موقع مل گیا، بولے: علیؑ خود تو نماز پڑھتے نہیں مگر جو پڑھتے ہیں (خوارج) انہیں قتل کرنے کے درپے ہیں، یہ منظر دیکھ کر جویرہ کو شدید تشویش لاحق ہوئی اور وہ چاہتے تھے کہ اسے امیر المومنینؑ کے سامنے ظاہر کریں کہ اس اثناء میں امام نے آواز دی: اے جویرہ! وضو کے لیے پانی لاؤ، جویرہ کہتے ہیں: میں ایک ظرف میں پانی بھر کر لایا، مولا نے وضو کیا اور اس کے بعد فرمانے لگے: اے جویرہ! آذان دو، میں نے کہا: یا امیر المومنینؑ، نماز مغرب ابھی تک واجب نہیں ہوئی!

فرمایا: مغرب کے لیے نہیں، نمازِ عصر کے لیے آذان دو، میں نے دل میں کہا: کیا غروبِ آفتاب کے بعد نمازِ عصر کے لیے آذان دوں؟ لیکن میں امام کا حکم بجا لایا، آذان ختم ہوئی، آپ نے فرمایا: اقامت کہو، ابھی اقامت کہنے میں مشغول تھا کہ میں نے دیکھا امیر المومنینؑ کے لبوں میں جنبش ہوئی، میں نے پرندوں سے مشابہ آواز سنی لیکن سمجھ نہ

---

[1] تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۳۸.

present ziaraat.com

سکا کہ وہ کیا تھا! ناگاہ دیکھا، وہ سورج جو ڈوب چکا تھا ایک عظیم آواز کے ساتھ واپس پلٹا، اور امام نماز میں مشغول ہو گئے، جیسے ہی آپ نے نماز تمام کی سورج ایک مہیب سی صدا کے ساتھ واپس ڈوب گیا اور ستارے نظر آنے لگے، اس وقت امام میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ضعیف الیقین! نماز مغرب کے لیے آذان دو۔

بعض روایات میں آیا ہے: جویرہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، حضرت نے فرمایا: جویرہ! کیا خدا کا یہ کلام سنا ہے: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ [1] (خدا کی تسبیح کرو اس کے اسم عظیم کے ساتھ)، میں نے کہا: جی سنا ہے، آپ نے فرمایا: میں نے خدا کو اس کے اسم عظیم کے ذریعے پکارا اور اس نے میرے لیے سورج پلٹا دیا۔ [2]

---

[1] واقعہ۔ ۷۳.

[2] سرزمینِ بابل میں سورج کے پلٹنے کے واقعے کو جزئی اختلافات کے ساتھ کئی ایک علمائے اسلام نے نقل کیا ہے، من جملہ: نصر بن مزاحم (م ۲۱۲) نے واقعہ صفین (ص ۱۳۶) میں، محمد بن حسن الصفار (م ۲۹۰) نے بصائر الدرجات (جز۵، باب ۲، ص ۲۱۸) میں، حسین بن حمدان الخصیبی (م ۳۳۴) نے الھدایۃ الکبری میں، شیخ صدوق (م ۳۸۹) نے من لایحضرہ الفقیہ (ج ۱، ص ۳۰۴) میں، سید رضی (م ۴۰۶) نے خصائص الائمہ میں، شیخ مفید (م ۴۲۳) نے الارشاد میں، ابوالفتح کراجکی (م ۴۳۹) نے کنز الفوائد میں، شیخ طوسی (م ۴۶۰) نے امالی (ص ۶۷۲) میں، قطب الدین راوندی (م ۵۷۳) نے الخرائج والجرائح (ج ۱، ص ۲۲۴) میں، ابن شہر آشوب (م ۵۸۸) نے مناقب آل ابی طالب (ج ۲، ص ۱۴۳) میں، حسین بن عبد الوہاب نے عیون المعجزات (ص ۵) میں، شیخ حر عاملی نے وسائل الشیعۃ (ج ۳، ص ۴۶۸) میں، علامہ مجلسی (م ۱۱۱۱) نے بحار الانوار (ج ۴۱، ص ۱۷۴) میں۔۔۔۔

present ziaraat.com

شیخ مفید اس واقعے کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جن لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا، تسبیح، استغفار اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے، اور اس نعمت پر جوان کے درمیان اتفاق پزیر ہوئی، حمد خدا بجالائے، یہ واقعہ شہرہ آفاق اور ہر خاص و عام میں منتشر ہو گیا۔[1] ابن شہر آشوب کہتے ہیں: بابل کے علاقے صاعدیہ میں مسجد الشمس مشہور و معروف ہے۔[2]

اہلسنت میں سے: ابن الحدید معتزلی (م ۶۵۶) نے شرح نہج البلاغہ (ج ۳، ص ۱۶۸) میں، قندوزی نے ینابیع المودۃ (ج ۱، ص ۴۱۸) میں، خوارزمی نے المناقب (ص ۲۶۰) میں ابن عباس سے یوں نقل کیا کہ: ابن عباس سے کہا گیا آپ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کہا: خدا کی قسم علیؑ کو کچھ گراں بہا چیزیں مثنی صورت میں عطا کی گئیں: انہوں نے شہادتین میں دوسروں پر سبقت حاصل کی، دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی، دو بار بیعت کی، رسول کے سبطین یعنی حسن و حسینؑ انہیں عطا کیے گئے اور یہ ان کے والد قرار پائے، اور ان کے لیے دو مرتبہ سورج واپس پلٹا جبکہ جن و انس کے لیے غروب ہو چکا تھا۔ (الغدیر، ج ۳، ص ۱۴۱).

[1] الارشاد: ص ۱۶۳.

[2] مناقب آل ابی طالب: ج ۲، ص ۳۱۸. (ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی یہ سوال اٹھائے کہ اگر وہ مقام جہاں مولا نے نماز ادا کی، وہ بھی بابل میں ہی تھا تو پھر نماز میں تاخیر کرنا اور سورج پلٹا کر نماز پڑھنا چہ معنی دارد؟ کیونکہ امام نے تو نماز نہ پڑھنے کی علت یہ بیان کی تھی کہ یہ زمین عذاب الٰہی سے دوچار رہی ہے، اب اگر دیر کرنے اور سورج پلٹانے کے بعد بھی نماز بابل میں ہی پڑھنی تھی تو فائدہ کیا ہوا؟ جواباً عرض ہے: بات شہر بابل یا اسم بابل کی نہیں بلکہ زمین کے اس خاص خطے کی ہے جہاں عذاب الٰہی نازل ہوا تھا، لہذا اگر وہ عذاب سے دوچار علاقہ گزر جائے لیکن شہر بابل کی حدود ختم نہ ہوئی ہوں، تب بھی مولا کا کہا ثابت ہو جائے گا، کیونکہ نماز کا نہ پڑھنا معذوب زمین سے متعلق تھا نہ کہ بابل کی کل زمین سے متعلق۔ (از مترجم)

present ziaraat.com

حدیث ردّالشمس پر کیے جانے والے اعتراضات کے جواب

یہ حدیث شریف جو کہ آیاتِ الہی، معجزاتِ نبوی اور کراماتِ امیر المومنینؑ میں سے ہے، صدیوں سے مسلمانوں میں عام و خاص کے درمیان چاہے شیعہ ہوں یا سنی، مشہور و مقبول رہی ہے اور فقط دو گروہ ایسے ہیں جنہیں یہ فضیلتِ امام ہضم نہیں ہوئی لہذا انہوں نے اس واقعے کی مخالفت کی، پہلا گروہ تو متعصبین اور طرفداران بنوامیہ کا ہے جن میں ابن تیمیہ (منہاج السنۃ: ج ۴، ص ۱۸۵)، اس کا شاگرد ابن قیم جوزی (المنار المنیف: ص ۵۷) ابن حزم اندلیسی، ابن کثیر دمشقی اور ابو لفرج ابن جوزی جیسوں کے نام شامل ہیں۔[1]

دوسرا گروہ کچھ روشن فکر قاصر و غافل افراد پر مشتمل ہے جو تعصب کے ہاتھوں تو نہیں لیکن کچھ اعتراضات کے ہاتھوں اس معجزے کی تردید کر بیٹھے، ہم یہاں اختصار کے ساتھ اس معجزے سے متعلق اہم شبہات کا جواب دینگے۔ انشاءاللہ۔

پہلا اعتراض:

کہتے ہیں: حدیث ردّالشمس از لحاظِ سند معتبر نہیں۔

جواب: اس حدیث کو شیعہ اور سنی علماء میں سے ایک کثیر تعداد نے قرن اولیہ میں ہی ذکر کیا ہے، جیساکہ اس کے کچھ منابع کی جانب ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں، اصحاب میں سے تیرہ افراد نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، من جملہ: امام علیؑ، امام حسینؑ، اسماء بنت عمیسؓ،

[1] الغدیر: ج ۳، ص ۱۳۶.

present ziaraat.com

عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالک، ابورافع، ابوسعید خدریؓ، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابوہریرہ، ام سلمہؓ زوجہ رسول اللہ ﷺ، ام ہانیؓ خواہر امیر المومنینؑ اور عبد خیر۔

یہاں تک کہ علمائے اہلسنت میں سے کچھ نے تو حدیث ردّ الشمس پر مستقل رسالے اور کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

- ابو بکر وراق نے 'من روی رد الشمس'[۱]
- ابوالحسن شاذان الفضیلی
- محمد بن حسین ازدی الموصلی[۲]
- حاکم حسکانی[۳]
- ابوعبداللہ حسین بن علی بصری (م۳۹۹) نے جواز رد الشمس[۴]
- موفق بن احمد (م۵۶۸)
- ابو علی شرف بن محمد بن اسعد نقیب نسابہ (م۵۸۸)[۵]
- جلال الدین سیوطی (۹۱۱) نے رسالہ بنام' کشف اللبس عن حدیث ردّ الشمس' لکھا۔

---

[۱] مناقب آل ابی طالب: ج۲، ص۳۵۳.

[۲] کفایۃ الطالب: ص۳۸۳، باب۱۰۰.

[۳] البدایۃ والنہایۃ: ج۶، ص۸۸.

[۴] مناقب آل ابی طالب: ج۳، ص۳۵۳.

[۵] لسان المیزان: ج۵، ص۸۵.

present ziaraat.com

- اخطب خوارزمی نے 'رد الشمس لامیرالومنین' کتاب لکھی۔[1]
- ابو عبداللہ محمد بن یوسف الدمشقی الصالح شاگرد سیوطی نے مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس[2]

اس کے علاوہ دور حاضر میں شیعہ علماء میں سے استاد محمد باقر محمودی نے کشف الرمس عن حدیث رد الشمس اور آیت اللہ علامہ جعفر مرتضی عاملی نے رد الشمس لعلی علیہ السلام کے عنوان سے اس موضوع پر مکمل کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔

علمائے اہل سنت کا حدیث ردّ الشمس کو معتبر جانا

بہت سے علمائے اہل سنت نے حدیث ردّ الشمس کی صحت اور اعتبار کی تصریح فرمائی ہے جیسے صالحیٔ شامی نے مزیل اللبس میں، ابی حیان شافعی، قاضی عیاض، طحاوی، ابوزرعہ، اور جلال الدین سیوطی، سیوطی راقم ہیں: آئمہ و حافظان حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کی صحت کی تصریح کی ہے۔[3] نیز ابن حجر نے فتح الباری میں ابن جوزی اور ابن تیمیہ کہ جنہوں نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے کے کلام کو رد کیا اور اسے خطا جانا ہے، یہاں تک کہ ابن جوزی کے نواسے نے حدیث ردّ الشمس کے انکار کے بارے میں اپنے جد کے

---

[1] مناقب آل ابی طالب: ج ۲، ص ۳۶۰.

[2] الامم لایقاظ الھمم؛ للبرہان الدین الکورانی المدنی: ص ۶۳.

[3] اللئالی المصنوعۃ؛ ج ۱، ص ۱۷۳.

present ziaraat.com

کلام کو مردود قرار دیا ہے[1] اہل سنت عالم سخاوی کہتے ہیں: کتاب الموضوعات میں ابن جوزی نے بہت سے ناروا کلام کیے ہیں اور بہت سی صحیح احادیث باطل شمار کر گئے ہیں۔[2] اور زینی دحلان شافعی (م ۱۳۰۴) بھی ابن جوزی پر چڑھ دوڑے ہیں، وہ کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں تساہل و سہل انگیزی سے کام لیا ہے، اور بہت سے صحیح احادیث کو بعنوان احادیث موضوع بیان کر گئے ہیں[3] اس کے علاوہ ابو عبداللہ زرقانی مالکی نے اس حدیث کو صحیح شمار کرنے کے بعد ابن تیمیہ جو اس حدیث کا منکر ہے کو اڑے ہاتھوں لیا ہے، وہ کہتے ہیں: العجب العجاب! ابن تیمیہ کا یہ کلام حیرت انگیز ہے۔[4]

حدیث ردّالشمس شعراء کے کلام میں

یہ حدیث علمائے اسلام کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی اس قدر مشہور رہی کہ شعراء نے اسے نظم کیا اور اپنے دیوان اس سے مزین فرمائے۔ جن شعراء نے جناب امیرؑ کی اس فضیلت کو نظم کیا ان میں سے ایک حسّان بن ثابت بھی ہیں[5] ایک دن جب رسول اللہ

---

[1] تذکرۃ الخواص؛ ج۱، ص۳۸۸.

[2] الغدیر: ج۳، ص۱۳۵.

[3] الغدیر: ج۳، ص۱۴۰.

[4] الغدیر: ج۳، ص۱۳۶.

[5] حسّان شروع میں طرفدارانِ اہلبیت میں سے تھے اور ان کا شمار ان افراد میں بھی ہوتا ہے جنھوں نے حدیث غدیر کو میدان غدیر میں ہی نظم کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کیا تھا۔ ان کے اشعار حدیث غدیر کے

present ziaraat.com

ﷺ سر زمین منیٰ میں کچھ اصحاب کے ساتھ موجود تھے، توآپ نے فرمایا: اے مسلمانوں! یہ علی بن ابی طالبؑ ہے، سردارِ عرب اور وصیِ اکبر، اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور خدا کسی کی بھی توبہ قبول نہیں کرے گا مگر اس کی محبت کی وجہ سے، اس کے بعد آپ حسان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے حسّان کچھ کہو: اس وقت حسّان نے یہ اشعار نظم کیے:

لا تقبل التوبة من تائب　　الا بحب ابن ابی طالب

اخی رسول الله بل صهره　　و الصهر لا يعدل بالصاحب

و من يكن مثل علی و قد　　ردّت له الشمس من تغرب

ردّت عليه الشمس فی ضوئها　　بيضا كانّ الشمس لم تغرب

کسی کی بھی توبہ علی کی محبت کے بغیر قبول نہیں، وہ رسول کے بھائی اور داماد ہیں، اور داماد اصحاب کے ساتھ قابلِ مقائسہ نہیں، کون ہے علیؑ جیسا کہ ان کے لیے مغرب سے سورج پلٹ آیا، ان کے لیے آفتاب اپنے نور کے ساتھ ایسے پلٹا گویا غروب ہی نہ ہوا تھا۔[1]

سلسلے میں ایک اہم منبع شمار کیے جاتے ہیں، البتہ بعد رسول ﷺ آہستہ آہستہ منحرف ہو کر عثمانی ہو گئے اور امیر المومنینؑ کی بیعت کرنے سے بھی انکار کیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے حدیث غدیر منظوم صورت میں بارگاہ رسالت میں پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روح القدس تیری اس وقت تک مدد کرتا رہے گا جب تک تو ہمارے ساتھ ہے، ان کا انتقال ۱۲۰ سال کی عمر میں ہوا، دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے والد اور دادا کا انتقال بھی ۱۲۰ سال کی عمر میں ہی ہوا تھا۔ (تنقیح المقال: ج۱۸، ص۲۴۲)

[1] بحار الانوار: ج۳۷، ص۲۶۰.

present ziaraat.com

سید حمیری اور حدیث ردّالشمس

سید حمیری[1]، اہلبیتؑ کے منظور نظر اور فریفتہ شعراء میں سے تھے، آپ اپنے قصیدہ بائیہ جس کی شرح سید مرتضی نے تحریر فرمائی، میں کہتے ہیں:

ردّت علیه الشمس لما فاته   وقت الصلاة و قد دنت للمغرب
حتی تبلجّ نورها فی وقتها   للعصر ثم هوت هویّ الکوکب
و علیه قد ردّت ببابل مرّة   اخری و ما ردّت لخلق عرب

یعنی آفتاب علیؑ کے لیے جب وقتِ نماز فوت ہو گیا تھا اور (سورج) نزدیک بہ مغرب تھا، پلٹ آیا، جیسا کہ ابھی وقتِ نمازِ عصر ہو، فضا و آسمان روشن ہو گئے اور ستارے چھپ گئے، اور یک بار اور بھی سرزمین بابل میں علیؑ کے لیے سورج پلٹا، جبکہ وہ اس کے علاوہ کسی بھی عرب کے لیے نہیں پلٹا۔

[1] اسماعیل بن محمد حمیری المعروف بہ سید حمیری (م ۱۷۳) سادات ہاشمی میں سے نہیں تھے بلکہ آپ کا لقب سید تھا، آپ کو اشعار کہنے مین بڑی مہارت حاصل تھی، لیکن انہوں نے خود کو اہلبیتؑ کی مدح وثنا کے لیے مخصوص کر دیا اور اہلبیت کی شان میں ہزاروں شعر کہے، ان کا دعوی تھا کہ مولا علیؑ کی کوئی فضیلت و منقبت ایسی نہیں جسے انہوں نے اپنے اشعار میں نظم نہ کیا ہو، عجیب بات یہ ہے کہ ان کے والدین ناصبی تھے، لیکن وہ خود محبت امیر المومنینؑ میں اتنے راسخ تھے کہ اس خصلت بد کی وجہ سے اپنے والدین کی مذمت کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے، سید نے اپنے اشعار میں ان پر بھی لعنت کی۔۔۔ لعن اللہ والدیّ جمیعاً۔۔۔ تنقیح المقال، ج ۱۰.

present ziaraat.com

امیر المومنینؑ کا واقعہ ردّالشمس کے ذریعے احتجاج کرنا

اس حدیث کے قطعی اور مشہور ہونے پر موجود قرآئن میں سے ایک امیر المومنینؑ کا اصحاب کے درمیان دو مرتبہ اس واقعے کے ذریعے احتجاج کرنا ہے، پہلی مرتبہ ابو بکر بن ابی قحافہ کے مقابل، جہاں امام نے اپنے فضائل اور برتری بیان فرمائی، ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، یہ بتاؤ کہ کیا وہ تم تھے یا میں، جس کے لیے نماز کے وقت سورج پلٹ آیا تاکہ وہ نماز پڑھ سکے؟ ابو بکر نے کہا: وہ آپ تھے۔[1]

دوسری مرتبہ اس وقت جب تعین خلیفہ کے لیے عمر بن خطاب کے حکم پر چھ رکنی شوری تشکیل دی گئی، اس مقام پر بھی جناب امیرؑ نے اپنے فضائل اور سبقت فی الاسلام کے مواقع گنواائے، اس میں سے ایک یہ تھا: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس کے لیے سورج پلٹا ہو، اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ مبارک میری آغوش میں تھا اور آپ پر غنودگی طاری تھی اور سورج غروب ہو گیا تھا، اور جیسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے، پوچھا: یا علیؑ! نمازِ عصر پڑھی؟ میں نے کہا نہیں: اور انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے: اے خدا! علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس کے لیے خورشید پلٹادے۔ تمام حاضرین شوری نے کہا: آپ کے علاوہ کوئی اس فضیلت کا حامل نہیں۔[2]

---

[1] الاحتجاج: ج۱، ص۱۶۴.

[2] الخصال: ج۲، ص۵۵۸؛ بحار الانوار: ج۳۱، ص۳۲۱.

present ziaraat.com

حدیث ردّ الشمس زیارت امیر المومنین ؑ میں

یہ واقعہ اتنا قطعی اور ثابت امور میں سے تھا کہ جناب امیر ؑ کی بعض زیارتوں میں بھی یہ جملہ آپ کی مدح کے عنوان سے لایا گیا ہے، از جملہ امام صادق ؑ سے روایت کی گئی زیارت امیر المومنین ؑ میں اس طرح وارد ہوا ہے: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ رُدَّتْ لَهُ الشَّمْسُ فَسَامَى شَمْعُونَ الصَّفَا. سلام ہو آپ پر کہ آپ وہ ہیں جس کے لیے سورج واپس پلٹا پس (آپ) شمعون صفا سے برتر ٹھہرے۔[1]

آپ ہی کی ایک اور زیارت میں اس طرح وارد ہوا ہے: السَّلَامُ عَلَى مَنْ رُدَّتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حِينَ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ سلام ہو اس پر جس کے لیے سورج پردے کے پیچھے چھپ جانے کے بعد واپس لوٹ آیا۔[2]

ردّ الشمس کا ذکر جناب سیدہ زینب ؑ کے مرثیے میں

جس وقت جناب زینب ؑ اپنے بھائی کے خون آلودہ، سر بریدہ اور بے کفن لاشے کے قریب پہنچیں تو اپنے حزن و غم کا اظہار ایک مرثیے کے ذریعے فرمایا، آپ نے اس مرثیے میں بھی واقعہ ردالشمس کا ذکر فرمایا: بِأَبِي مَنْ رُدَّتْ لَهُ الشَّمْسُ صَلَّى. میرے بابا تم پر قربان (اے بھائی) جن کے لیے سورج پلٹا تاکہ وہ نماز پڑھیں۔[3]

---

[1] المزار الکبیر لابن المشھدی: ص۲۰۷؛ اقبال الاعمال، ج۳، ص۱۳۱؛ المزار الکبیر للشھید الاول: ص۹۱.

[2] مصباح الزائر: ص۷۵؛ المزار الکبیر: ص۲۵۸ (لیکن علیہ کی جگہ لہ وارد ہوا ہے)

[3] لھوف: ص۱۳۰.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بہر حال ان تمام شواہد اور قرائن کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس حدیث کی قطعیت، صحت اور تواتر پر کوئی تردید باقی نہیں رہتی، اور تاریخ میں بہت کم واقعات ایسے ہونگے جو اس قسم کی قطعیت کے ساتھ نقل کیے گئے ہوں۔

دوسرا اعتراض:

کیا امیر المومنینؑ کی نماز قضا ہو گئی تھی؟

نماز دین اسلام کا ستون ہے اور اس کے لیے بے انتہا تاکید وارد ہوئی ہے، امیر المومنینؑ نماز کو کتنی اہمیت دیتے تھے اس کے بارے میں کلام کرنے کی ضرورت نہیں، لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دانستہ طور پر نماز فقط اس بہانے سے چھوڑ دیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر ان کی گود میں رہے اور آپ کو تکلیف نہ ہو، یہاں تک کہ نماز قضا ہو جائے، اور پھر یہ کہ ایک دفعہ جو نماز قضا ہو گئی وہ سورج پلٹنے کی وجہ سے ادا نہیں ہو جائے گی، لہذا اس کام کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔

جواب: اولاً تو یہ ہے کہ نمازِ حضرت امیرؑ کا قضا ہونا مسلم نہیں، شیخ مفیدؒ صریحاً فرماتے ہیں: امیر المومنینؑ نے نماز بیٹھ کر پڑھی اور رکوع و سجود اشارے سے انجام دیے[1] اس کے علاوہ ابن ادریس، قاضی بن براج (م ۴۸۱) اور شہید اول (م ۷۶۸) نے بھی یہی فرمایا ہے[2] اور بعض روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو فوت ہوا تھا وہ وقت فضیلتِ نماز عصر تھا نہ وقتِ

---

[1] الارشاد: ص ۱۶۳؛ علامہ حلی در المستجاد: ص ۱۳۷.

[2] السرائر: ج ۱، ص ۱۶۵؛ جواہر الفقہ: ص ۲۵۴؛ البیان: ص ۶۵.

present ziaraat.com

ادائے نماز عصر، اہلسنت عالم ابن مغازلی نے اپنی روایت میں یہی بات ذکر کی ہے[1] اسی وجہ سے بعض روایات کے جملے یوں ہیں: حَتَّی کَادَتِ الشَّمْسُ تَغِیب یعنی نزدیک تھا کہ سورج ڈوب جائے اور دوسری روایات جو بابل سے متعلق ہے میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں: وَ قَدْ کَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِیب[2] سید حمیری بھی اپنے اشعار میں یہی کہتے ہیں: [و قد دنت للمغرب]، یعنی سورج مغرب کے نزدیک ہو گیا تھا۔[3] اور سید مرتضیٰ بھی اسی تعبیر کی جانب اشارہ کر کے فرماتے ہیں: سورج غروب نہیں ہوا تھا[4] اس بنا پر سورج کا یہ پلٹنا اس لیے نہیں تھا کہ امیر المومنینؑ کی نماز قضا ہوئی تھی بلکہ یہ آپ کی فضیلت کے اظہار اور نماز کے درکِ کامل کے لیے تھا۔[5]

---

[1] مناقب ابن مغازلی، مدرک بحار الانوار: ج۴۱، ص۱۸۴.

[2] بحار الانوار: ج۴۱، ص۱۸۳.

[3] بحار الانوار: ج۴۱، ص۱۸۵.

[4] ایضاً.

[5] ایک نکتہ جو قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ امیر المومنینؑ کی نماز کے قضاء ہونے کے مسئلے کو بہانہ بنا کر اس واقعے کے رد کرنے والوں کو یہ واقعہ تو خلاف عصمتِ امیر المومنینؑ معلوم ہوتا ہے، لیکن جب یہی گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ ایک دن نماز فجر کے لیے بیدار نہ ہوئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ کی نماز قضا ہو گئی، اور اس کی یہ تاویل کرتا ہے کہ یہ امت کے لیے باعث رحمت تھا تا کہ انہیں نماز کے قضا ہو جانے کے بعد اس کے ادا کرتے وقت رحمت الٰہی سے ناامیدی نہ ہو، لیکن جناب امیرؑ کے بارے میں انہیں یہ ناروا تاویلات جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روا رکھتے ہیں، یاد نہیں آتیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں عصمت سے کچھ لینا دینا نہیں بلکہ مقصد جناب امیرؑ کی فضیلت کا انکار کرنا ہے، اگر

present ziaraat.com

ثانیاً: ہر چند کے بعض روایات میں سورج کا چھپنا یا غروب ہونا بیان ہوا ہے، لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں فقہائے امامیہ کے درمیان انتہائے وقتِ نمازِ عصر، مورد اختلاف ہے، بہت سے فقہاء کے یہاں غروب آفتاب یعنی سورج کا چھپ جانا نماز عصر کا وقت آخر نہیں، بلکہ وہ مشرق کی جانب سے اٹھنے والی سیاہی سر پر سے گزر جانے کو نماز عصر کے لیے وقت قضاء مانتے ہیں جو کہ تقریباً ۱۵ سے ۲۰ دقیقے چلتی ہے [1] لہذا سورج کے چھپنے اور غروب ہونے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نماز قضاء ہوئی یا نہیں ہوئی، جو یہ اعتراض کیا جائے۔

ثالثاً: اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ امام کی نماز قضاء ہو گئی تھی، تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ: جب سورج پلٹ آئے گا تو نماز کا وقت بھی لوٹ آئے گا اور جو وقت پلٹانے کی قدرت رکھتا ہو، غروبِ آفتاب اس کے لیے کسی نقصان کا باعث نہیں بنے گا، جیسے کہ مردہ لوگوں کا اولیائے الہی کی کرامات کی وجہ سے زندہ ہونا جسے قرآن نے مکرر ذکر کیا ہے، مثلاً جناب عیسیٰؑ کا مردے زندہ کرنا، جناب موسیٰؑ کا بنی اسرائیل کے جوانِ مقتول کو زندہ کرنا، جناب عزیر کا زندہ ہونا، جناب موسیٰؑ کی قوم کے نمائندوں کا زندہ ہونا یا ایک بڑی جمعیت جو خدا کے کہنے پر مر گئی تھی

کوئی یہاں یہ کہے کہ امیر المومنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے قضا ہونے میں فرق ہے کیونکہ وہاں آپؐ نیند کے عالم میں تھے اور یہاں امیر المومنینؑ بیداری کے عالم میں اور آپ نے نماز جان بوجھ کر قضا فرمائی تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث جو طرفین کے یہاں نقل ہوئی ہے کہ مطابق رسول کی نیند غفلت آور نہیں ہوتی کیونکہ ان کی آنکھیں سوتیں ہیں پر دل نہیں سوتے اور غفلت آنکھوں کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (از مترجم)

[1] العروۃ الوثقی المحشی: ج ۲، ص ۲۵۲، مسئلہ ۱.

present ziaraat.com

اور بعد میں انہیں زندہ کیا گیا[1]، ان سب پر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد احکام حیات جیسے مالکیت اموال، حقوق ازدواج سب کے سب جاری ہوئے، لہذا وہ نماز جو قضاء ہو گئی ہو کا وقت بھی سورج پلٹنے کے ساتھ واپس لوٹ آئے گا اور اس پر ویسے ہی پہلے والے احکام لاگو ہونگے جیسے مردہ افراد کے زندہ ہونے کے بعد ان پر زندہ افراد کے احکام ہی لاگو ہوئے۔ اسی لیے علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: بعید نہیں کہ جو شخص سورج پلٹا سکتا ہے اس کے لیے غروبِ آفتاب تک نماز میں تاخیر کرنا جائز ہو۔۔۔[2]

رابعا: ہر تکلیف (شرعی) کسی نہ کسی بنیاد پر استوار ہوتی ہے جس کی بنا پر امر یا نہی کی جاتی ہے، لیکن جب بھی کوئی دوسرا اہم مسئلہ پیش آجائے، تو پہلی چیز دائرۂ وجوب و استحباب سے

---

[1] بقرہ: ۲۴۳.

[2] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۹۰.

جو افراد یہ کہتے ہیں کہ: اگر ایک مرتبہ نماز قضا ہو جائے تو چاہے سورج پلٹ بھی آئے دوبارہ ادا نہیں ہو سکتی! ابن حجر مکی ان افراد کو یوں جواب دیتا ہے: سورج کا پلٹنا علیؑ کی خصوصیات اور کرامات میں سے ہے، اس وجہ سے ادراک نماز عصر اور نماز کا بہ صورت ادا تحقق پزیز ہونا بھی اس واقعے کی خصوصیات میں سے شمار ہو گا جو علیؑ سے مخصوص ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص ۱۲۸) سو جب اصل واقعہ ثابت ہو جائے پھر اس قسم کے اعتراضات کرنے کا مقام ہی نہیں رہتا، کیونکہ اصل واقعہ ایک غیر عادی امر ہے اور خصوصیات کا حامل؛ اس لیے اس قسم کے حاشیے اور باتیں نص کے مقابل اجتہاد کی مثل ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ایک چیز خدا سے طلب کر رہے ہیں اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ بے فائدہ نہیں، ورنہ آپ کبھی کسی بے فائدہ چیز کو ساحت قدس سے طلب نہ فرماتے، لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ان نصوص کے مقابل یہ استنباط پیش کیا جائے کہ 'اس کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں تھا'۔ (از مترجم)

present ziaraat.com

خارج ہو جاتی ہے، واقعہ ردّالشمس میں یہ امر ہرگز بعید نہیں کہ خدمت رسول صلى الله عليه وآله وسلم اور ان کے آرام کا خیال رکھنا نمازِ ادا پر مقدم ہو، اور یہ آپ کے خصائص اور خصوصیات میں سے ہو، یہی وجہ ہے کہ روایاتِ وارده میں امیر المومنینؑ کا قول اس طرح نقل ہوا ہے: میں نے سوچا کہ اس وقت رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کا سر اپنے دامن میں رکھے رہنا نماز (ادا) سے بہتر ہے۔[1] اس کے علاوہ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کا یہ قول بھی متعدد روایات میں نقل ہوا ہے: خدایا! علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا[2] اور سرزمینِ بابل سے متعلق واقعے میں بھی جناب امیرؑ نے صریحا فرمایا: کسی پیغمبر یا اس کے وصی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس قسم کی زمین پر نماز پڑھے[3] یعنی یہ امر آپ کی خصوصیات میں سے تھا، اور ایسے موارد کم نہیں جو رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کی خصوصیات میں سے شمار ہوتے ہیں۔

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۷۰.

بعض افراد کہتے ہیں: کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کا سر اپنی آغوش میں رکھنا امیر المومنینؑ کے لیے نماز سے زیادہ افضل تھا؟ جوابا عرض ہے: کتنی سادگی سے زیرلب تبسم کے ساتھ یہ جملہ کہہ کر آگے بڑھ گئے، امام علیؑ نے رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کا سر نعوذ باللہ کسی تفریح کی غرض سے گود میں نہیں لے رکھا تھا بلکہ روایت میں اس کی علت صاف لفظوں میں بیان ہوئی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے آپ پر غنودگی طاری تھی اور اس حالت میں امیر المومنینؑ کا رسالت مآب صلى الله عليه وآله وسلم کے سر کو زمین پر رکھ کر نماز میں مشغول ہونا وحی کے منقطع ہونے کا سبب بنتا، اور وحی الٰہی کا منقطع ہونا یقیناً کسی بھی صاحب ایمان کے لیے قابل قبول نہ ہوگا چہ جائے کہ امیر المومنینؑ۔ (از مترجم)

[2] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۷۰.

[3] علل الشرائع: ج ۲، ص ۳۵۲؛ بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۲۱۹.

present ziaraat.com

خلاصہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کا دوسروں کے ساتھ مقائسہ کرنا خطا ہے، کیونکہ ان کے لیے احکامِ اختصاصی کا موجود ہونا عین ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: یہ بھی بعید نہیں کہ جناب امیرؑ اسی بات پر مامور ہوں کہ نماز میں تاخیر کریں تاکہ ان کی کرامت ظاہر ہو سکے۔[1] اور جب ہم یہ جانتے ہیں کہ احکاماتِ الٰہی کسی نہ کسی اساس پر استوار ہوتے ہیں، اور جب بھی یہ اُسس ایک دوسرے کے مقابل آجائیں، حکم بدل جاتا ہے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں جناب امیرؑ کی ذاتِ والا صفات کو خدا کی جانب سے تائید حاصل ہے اور انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے[2]، تو اس صورت میں کچھ غیر متعارف اعمال دیکھ کر تردید نہیں کرنی چاہیے۔[3]

یہی وجہ ہے کہ جناب خضرؑ نے جیسا کہ قرآن بھی تصریح کرتا ہے، اس لڑکے کو قتل کیا اور پھر فرمایا: ڈر تھا کہ یہ اپنے باایمان ماں باپ کو منحرف کر دے گا[4]، جبکہ از لحاظِ نظر فقہی یہ کام درست نہیں تھا، لیکن قواعد بندوں کے لیے ہیں نہ کہ خدا کے لیے جو ان اصولوں سے آگاہ ہے

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۹.

[2] متعدد روایات میں آیا ہے کہ [کان علی محدثا] اور ان پر فرشتے الہام کرتے ہیں۔ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۶۷.

[3] بعض افراد کا کہنا ہے: یہ رسول اللہؐ کی فضیلت ہے نہ کہ امیر المومنینؑ کی؛ یہ کلام اسی شخص کی زبان و قلم سے نکل سکتا ہے جس نے اس واقعے میں تامل نہیں کیا، اس حدیث میں صراحت سے موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کے لیے دعا فرمائی تاکہ سورج واپس پلٹے اور مولا علیؑ نماز ادا کریں، لہذا اس میں نبیؐ کی فضیلت ہے اس عنوان سے کہ آپ کی دعا مستجاب ہوئی اور علیؑ کی فضیلت ہے اس عنوان سے کہ سورج پلٹانے کی علت آپ تھے۔ (از مترجم)

[4] کہف: ۸۰.

present ziaraat.com

اور ان کے ایک دوسرے کے ٹکرا جانے کے موارد کو اچھے سے جانتا ہے اسی لیے جناب خضر نے فرمایا تھا: وَ ما فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْري میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا (بلکہ میں اس پر خدا کی جانب سے مامور تھا)۔[1]

رسول اللہ کا ذوالثدیہ کے قتل کا حکم دینا

شاید رسول اللہ ﷺ کا ذوالثدیہ حرقوص بن زہیر کے قتل کر دینے کا حکم بھی انہیں موارد میں سے تھا، وہ ایک عبادت گزار مسلمان تھا۔ ایک دن اس کے مسجد آنے سے قبل کچھ اصحاب خود کو اس سے مقائسہ کرنے کے بعد اپنی عبادات کو اس کے مقابل بہت ہی کم شمار کر رہے تھے، وہ مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے کے لیے ایک کونے میں ہو لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اس مرد کو قتل کرے؟ ابو بکر نے قبول کیا لیکن جب اسے نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے ارادے اور قول سے منصرف ہو گئے اور کہا: سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے نماز گزاروں کے قتل کی نہی فرمائی ہے۔ رسول نے مجدداً پوچھا: کون ہے جو اس مرد کو قتل کرے؟ عمر نے قبول کیا مگر جب اسے حالت سجدہ میں دیکھا تو بولے: ابو بکر مجھ سے بہتر سمجھے تھے! تیسری بار علیؑ کو نامزد کیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے کہا ہاں اگر تو اسے دیکھے (تو قتل کر دینا)۔ جب امام علیؑ پہنچے وہ جا چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ مارا جاتا تو میری امت میں سے دو شخص بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے۔[2] جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں ایسے احکام کا جاری

[1] کہف: ۸۲.

[2] الاجتهاد والنص بحوالہ الصواعق المحرقہ.

present ziaraat.com

کرنا خاص موارد سے متعلق ہے، جو فقط رسول اللہ ﷺ اور معصومینؑ جو کہ خدا کی جانب سے اسرارِ احکام سے واقف ہیں کے لیے ہی امکان پزیر ہے، لہذا ان قضایا کو یہ سوچ کر جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ یہ قضایا قواعد کلی سے موافقت نہیں رکھتے۔

جو کچھ بیان ہوا اس سے دوسرے اعتراضات کا جواب بھی روشن ہو جاتا ہے، جیسے کہ مولا علیؑ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ جماعت میں شرکت کیوں نہ کی؟[1] آپ نے نماز اولِ وقت کیوں ادا نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درست ہے نماز جماعت اور اول وقت نماز پڑھنا مستحبات میں سے ہے مگر افضل ترین مستحب نہیں اور اگر کوئی اہم امر جیسے اطاعت رسول اللہ ﷺ یا اپنی ماموریت کو انجام دینا یا رسول اللہ ﷺ کے آرام کا خیال رکھنا، پیش آ جائے تو اس میں تاخیر کی جا سکتی ہے۔

تیسرا اعتراض:

واقعے کی جزئیات میں اختلاف اس کے بطلان پر دلیل

واقعہ ردّالشمس اپنی خصوصیات اور جزئیات میں بہت اختلاف رکھتا ہے، مثلاً مکان، نماز کا

---

[1] بعض افراد یوں گویا ہوتے ہیں: یہ کیسے ممکن ہے کہ امیر المومنینؑ رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جماعت میں شرکت نہ کریں؟ اور طرہ یہ کہ وہ اسے خلاف عصمت تک سمجھتے ہیں۔ جواباً عرض ہے: کس تاریخ اور سیرت سے یہ ثابت ہے کہ امیر المومنینؑ نے ہر نماز، امامت رسالت مآب ﷺ میں پڑھی ہے؟ اور پھر یہ کہ امیر المومنینؑ کا جماعت رسول اللہ ﷺ میں شرکت نہ کرنا وہ بھی کسی مصلحت یا ماموریت کی وجہ سے کب سے خلاف عصمت قرار پایا ہے؟ (از مترجم)

present ziaraat.com

قضا ہونا یا نہ ہونا، سورج کا غروب ہونا یا نہ ہونا وغیرہ۔ کسی واقعے میں اس قسم کے اختلافات کا پایا جانا اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

جزئیات میں اختلاف سے اصل واقعے کو نقصان نہیں پہنچتا

جواب: اس قسم کے جزئی اختلافات تاریخ اسلام حتی کے دوسری ملتوں کے یہاں موجود بہت سے قطعی واقعات میں دیکھے جا سکتے ہیں، ان اختلافات کی وجہ سے اصل واقعہ کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ کا کون سا واقعہ ایسا ہے جس کی خصوصیات یا جزئیات میں اختلاف نہ ہو؟ شق القمر کا واقعہ دیکھیے، آیات کے شان نزول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا واقعہ، یہاں تک کہ ان کے شمائل اور جسمانی صفات و خصوصیات، ولادت و رحلت، معراج اور اس کی خصوصیات و جزئیات، وغیرہ۔ ان تمام موارد میں زمان و مکان کے ساتھ ساتھ خصوصیات کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے، بلکہ ایک مسئلہ آشکار اور مہم یعنی آذان پیغمبر جو سال ہا سال دی جاتی رہی اور سب سنتے رہے، لیکن اب مسلمانوں کے درمیان اس بارے میں شدید اختلاف ہے اور اس کے بارے میں مختلف خبریں پہنچی ہیں۔

کیا ان اختلافات کی وجہ سے اصل آذان کو باطل قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو اور نماز کا مسئلہ بھی کہ مسلمان سالوں تک اسے دیکھتے رہے، مگر پھر بھی وضو اور اس کی کیفیت میں شدید اختلاف موجود ہے اور نماز میں مختلف جہات سے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھی جائے یا اونچی، پڑھی بھی جائے یا نہیں، نماز میں قرآن کی لازم مقدار، سورے اور اذکار رکوع و سجود کا پڑھنا لازم ہے یا نہیں اور اس جیسے نہ جانے کتنے مسائل ہیں جن

present ziaraat.com

میں اختلاف موجود ہے، لیکن یہ اصل نماز میں تردید کا باعث نہیں بن سکتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک حادثہ مختلف خبروں کے ذریعے سے حد تواتر و یقین تک پہنچ جائے، تو اس کی جزئیات کے اختلاف کی وجہ سے فقط انہیں موردِ اختلاف موارد کو ہی محل تردید قرار دیا جاسکتا ہے نہ کہ اصل واقعے کو، جب راویان کسی واقعے کو نقل کرتے ہیں تو قدرتی بات ہے کہ کسی واقعے سے مربوط چیزیں نقل بہ معناں کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کم یا زیادہ ہو جاتی ہیں، اور پھر اگر وہ واقعہ ردالشمس جیسا جاذب واقعہ ہو۔۔۔! اور کبھی کبھار راویوں کی اغراض، ضبطِ روایات میں شدت و ضعف، اسلوب بیان، اور اس کی روحی کیفیت اور اس جیسے دوسرے عوامل کی وجہ سے بھی واقعے کی جزئیات و خصوصیات میں اختلاف آجاتا ہے۔ جیسے کہ کبھی کبھار جاہل دوست اور غرض مند دشمن بھی اختلافات کا سبب بنتے ہیں۔

علامہ طبرسیؒ کی جامعہ توجیح

مناسب ہے کہ یہاں علامہ شیخ طبرسی کا وہ قول نقل کیا جائے جو آپ نے واقعہ معراج سے متعلق روایات میں اختلاف کے سلسلے میں بیان کیا ہے، کیونکہ ان کا کلام اس قسم کے مسائل میں جامع اور بہت فائدہ مند ہے، آپ راقم ہیں: واقعہ معراج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر آسمان کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں جنہیں بہت سے اصحاب نے نقل کیا ہے۔۔۔ ان میں سے کچھ اضافوں پر مبنی جبکہ کچھ ناقص ہیں، کہ ان سب کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ چیزیں جو قطعی ہیں کیونکہ تواتر کے ساتھ نقل ہوئیں ہیں اور علم کا سبب ہیں۔

present ziaraat.com

۲۔ وہ امور جو عقلی لحاظ سے بھی ممکن ہیں اور اسلامی اصولوں سے بھی کوئی منافات نہیں رکھتے، ہم بھی انہیں ممکن شمار کرتے ہیں۔

۳۔ وہ امور جو ظاہراً کچھ دینی اصولوں کے منافی ہیں، مگر منطقی توجیہ کے قابل ہیں، ان موارد میں بہتر ہے کہ ان کی اس طرح توجیہ کی جائے جو حق ودلیل پر منطبق ہو۔

۴۔ وہ امور جن کا ظاہر صحیح نہیں اور وہ توجیہ کے بھی قابل نہیں مگر یہ کہ ان کی توجیہ کے لیے بڑی زحمت و تکلیف اٹھانی پڑے، ایسے موارد میں بہتر یہ ہے کہ انہیں قبول نہ کیا جائے۔۔۔اور اس کے بعد ان چاروں موارد کے مصادیق کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔[1] جو کچھ بھی شیخ طبرسی نے معراج کی مختلف جزئیات کے بارے میں بیان فرمایا، وہ ہمارے مورد نظر مسئلے اور اس جیسے دوسرے مسائل پر بطور کامل منطبق ہوتا ہے لہذا ہر محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ انہیں مورد نظر قرار دے۔

چوتھا اعتراض:

سورج کی حرکت اور اس کے منفی اثرات

سورج کی حرکت نظام شمسی کا محور ہے اور اس میں کسی قسم کا رد و بدل اس دقیق نظم کو سبوتاژ کر دے گا، جو جانداروں کی نابودی کے ساتھ ساتھ نظام اور سلسلہ حیات کی نابودی کا بھی سبب بنے گا، سنت الٰہی یہ ہے کہ وہ اس نظام قطعی کو دوام بخشے جو ہزارہا سال سے اسی طرح

[1] مجمع البیان: ج۶، ص۳۹۵.

present ziaraat.com

قائم و دائم ہے، اور سنت الٰہی کبھی نہیں بدلتی، لہذا اس نظام کا اپنی جگہ پر قائم رہنا سورج اور زمین کے حالات میں عدم تغیر کی دلیل ہے۔

جواب: سورج کی حرکت چاند کے دو نیم ہونے کی طرح ہے

وہ روایات جو قابل انکار نہیں اور مسلمانوں کے درمیان مشہور اور تمام منابع میں نقل ہوئی ہیں، ان کے مطابق اور قرآن مجید کے اشارے کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، اس بارے میں قرآن کہتا ہے: اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ * وَ إِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَ يَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌ (قیامت نزدیک ہوئی اور چاند دو نیم ہوا، اور جب یہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں، تو کہتے ہیں: یہ ایک سحر مستمر ہے)[1] سو آپ جو توجیح بھی شق القمر کے بارے میں پیش کریں گے ہم ردالشمس کے بارے میں آپ سے وہی کہیں گے۔

سورج کا جناب موسیٰؑ کے وصی کے لیے ٹھہر جانا

اور ایسے ہی شیعہ سنی متعدد روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جناب موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نون کے لیے سورج ٹھہرا۔ یہاں تک کہ اہلسنت کی روایات میں نقل ہوا ہے: رسولوں میں سے ایک رسول جنگ کر رہے تھے کہ نمازِ عصر کا وقت داخل ہو گیا، انہوں نے سورج سے مخاطب ہو کر کہا: اگر تو مامور ہے تو میں بھی مامور ہوں، اے خدا! سورج کو روکے

---

[1] قمر: ۱ و ۲.

present ziaraat.com

رکھ (تاکہ اس کے غروب ہونے سے پہلے فتح حاصل ہو جائے)، خدا نے (اس بندے کے کہنے پر) سورج کو روکے رکھا یہاں تک کہ فتح و نصرت ان کے قدم چومنے لگی۔[1]

زوجۂ موسیٰؑ کی ان کے وصی سے جنگ ویسے ہی جیسے زوجۂ رسول اللہ ﷺ نے ان کے وصی جنگ کی

جناب یوشع بن نونؑ کے لیے سورج شاید اسی جنگ میں ٹھہرا جو آپ سے جناب موسیٰؑ کی زوجہ صفراء نے، اپنے شوہر کی رحلت کے بعد لڑی تھی، انہوں نے لاکھوں افراد کے ساتھ وصی موسیٰ یعنی یوشع بن نون پر شورش کی لیکن بعد میں شکست کھا کر اسیر ہو گئیں، جناب یوشع ان کے ساتھ خوش رفتاری کے ساتھ پیش آئے اور ان کے بارے میں ناروا مشوروں پر کان نہ دھرے، اور ان سے کہا: میں دنیا میں تو آپ کو جانے دے رہا ہوں یہاں تک کہ ہم دونوں کی ملاقات موسیٰؑ سے ہو، اور میں آپ سے پہنچے والے غموں کا گلہ بارگاہ نبی اللہ موسیٰؑ میں کروں۔ صفراء نے کہا: وائے ہو مجھ پر! اگر مجھ پر جنت مباح بھی ہو گئی، جب بھی پیغمبر خدا سے شرمندہ رہوں گی اور ان کا سامنا نہیں کر پاؤں گی کیونکہ میں نے ان کے پردے کو چاک کر کے انہی کے وصی پر خروج کیا ہے۔[2]

اتفاق اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جو حوادث امت ہائے گزشتہ میں رونما ہوئے وہ فریقین کی روایات کے مطابق امت اسلام میں بھی رونما ہونگے، (اور جیسا کہ قرآن میں رسول

[1] صحیح بخاری: ج۳، ص ۱۱۳۲؛ صحیح مسلم: ج۳، ص۱۳۶۶.

[2] کمال الدین: ص۹۱؛ امالی صدوق، ص۱۴۰.

present ziaraat.com

اللہ ﷺ کو جناب موسیٰؑ سے تشبیہ دی گئی ہے، اس کے مطابق) جناب موسیٰ کے وصی یوشع کے لیے سورج ٹھہرا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے وصی کے لیے سورج پلٹا، اور جس طرح جناب موسیٰ کی زوجہ ان کے وصی سے نبرد آزما ہوئیں، ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بھی جناب امیرؑ سے لڑنے میدان میں نکل آئیں، جس کے نتائج وہی رہے جو جناب موسیٰ کے وصی سے لڑنے کے بعد ان کی زوجہ نے بھگتے۔

تمام معجزات عام طبیعی طریقوں سے ہٹ کر ہوا کرتے ہیں

تمام انبیاء کے معجزات ان کے حفظِ مراتب کے تحت، قوانین طبیعی اور انہیں تہہ و بالا کرنے میں تاثیر رکھتے ہیں، عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا، اصحاب سبت کا بندر بن جانا، عیسیٰؑ کے حواریوں کے لیے آسمان سے مائدہ اترنا، قوم صالحؑ کے لیے پہاڑ سے اونٹنی کا برآمد ہونا، طوفان نوحؑ، بنی اسرائیل کے سر پر پہاڑ معلق کر دینا، معراج رسول اللہ ﷺ، عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھا لیا جانا، گزشتہ قوموں پر طوفان، زلزلوں، آسمانی بجلی وغیرھم کا عذاب آنا، حضرت سلیمانؑ کے لیے ہواؤں کا مسخر ہونا اور ان کے تخت کو اٹھا اٹھا لیے پھرنا، سمندر کا موسیٰؑ کے توسط سے دو لخت ہونا، اور اس کے علاوہ دوسرے موارد جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے، کیا ان سب کے ذریعے کسی مصلحت عالیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے سنت الٰہی کو تہہ و بالا نہیں کیا گیا؟ لیکن کیا ان معجزات نے اس نظام اور اس کے اطراف میں موجود دقیق قوانین پر کوئی منفی اثر ڈالا؟

حقیقت یہ ہے کہ وہی خدا جو اپنی قدرت و حکمت لا متناہی سے ہماری کائنات کے اس چھوٹے سے سیارے کو جو اس کل نظام کے مقابل رائی کے دانے سے بھی چھوٹا ہے، حرکت

present ziaraat.com

دے سکتا ہے، وہ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ اس حرکت کے منفی اثرات مرتب ہونے ہی نہ دے، بلا تشبیہ یوں کہوں کہ: جس طرح ایک ماہر جراح جراحی قلب کے وقت، دل کو جسم سے باہر نکال لیتا ہے، لیکن خاص اوزار و آلاجات کی مدد سے جسم کی حالت کو معتدل بنائے رکھتا ہے، تاکہ اسے ہر قسم کے برے اثر سے محفوظ رکھے۔ خدا بھی اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہے اور اس قسم کے کام ذاتِ حق کے لیے بہت ہی ناچیز ہیں، لہذا فقط کوتاہ فکر و قاصر فہم افراد جو قدرت خدا کو نہیں سمجھتے اور مسائل کو اپنے علم اور توانائی کے ذریعے حل کرنا چاہتے ہیں، ہی اسے رد کر سکتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ امام باقرؑ فرماتے ہیں: زمانہ امام عصرؑ میں سات سال ایسے آئیں گے جن میں ہر سال آج کل کے دس سال کے برابر ہو گا، پوچھا گیا: یہ سال اتنے لمبے کیسے ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: خدا فلک کو حکم دے گا کہ آہستہ حرکت کرے، راوی نے پوچھا: لوگ کہتے ہیں: اگر فلک کی موجودہ حالت میں تغیر آجائے تو وہ تباہ ہو جائے گا، آپ نے فرمایا: یہ زنادقہ (بے دینوں) کا مذہب ہے، مسلمان اس قسم کی بات نہیں کر سکتا، خدا نے اپنے رسول ﷺ کے لیے چاند کو دو نیم کیا، اور اس سے پہلے جناب یوشع بن نون کے لیے سورج پلٹایا اور قیامت کے لیے خبر دی کہ اس کا ہر دن ہزار سالوں کے برابر ہے۔[1]

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ایک گروہ کہتا ہے: ستارہ شناسی خواب سے زیادہ صحیح ہے اور یہ کہنا درست تھا جب تک یوشع بن نون اور امیر المومنینؑ کے لیے سورج نہیں پلٹا تھا، جب خدا نے

---

[1] الارشاد: فصل ۵، سیرت حضرت حجتؑ، ص۷۰٦.

present ziaraat.com

ان دو بزرگوار ہستوں کے لیے سورج پلٹایا، علمائے نجوم گمراہ ہو گئے، (اب) ان میں سے کچھ حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں اور کچھ نہیں پہنچ پاتے۔[1]

البتہ اس نکتے پر بھی توجہ رکھنی چاہیے کہ سیارہ شناس افراد اپنے دائرۂ علم سے باہر کے بارے میں اظہار نظر نہیں کر سکتے، اور اگر ان میں سے کچھ، بعض آسمانی حوادث اور تحولات کے منکر ہو جائیں، تو ان کا مقصود قوانین طبیعی کے دائرے میں ہو گا، نہ کہ فوق مادی قوتیں اور اگر یہ جہل و علمی غرور کی وجہ سے خدا کی لازوال قوت کے منکر ہو جائیں، تو یہ اپنے ضعف و غرور و عجز کے اظہار اور خود کو رسوا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔[2]

---

[1] بحارالانوار: ج۵۸، ص۱۶۶.

[2] بعض کا کہنا ہے: رسول و نبی معجزہ کس کے لیے دکھاتا ہے؟ واضح ہے کہ معجزہ یا تو منکران رسالت کے لیے دکھایا جاتا ہے یا ان کے لیے جو چاہتے ہیں کہ رسول کی دعوت کو قبول کریں مگر کسی واضح نشانی کی دید کے بعد، جیسا معجزۂ شق القمر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مشرکین کی درخواست پر انجام دیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ معجزۂ ردالشمس کس کے لیے دکھایا گیا؟ امیر المومنینؑ کے لیے جو خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں! وہ تو نہ مقام انکار میں تھے اور نہ ہی مقام شک میں جو ان کے لیے یہ معجزہ رونما کیا جاتا۔ **جواب:** اس واقعے پر شاید اس سے ہیچ اعتراض وارد نہیں کیا گیا ہو گا۔ اول تو جو معجزے کی تعریف بیان کی گئی ہے وہ علم کلام کی رو سے کی گئی ہے، اور یہ ہر جگہ صادق نہیں آتی۔ بلکہ یہاں معجزہ اپنے عام معنی (یعنی ایسا کام کر کے دکھانا جو دوسروں کو عاجز کر دے) میں استعمال ہوتا ہے، جس میں خارق العادت سے متعلق علم کلام میں بیان کی گئی ایک دوسری اصطلاح یعنی کرامت بھی شامل ہے۔ اگر کوئی شخص معصومینؑ کے معجزات سے متعلق کتب پڑھے تو جان جائے گا کہ ان سے صادر ہونے والے معجزات فقط اس نوعیت کے نہیں تھے کہ ہر مقام پر ان کا مقصود فقط اپنی نبوت و امامت کا اثبات بجواب تحدی ہی ہوتا تھا، بلکہ بعض اوقات اپنے چاہنے

present ziaraat.com

خدا روز و شب کے ابدی کرنے پر قادر ہے

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَداً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ * قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَداً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ *[1] اے رسول کہہ دو! مجھے خبر دو کہ اگر خدا تمہارے لیے رات کو قیامت تک کھینچ رکھے، تو کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہارے لیے اجالے کا بندوبست کرے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ اے رسول کہہ دو: مجھے بتاؤ کہ اگر خدا تمہارے لیے دن کو قیامت تک طول دے دے، تو خدا کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہارے لیے رات کا اندھیرا لے آئے جس میں تم آرام کر سکو؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

توجہ فرمایئے! خدا اس موجودہ نظام عالم کو جس میں لیل و نہار پے در پے آتے ہیں، ایک نظام ناقابل تغیر نہیں جانتا، بلکہ وہ تو اسے اپنی قدرت کاملہ کے زیر اثر جانتا ہے، اس حال میں کہ اگر چاہے تو پورے کرۂ ارض کو روشن رکھ سکتا ہے چاہے وہ زمین کو ساکن کرنے کے وسیلے

والوں کے ایمان میں اضافے یا اپنے اس مقام کے اظہار کے لیے جو خدا کی جناب سے انہیں حاصل ہے اپنے دست معجز نما پر معجزات و کرامات ظاہر فرمایا کرتے تھے، لہذا یہ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ اس معجزے کو کس لیے دکھایا گیا، ؟ کیا یوشع بن نون سے کسی نے ان کے منصب نبوت کی تحقیق کے لیے سورج کو روکے رکھنا کا مطالبہ کیا تھا؟ کیا معراج کا کسی نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا؟ (از مترجم)

[1] قصص: ۷۱ و ۷۲.

present ziaraat.com

سے ہو، یا سورج کو حرکت دینے یا کسی دوسرے سورج کے پیدا کرنے یا جس طرح سے بھی وہ چاہے۔[1]

اور ایسے ہی اگر وہ چاہے تو زمین سے نورِ خورشید چھین سکتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ کے لیے تاریک ہو جائے، اور انسان ہمیشہ اسی تاریکی میں رہیں، اور عین اس حال میں نظام کہکشاں اور حیات وزندگی بھی ختم نہ ہو، تو جو خدا ان سب پر قادر ہے وہ اس بات پر کیسے قادر نہ ہو گا کہ کچھ دقیقوں کے لیے حالتِ زمین وآفتاب میں تغیر پیدا کرے۔ یہ بات مسلم ہے کہ نظام شمسی میں سورج کا مقام اعداد کی طرح نہیں ہے کہ جس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہو سکے، بنا براین، خدا جب بھی ارادہ کرے اس عالم بود و ہستی میں ہر قسم کا تغیّر ایجاد کر سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِير *[2]

---

[1] بعض افراد یہاں قرآن کی اس آیت سے استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا﴾ سورج اپنے خاص مقام کی سمت حرکت میں ہے (یسین۔۳۸)۔ ان افراد سے ہم یہی کہیں گے کہ یہ آیت عام معمول سے متعلق ہے، جبکہ اس میں کوئی استثنائی صورت کا پایا جانا عقلا اور نقلا محال نہیں، ورنہ تمام سیاروں کا اپنے اپنے مدار میں چلتے رہنا فقط سورج سے خاص نہیں بلکہ تمام سیاروں سے متعلق ہے جس میں چاند بھی آتا ہے۔ لہذا اس صورت میں شق القمر کے معجزے کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ اور علیؑ سے پہلے جو یوشع بن نون کے لیے سورج ایک مقام پر ٹکا رہا، اس کے بارے میں کیا تاویل کی جائے گی؟ (از مترجم)

[2] بہتر ہے کہ یہاں پر سائنسی ترقی کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی کچھ کہا جائے: کیا حقیقت میں سورج مغرب سے نکلتا اور مشرق میں ڈوب جاتا ہے؟ تمام صاحبان علم جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، جب کہا جاتا ہے کہ سورج پلٹا، یا یہ کہا جاتا ہے کہ سورج مشرق سے طلوع ہوتا اور مغرب میں غروب ہوتا ہے تو یہ کہنا عرف عام میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی وجہ سے ہے، ورنہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ دن اور رات کا آنا جانا زمین کی

present ziaraat.com

پانچواں اعتراض:

اگرایساواقعہ رونماہواہوتاتواس کے شاہد بہت زیادہ بلکہ دوسری اقوام میں بھی موجود ہوتے

کہتے ہیں: واقعہ ردالشمس کیونکہ تمام جہان کے سامنے رونما ہوا تھااور یہ کوئی ایسا حادثہ نہیں تھاجو تمام افراد دیکھ نہیں سکتے تھے، قدرتی بات ہے کہ اگرایسا کچھ ہوا ہوتاتوایک جمع غفیر نےاس کامشاہدہ کیاہوتا، پھر کیونکہ یہ واقعہ عالم ہستی میں کم نظیر ہے، لہذا یہ مسلمانوں حتی غیر مسلموں میں بھی ایک دوسرے کو سنانے، نقل کرنے اور اپنی کتب میں درج کرنے کا محرک

حرکت کی وجہ سے ہے نہ کہ سورج کی حرکت کی وجہ سے، زمین کی حرکت دو مدار کے گرد رہتی ہے، ایک حرکت سورج کے گرد ہے جس کادورانیہ ۳۶۵دن ہےاوراس کے اختتام پرنئے سال شمسی کاآغاز ہو جاتاہے، اور دوسری حرکت زمین کی اپنے ہی مدار کے گرد ہے، جس کی وجہ سے شب وروز کا سلسلہ چلتارہتاہے، اب وہ افراد جنہیں ایسا لگتاہے کہ سورج کی حرکت سے نظام شمسی میں خلل واقع ہو جائے گااور ہماری یہ کہکشاں درہم برہم ہو جائے گی، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ جب دن ورات کے آنے جانے میں سورج کی حرکت کوئی اثر ہی نہیں رکھتی بلکہ یہ توزمین کی حرکت کی وجہ سے ہے توپھر اگرزمین کی اپنے مدار کے گرد حرکت میں قدرت الٰہی کی وجہ سے کچھ دیر کی تاخیر ہو بھی جائے جب بھی نظام شمسی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ نظام شمسی کے باقی سب سیارے حتی زمین بھی اپنی سالانہ حرکت سے نہیں چوکے گی بلکہ فقط روز و شب کے مدار پر کچھ دیر کافرق پڑاہے، جس سے ہماری کائنات کے نظام پر کوئی آفت نہیں آئے گی، لہذا یہ کہاجا سکتاہے کہ ردالشمس سے مراد ایک عرفی اصطلاح ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زمین نے حرکت کی جس کی وجہ سے امیرالمومنینؑ کے لیے بیتاوقت لوٹ آیا، کیونکہ یہ وقایع حرکتِ زمین کی وجہ سے ایجاد ہوتے ہیں نہ کہ سورج کی حرکت کی وجہ سے۔(ازمترجم)

present ziaraat.com

بنتا، جبکہ زمینی حقائق ایسے نہیں ہیں کہ کسی اور قوم نے بھی اس واقعے کو نقل کیا ہو بلکہ اصحاب میں سے بھی ایک قلیل تعداد نے اس واقعے کو نقل کیا ہے۔

یہ واقعہ دوسرے واقعات کی طرح ہے

جواب: جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جناب یوشع بن نون کے لیے سورج کا رکے رہنا مسلمین کے درمیان مسلمات میں سے ہے یہاں تک کہ ابن تیمیہ جیسے شخص نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے[1]، جبکہ ردالشمس کا واقعہ امیر المومنینؑ کے لیے یوشع بن نون سے زیادہ نقل ہوا ہے اور شق القمر کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے، کہ جس کی جانب قرآن مجید اشارہ کرتا ہے، جبکہ اقوام و ملل کے درمیان اس کی کوئی خبر منتشر نہیں۔[2]

---

[1] منہاج السنۃ: ص ۴، ص ۱۸۴.

[2] اس سوال کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے: کہ ایک چار رکعتی نماز پڑھنے میں عام طور پر ۵ سے ۷ منٹ لگتے ہیں اور اگر اضطراری کیفیت ہو تو اس سے بھی کم میں پڑھی جا سکتی ہے، لہذا سورج کا واپس پلٹنا اتنا ہی تھا کہ ایک چار رکعتی نماز ادا کی جا سکے، اور از نظر فقہی اگر ایک رکعت نماز بھی وقت میں پڑھ لی جائے تو پوری نماز ادا شمار ہوتی ہے، لہذا ایک نماز پڑھ لینے کی مدت کے برابر سورج کا پلٹنا اس افق میں موجود ہر شخص کی توجہ جذب نہیں کرے گا، اور اس سے لازم نہیں آئے گا کہ اس خطے میں موجود تمام افراد اس واقعے کا دقت کے ساتھ مشاہدہ کریں۔ یہ جواب فقط از باب جدل دیا گیا ہے ان افراد کو جو اس بات پر مصر ہیں کہ اگر ایسا واقعہ رونما ہوا ہوتا تو اسے سب نے دیکھا اور نقل کیا ہوتا۔ (از مترجم)

present ziaraat.com

طویل عرصہ کسی واقعے کے بھولنے کا سبب بنتا ہے

اگر کوئی حادثہ انسانوں کے انبوہ بے کراں کے درمیان بھی اتفاق پزیر ہوا ہو، جب بھی وہ اسی صورت میں لوگوں کے درمیان منتشر ہو سکتا ہے کہ یا تو کوئی خود اسے دیکھے یا جس نے دیکھا ہو وہ اس کی خبر دے، لیکن وہ حادثہ جسے بیتے صدیاں گزر گئیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا رنگ پھیکا پڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ فراموشی کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اور یہ کم دیکھنے میں نہیں آتا کہ بہت بڑے بڑے واقعات بھی، جیسے طوفان نوح جو کہ ایک بہت بڑے خطے میں رونما ہوا تھا لیکن اب اس علاقے میں رہنے والوں کو بھی اس کی خبر نہیں، اور جبکہ قرون اولی میں لکھنے اور محفوظ کرنے کے وسائل اتنے قوی نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ عظیم واقعات و حوادث بھلا دیے گئے، یا فقط منابع قدیم میں ذکر کیے گئے جیسے جناب سلیمان کی عالمی حکومت وغیرہ۔

حدیث نویسی بلخصوص فضائل اہلبیت کے لکھنے اور نقل کرنے پر پابندی

صدر اسلام میں خلیفہ اول وثانی کے توسط سے احادیث کے نقل کرنے اوران کی کتابت پر پابندی تھی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث لکھنے کا رواج بھی ختم ہو گیا تھا، تو پھر حوادث و واقعات کا تو ذکر ہی کیا، حدیث کی تدوین اوائل قرن دوم میں شروع ہوئی، یہ بات صاف ہے کہ اگر کسی واقعے کے وقت موجود افراد اسے ضبط نہ کر سکیں بلکہ سیاسی اور حکومتی مسائل کے در پیش انہیں نقل کرنے سے بھی کتراتے ہوں، تو واقعہ چاہے جس قدر اہم اور مشہور ہی کیوں نہ ہو، تدریجا پھیکا پڑتا جائے گا اور زمانے کے ساتھ ساتھ فراموش کر دیا جائے گا،

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

حتی اگر تھوڑے سے راویان نے اسے نقل کرنے کی ہمت جٹا بھی لی ہو گی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی جزئیات اور خصوصیات بھول بیٹھیں گے ، اور بعید نہیں کہ جزئیات میں اختلاف کی وجہ یہی ہو۔

اور بالخصوص وہ واقعات جو اہلبیت خاص کر امیر المومنینؑ کے فضائل سے مخصوص تھے، کہ ہمیشہ سے حکام زمانہ کی کوشش ان پر پردہ ڈالنے کی رہتی تھی اور جو انہیں بیان کرتا تھا اسے ڈرا دھمکا کر خاموش کروایا جاتا تھا۔ بنوامیہ کا دور اس سیاہ حرکت کے عروج کا زمانہ تھا، معاویہ اور اس کی جماعت نے اپنی تمام تر نظامی، حکومتی، ثقافتی، اقتصادی اور فوجی قوت و قائع اسلام اور فضائل اہلبیت کی تحریف اور کتمان میں صرف کی، اس صورت میں کہ خلفاء کی مدح میں ہزاروں حدیثیں گھڑوائی گئیں اور احادیث فضائل اہلبیت میں تحریف سے کام لیا گیا، ہزاروں شیعہ اور طرفداران اہلبیت جن میں جلیل قدر اصحاب بھی شامل تھے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے یا جیل ان سے چھلکنے لگے، اس سب کے باوجود بھی ہمیں خدا کا شاکر رہنا چاہیے کہ درباری ملاؤں اور قاضیوں، بنوامیہ کے طرفداروں اور ان کی تحریفات کے باوجود بھی ہمیں اس مقدار میں فضائل اہلبیت میسر آ گئے۔

مسلمان قطعی واقعات کی جزئیات میں کیوں اختلاف رکھتے ہیں؟

کیا یہ تعجب خیز نہیں کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان کی کیفیت میں اختلاف کریں جبکہ وہ دن میں پانچ بار اعلانیہ طور پر سب کے سامنے دی جاتی تھی؟ یہ وضو و نماز کے بارے میں اختلاف کریں جو ہزاروں آنکھوں کے سامنے پڑھی جاتی تھی؟

present ziaraat.com

یہ سب امور اس بات کے بیانگر ہیں کہ حوادثِ تاریخی کا دوسری نسل تک منتقل ہونا کچھ خاص حالات کا نیاز مند ہے کہ اگر وہ فراہم نہ ہوں، تو واقعہ کتنا ہی اہم اور اپنے زمانے میں کتنا ہی مشہور و معروف کیوں نہ ہو، بلکہ اگر سال ہا سال دھرایا بھی جاتا رہے، جب بھی آئندہ نسل کے لیے تدریجاً پھیکا پڑ سکتا ہے یہاں تک کہ کبھی طاق فراموشی پر بھی سجا دیا جاتا ہے، اس سب کے باوجود بھی واقعہ ردّ الشمس صدر اسلام سے آج تک علماء کی ایک کثیر تعداد کے توسط سے نقل و ضبط ہوا ہے، اور یہ ان ناہموار حالات کے باوجود، اس کی شہرت اور پایہ داری کی دلیل ہے۔

آیت اللہ خوئیؒ کا اس بارے میں ایک راہ کشا قول:

مناسب ہے کہ یہاں آیت اللہ العظمی خوئیؒ کا ایک قول نقل کیا جائے، انہوں نے اس اعتراض کے جواب میں کہ اگر ارباح مکاسب کا خمس واجب تھا تو پھر ہمارے پاس اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے کوئی خبر کیوں نہ پہنچی کہ انہوں نے اسے کے لینے کا حکم دیا ہو یا اپنا کوئی نائب اسے لینے کے لیے بھیجا ہو، جبکہ زکات کے معاملے میں ہمیں اس قسم کی خبریں موصول ہوئی ہیں، فرمایا:

انصاف کی بات یہی ہے کہ زمانِ رسولؐ میں خمس کی بابت ہمارے پاس زیادہ معلومات نہیں، ہمارے اور ان کے درمیان ایک طویل فاصلہ ہے جس میں بنو امیہ کا دور بھی حائل ہے، جنہوں نے حکومت اسلامی کو حکومت جاہلیت میں تبدیل اور احکام دین کو نابود کر دیا، اس صورت میں کہ بہت سے لوگ وجوب زکات جو کہ نص قرآن سے ثابت ہے تک کو نہیں جانتے تھے، تاریخ و حدیث اس کی گواہ ہے بلکہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں آیا ہے: اکثر اہل

present ziaraat.com

شام واجب نمازوں کی تعدادِ رکعات تک نہیں جانتے تھے، ابن سعد طبقات میں لکھتا ہے: بہت سے لوگوں کو حج کے اعمال کی خبر نہیں تھی، ابن حزم ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے بصرہ میں خطبہ دیا اور زکات فطرہ کے بارے میں بیان کیا لیکن وہاں کی عوام نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا، انہوں نے حکم دیا کہ انہیں اس کی تعلیم دی جائے۔[1]

جب لوگوں کا ایسا حال شرعی مسائل میں رہا ہو، جو واجبات و ضروریات دین میں سے ہوں، جن کا سیاسی معاملات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، سالھا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان پر عمل کیا جاتا رہا ہو اور ان افراد اور رسولؐ میں زیادہ فاصلہ زمانی بھی حائل نہ ہو، تو فضائل امیر مومنانؑ کے بارے میں کیا صورتحال رہی ہو گی اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

سورج ہر مقام پر ایک سا نہیں دکھتا

قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ سورج نصف زمین پر غروب جبکہ نصف پر قابل مشاہدہ ہوتا ہے، اور اس نصف حصہ زمین پر بھی غروب آفتاب ایک سا نہیں ہوتا، بلکہ فاصلے کے ساتھ انجام پزیر ہوتا ہے، لہذا بہت سے علاقوں میں اس کا مشاہدہ طبیعی موانع رکھتا ہے، اور اگر کسی مخصوص علاقے کے بہت سے افراد نے اسے دیکھا بھی ہو، لیکن کیونکہ اسے ضبط کرنے کا کوئی معقول انتظام موجود نہیں تھا، اور علم کتابت نے بھی ایسی وسعت نہیں پائی تھی جیسی کہ اس کے بعد کے ادوار میں رہی، تاریخ نویسی بھی اس دور تک شروع نہیں ہوئی تھی، جس کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا رنگ پھیکا پڑتا گیا اور بعض جگہوں پر بلکل ہی بھلا دیا گیا۔ خلاصہ یہ

---

[1] شرح العروۃ ۲۵، کتاب الخمس، ص ۱۹۹.

present ziaraat.com

کہ ہمارے زمانے میں کسی واقعے کا عالمی سطح پر منتشر نہ ہونا، اس کے اپنے زمانے میں عدم وقوع پر دلالت نہیں کرتا اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ مفیدؒ نے سرزمینِ بابل سے متعلق واقعے کے بارے میں لکھا: اس واقعے کی خبر آفاق میں منتشر ہوئی اور لوگوں کے درمیان پھیل گئی[1] اور ابن شہر آشوب کہتے ہیں: صاعدیہ میں مسجد ردّ الشمس جو کہ سرزمین بابل میں ہے، مشہور ہے۔[2]

(ترجمہ) تمت بالخیر ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۷ ہجری، بمطابق ۱۸ جنوری ۲۰۱۶، شب ۰۰:۱۰ بجے،

سید سبطین علی نقوی امروہوی،

مقیم حال قم المقدس

[1] الارشاد: ص ۱۶۳.

[2] مناقب آل ابی طالب: ج ۲، ص ۳۱۸.

present ziaraat.com

مقبول شیعہ اور مردود شیعہ

امام صادقؑ نے فرمایا: ایسا کام نہ کرو جسکی وجہ سے ہمیں مورد سرزنش ٹھہرایا جائے، باپ اپنے بیٹے کے برے کام کی وجہ سے سرزنش کا نشانہ بن جاتا ہے، تم لوگ جن سے وابستہ ہو (یعنی اہلبیتؑ) ان کے لیے باعث زینت بنو، باعث ننگ و عار نہیں۔۔۔

(وسائل الشیعہ؛ ج۱۶، ص۲۱۹)

آپؑ ہی نے فرمایا: اے شیعوں! ہماری زینت بنو نہ کہ ننگ و عار، لوگوں کے ساتھ اچھائی کے ساتھ بات کرو، اپنی زبان کی حفاظت کرو اور زیادہ اور برے کلام سے پرہیز کرو۔

(بحارالانوار: ج۶۵، ص۱۵۱)

ہمارے شیعوں کو ان موارد میں آزماؤ

امام صادقؑ مفضل سے فرماتے ہیں: پست فطرت افراد سے دوری برتو، علیؑ کا شیعہ تو بس وہی ہے جس کا شکم پاک اور اس کی شہوت جنسی پاکدامن ہو، (وہ خدا کی عبادت اور اطاعت گزاری میں) بہت کوشش کرتا ہو، خدا کے ثواب کی امید رکھتا ہو اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہو، جب بھی ایسے افراد دیکھو (تو سمجھ جانا کہ) یہ جعفر صادقؑ کے شیعہ ہیں۔

(کافی: ج۲، ص۲۳۲)

present ziaraat.com

حدیثِ دیدار

یعنی: ہر مرنے والا جانکنی کے عالم میں امیرالمومنینؑ کا دیدار کرتا ہے

(اعتراضات کے جواب کے ساتھ)

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین و لعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین۔

مقدمہ:

اہلبیت اطہارؑ بالخصوص امیر المومنین علیؑ کی عظیم خصوصیات میں سے ایک، ان کا اس دنیا سے وداع کرتے ہوئے ہر شخص کے پاس آنا اور ظاہر ہونا ہے۔ موت کے وقت امیر المومنینؑ اپنے دوست اور دشمن دونوں کے پاس آتے ہیں، آپ کے جمال سے ان دوستوں کی آنکھیں جو ایک مدت سے اس گھڑی کے انتظار میں تھے روشن ہو جاتی ہیں کہ انہیں ان کے ایمان بالغیب اور ولایت و عظمت امیر المومنینؑ کی حقانیت عیاں طور پر محسوس ہونے لگتی ہے۔

ان کے مقابل، آپؑ کے دشمن بھی آپ کو دیکھتے ہیں اور حضرت کی عظمت دیکھ کر اپنی گمراہی اور عمیق انحراف سے واقف اور حضرت کے دیدار سے شدت کے ساتھ غمگیں اور اندوہگین ہو جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ اسرار الہیہ میں سے ایک ہے کہ آفتاب ولایت امیر المومنینؑ کا ہر دوست اور دشمن کو دیدار کرایا جاتا ہے، ہم آئندہ آنے والے صفحات میں اس مسئلے سے حاصل ہونے والے کچھ آثار اور فوائد پر روشنی ڈالیں گے۔

مرتے شخص کو امیر المومنینؑ کا دیدار ہونا آپ نے ان جملہ بے بدل فضائل میں سے ہے جسے کسی بھی دوسرے رہنما اور خلیفہ کے لیے بیان نہیں کیا گیا، بلکہ ہم تو یوں کہیں گے کہ کسی میں یہ جرات نہیں کہ وہ اپنے بزرگان کے لیے اس قسم کا دعوی کرے، تنہا محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

ہی ہیں جو اس قسم کے فضائل کے حامل ہیں اور یہ انہیں کے مقام عظیم کے لائق اور مناسب ہے۔

خدا کے فضل سے ہم پہلے تو اس اہم امر کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے ادلہ بیان کریں گے اور اس کے بعد اس مسئلے پر اٹھائے جانے والے شبہات اور سوالات کا جواب دیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

حوزہ علمیہ قم

سید محمد نجفی یزدی

۱۳۹۳/۱۱/۲.(ایرانی)

present ziaraat.com

حدیث دیدار

وقت مرگ اور اس دنیا سے رخصت ہونا انسان کی زندگی کے سخت ترین مراحل میں سے ایک ہے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کو وقت مرگ مومنین کے پاس اس لیے بھیجتا ہے تاکہ وہ ان کی مدد کریں اور یہ سخت مرحلہ سلامتی اور شیطانی وسوسوں سے حفظ ایمان کے ساتھ طے ہو جائے، مومنین ان کے دیدار اور بشارت سے آخرت کے مشتاق قرار پائیں اور ان کی موت اور مرحلہ قبضِ روح آسان ہو جائے۔

اس مسئلے کے ادلہ

اس مسئلے کے اثبات کے لیے چار ادلہ: قرآن، حدیث عقل اور اجماع کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

عقلی دلیل:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں، خداوند متعال مومنین پر رؤوف و مہربان ہے، وہ مشکلات میں ان کی مدد فرماتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ شہوت کے مقابل عقل، فطرت اور وجدان کو لا کھڑا کرتا ہے اور شیاطین جن وانس کے مقابل ملائکہ، انبیاء، اولیاء اور علماء کو انسان کی مدد کے لیے قرار دیتا ہے۔

اس بنا پر، جان دینے کے سخت ترین لمحات میں جو انسان کی سعادت و شقاوت کے حوالے سے بہت اہم مرحلہ ہوتا ہے، اور جس وقت شیطان کی کل کوشش یہ ہوتی ہے کہ مومن کسی بھی طرح تردید و شک میں مبتلا ہو کر عاقبت سوء کا حقدار بن جائے، اس موقع پر لطف و عنایت

present ziaraat.com

حضرت حق اس بات کو قبول کرتی ہے کہ اپنے اولیاء یعنی رسول اللہ ﷺ اور مولی الموحدین امیر المومنین علیؑ کی ذریعے سے ان کی مدد کرے تاکہ وہ اس مرحلے سے آسانی اور سلامتی کے ساتھ گزر جائیں۔ یہ دلیل ہرچند برہان لطف پر تکیہ کیے ہوئے ہے اور کچھ افراد کے یہاں مورد تامل ہے، لیکن عین اس حال میں اسے کم از کم اس مسئلے کے لیے ایک مؤید کی حیثیت سے قبول کیا جاسکتا ہے۔

اور شاید اس آیہ مبارکہ میں اسی عنایت خاص کی جانب اشارہ کیا گیا ہے: يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ*[1] (خدا انہیں ثابت قدم رکھتا ہے جو ایمان لائے قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت کی زندگانی میں)

امام صادقؑ فرماتے ہیں: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَأْتِي الرَّجُلَ مِنْ أَوْلِيَائِنَا عِنْدَ مَوْتِهِ يَأْتِيهِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ لِيَصُدَّهُ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ فَيَأْبَى اللَّهُ لَهُ ذَلِكَ وَكَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ.

ہمارے کچھ دوستوں اور محبوں کی موت کے وقت شیطان کبھی دائیں سے آتا ہے کبھی بائیں سے تاکہ انہیں اپنے اعتقاد سے منحرف کرسکے، لیکن خدا ایسا ہونے نہیں دیتا، اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی۔[2]

---

[1] ابراہیم: ۲۷.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۸، نقل از تفسیر عیاشی.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

اجماع:

اہل تشیع کے یہاں یہ مسئلہ شہرت والا کا حامل ہے، علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: وقت مرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کا حضور روایات مستفیضیہ میں وارد ہوا ہے اور شیعوں کے درمیان بہت مشہور ہے۔[1]

شیخ مفیدؒ (م ۴۱۲ھ) نے اس مسئلے کے بارے میں اجماع علماء کا دعوی فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں:[هذا باب قد اجمع اهل الامامة عليه و تواتر الخبر عن الصادقين من الائمة و جاء عن اميرالمومنينؑ : انه قال للحارث الهمدانى ؛ يا حار همدان من يمت يرنى من مومن او منافق قبلا۔۔۔] امامیہ کا اس بات پر اجماع ہے اور اس بارے میں آئمہ سے وارد ہونے والی روایات متواتر ہیں۔[2]

بلکہ ابن حدید معتزلی جو کہ علمائے اہلسنت میں سے ہے نے تو بنا کسی تامل کے اس بات کو شیعوں سے منسوب کیا ہے۔[3]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۲۰.

[2] اوائل المقالات: ص۴۶۔ ہر چند اس سے آگے چل کر روایات کی توجیہ پیش کرتے ہیں اور آئمہ کے دیدار کے معنی پاداش ولایت کے معناں میں لیتے ہیں نہ کہ خود ان کے دیدار کے معنی میں اور ہم آئندہ اس بارے میں بحث ہدیہ قارئین کرینگے۔

[3] شرح نہج البلاغہ، ج۱، ص۱۰۶.

present ziaraat.com

قرآن:

ارشاد ہوتا ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ *لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ فِي الْآخِرَةِ لا تَبْدِيلَ لِكَلِماتِ اللَّهِ ذلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ*[1] (وہ جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کیا، ان کے لیے بشارت ہے دنیا اور آخرت کی زندگانی میں اور کلمات خدا میں تبدل واقع نہیں ہوتا، یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے)۔

یہ آیت اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ با تقوی مومنین اسی دنیا میں خدا کی جانب سے بشارت پاتے ہیں، اور روایات اہلبیتؑ جو قرآن کی مفسر ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ بشارت ہنگام مرگ رسول اللہ ﷺ اور مولا علیؑ کے دیدار کی صورت میں دی جاتی ہے۔

کوئی مومن اس وقت تک نہیں مرتا جب تک رسول اللہ ﷺ اور علیؑ کو دیکھ نہ لے:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ حَتَّى تَرَى رَسُولَ اللَّهِ ص وَ عَلِيّاً ع يَدْخُلَانِ جَمِيعاً عَلَى الْمُؤْمِنِ فَيَجْلِسُ رَسُولُ اللَّهِ ص عِنْدَ رَأْسِهِ وَ عَلِيٌّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَيُكِبُّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ص فَيَقُولُ يَا وَلِيَّ اللَّهِ أَبْشِرْ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي خَيْرٌ لَكَ مِمَّا تَرَكْتَ مِنَ الدُّنْيَا ثُمَّ يَنْهَضُ رَسُولُ اللَّهِ ص فَيَقُومُ عَلِيٌّ ع حَتَّى يُكِبَّ عَلَيْهِ فَيَقُولُ يَا وَلِيَّ اللَّهِ أَبْشِرْ أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الَّذِي كُنْتَ تُحِبُّ أَمَا لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَقُلْتُ أَيْنَ جَعَلَنِيَ اللَّهُ

[1] یونس: ٦٣۔٦٤.

present ziaraat.com

فِدَاكَ قَالَ فِي يُونُسَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ فِي الْآخِرَةِ لا تَبْدِيلَ لِكَلِماتِ اللّٰهِ ذلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمِ*[1]

کوئی مومن نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین علیؑ کا مشاہدہ کرتا ہے جو ہر مومن کے پاس آتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے اور علیؑ اس کی پائینتی بیٹھ جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ خود کو اس پر گرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے خدا کے دوست! تیرے لیے بشارت ہو! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تیرے لیے اس دنیا سے بہتر ہوں جسے تو نے ترک کر دیا ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اٹھ جاتے ہیں اور (ان کی جگہ پر) علیؑ آتے ہیں اور خود کو اس پر گرا کر فرماتے ہیں: اے ولی خدا! بشارت ہو کہ میں علیؑ ہوں، وہی علیؑ جسے تو دوست رکھتا تھا، جان لے کہ میں تیرے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گا، اس کے بعد امام صادقؑ نے فرمایا: یہ کتاب اللہ میں بھی موجود ہے، راوی نے کہا: کہاں؟ آپ نے فرمایا: سورہ یونس میں، (اس کے بعد آیت کی تلاوت فرمائی)۔

مرتے دم ہمارے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

ایک اور روایت جو ابو حمزہ ثمالیؒ[2] سے مروی ہے میں یوں وارد ہوا ہے:

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۳۷، نقل از فروع کافی: ج۳، ص۱۲۸۔ (با اختلاف الفاظ) اس حدیث کی سند کچھ یوں ہے: الْعِدَّةُ عَنْ سَهْلٍ عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ ع؛ اس حدیث کی سند معتبر ہے، کیونکہ بنا بر اقوی سہل بن زیاد ثقہ ہے اور ایسے ہی علی بن عقبہ، اور عقبہ بن خالد بھی حسن ہیں۔

[2] ثابت بن دینارؒ، امام سجادؑ، امام باقرؑ، امام صادقؑ اور امام موسی کاظم علیہم السلام کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں، آپ تین شہیدوں کے والد ہیں جو جناب زید شہیدؒ کی ہمراہی میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئے، روایت

present ziaraat.com

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ ع مَا يُصْنَعُ بِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَوْتِ قَالَ أَمَا وَ اللَّهِ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يَرَى مَكَانَهُ مِنَ اللَّهِ وَ مَكَانَهُ مِنَّا إِلَّا أَنْ يَبْلُغَ نَفْسُهُ هَاهُنَا ثُمَّ أَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى نَحْرِهِ أَلَا أُبَشِّرُكَ يَا أَبَا حَمْزَةَ فَقُلْتُ بَلَى جُعِلْتُ فِدَاكَ فَقَالَ إِذَا كَانَ ذَلِكَ أَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ عَلِيٌّ ع مَعَهُ يَقْعُدُ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ إِذَا كَانَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ص أَمَا تَعْرِفُنِي أَنَا رَسُولُ اللَّهِ هَلُمَّ إِلَيْنَا فَمَا أَمَامَكَ خَيْرٌ لَكَ مِمَّا خَلَّفْتَ أَمَّا مَا كُنْتَ تَخَافُ فَقَدْ أَمِنْتَهُ وَ أَمَّا مَا كُنْتَ تَرْجُو فَقَدْ هَجَمْتَ عَلَيْهِ أَيَّتُهَا الرُّوحُ اخْرُجِي إِلَى رَوْحِ اللَّهِ وَ رِضْوَانِهِ وَ يَقُولُ لَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ص ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا حَمْزَةَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِذَلِكَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ قَوْلِ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ...

ابو حمزہ ثمالیؒ کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کی: مرتے دم ہمارے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: اے ابو حمزہ! جان لو کہ خدا کی قسم خدا اور ہمارے نزدیک اپنا مقام دیکھنے اور تم لوگوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں مگر یہ کہ جب جان یہاں تک پہنچ جائے، امام نے انگلی سے حلق کی جانب اشارہ کیا اور اس کے بعد فرمایا: اے ابو حمزہ! کیا تمہیں بشارت نہ دوں؟ میں نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، فرمایئے، آپ نے فرمایا: جب روح نکلنے کا وقت آ جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ (مرنے والے) کے پاس آتے ہیں، جبکہ علیؑ بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور مومن کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کیا مجھے پہنچانتا

میں آیا ہے کہ امام صادقؑ نے ابو حمزہ کے لیے فرمایا: ابو حمزہ اپنے زمانے کے سلمانؓ ہیں۔ (قاموس الرجال، ج ۲، ص ۴۴۴).

present ziaraat.com

ہے؟ میں اللہ کا رسول ہوں، میرے ساتھ آجا، کیونکہ جو کچھ آگے موجود ہے وہ اس سے بہتر ہے جسے تو یہاں چھوڑے جا رہا ہے۔ آگاہ ہو جا کہ تجھے جس چیز سے بھی خوف تھا، تو نے اس سے امان حاصل کی اور جس چیز کی بھی تجھے امید تھی، اس تک رسائی حاصل کرلی، اے روح! خدا کی رحمت و رضوان کی جانب جانے کے لیے (بدن) سے نکل آ، اس کے بعد علیؑ بھی اس شخص سے وہی کلام کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

پھر امام باقرؑ نے فرمایا: اے ابو حمزہ! کیا تیرے لیے یہی مطلب کتاب اللہ سے پیش کروں؟ (اس کے بعد آپ نے مورد نظر آیت کی تلاوت فرمائی)۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ فِي الْآخِرَةِ لا تَبْدِيلَ لِكَلِماتِ اللَّهِ ذلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ [1]

اس کے علاوہ ایک اور مفصل حدیث میں جسے ہم بعد میں ذکر کرینگے امام صادقؑ نے عقبہ، اور معلی بن خنیس سے، اسی آیت کی تاویل کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ کے حضور عند المحتضر کے حوالے سے استناد فرمایا ہے۔ [2]

راویات:

مورد نظر بحث کے اثبات میں اہم ترین دلیل کثیرت روایات کا وارد ہونا ہے۔ اور جیسا کہ ہم اسے سے پہلے علامہ مجلسیؒ اور شیخ مفید کے اقوال نقل کر چکے ہیں کہ ان دونوں کے بقول

---

[1] بحار الانوار: ج٦، ص١٧٨، نقل از تفسیر عیاشی: ج٢، ص١٣٤.

[2] بحار الانوار: ج٦، ص١٨٥، نقل از محاسن برقی: ص١٧٥؛ تفسیر عیاشی: ج٢، ص١٣٣.

present ziaraat.com

یہ احادیث مستفیضہ (فراوان) اور متواتر[1] ہیں۔

حدیث دیدار کے راویان کی فہرست

مجامع احادیث شیعہ میں مذکورہ روایت متعدد راویوں سے نقل ہوئی ہے، ہم بحار الانوار کی ج ٦ سے ان کے اسماء کی فہرست پیش کیے دیتے ہیں:

١۔ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، ص ٢٠٠؛ ٢۔عبایۃ الاسدی نے امیر المومنین علیؑ سے، ص ١٩٩؛ ٣۔ حارث ہمدانیؒ نے امیر المومنینؑ سے، ص ١٧٨، ١٨٠، ١٨١؛ ٤۔ ھندا لجملی نے امیر المومنینؑ سے، ص ١٩١؛ ٥۔زید بن علیؑ نے امام سجادؑ سے، ص ١٩٤؛ ٦۔ابو حمزہ ثمالیؒ نے امام باقرؑ سے، ص ١٧٨؛ ٧۔ابو الجارود نے امام باقرؑ سے، ص ١٩٤؛ ٨۔ عبد الرحیم قصیر نے امام باقرؑ سے، ص ١٩٩؛ ٩۔ فضیل بن یسار نے، امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے، ص ١٩١؛ ١٠۔ ابو بکر حضرمی نے امام صادقؑ سے، ص ١٨٤؛ ١١۔ عقبہ نے امام صادقؑ سے، ص ١٨٥؛ ١٢۔ سدیر صیرفی نے امام صادقؑ سے، ص ١٩٦؛ ١٣۔ابن ابی یعفور نے امام صادقؑ سے، ص ٢٠٠؛ ١٤۔ابن سنان نے امام صادقؑ سے، ص ١٨٠؛ ١٥۔ عبد الحمید طائی نے امام صادقؑ سے، ص ١٨٤؛ ١٦۔ سعید بن یسار نے امام صادقؑ سے، ص ١٩٢؛ ١٧۔ ابو بصیر نے امام صادقؑ سے ص ١٩٦؛ ١٨۔ یونس بن ظبیان نے امام صادقؑ سے، ص ٢٢٩؛ ١٩۔ زُریق نے امام صادقؑ سے، ص ١٩١؛ ٢٠۔

[1] یعنی اس قدر زیادہ ہیں کہ یقین کا سبب ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ متواتر روایات کے بارے میں سند کی تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی.

present ziaraat.com

مسمع بن عبد الملک نے امام صادقؑ سے، کامل الزیارات میں؛ ۲۱۔ محمد بن حنظلہ نے امام صادقؑ سے، بحار کی ج ۳۹، ص ۲۳۹ میں۔

مذکورہ راویان سے مروی احادیث ان روایات میں سے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ یا دوسرے آئمہؑ کے دیدار سے متعلق صراحتاً کلام کیا گیا ہے، ورنہ اگر وہ روایات جن کا سیاق اس مسئلے کی تائید کرتا ہے جیسے وہ روایات جن میں مرتے دم بشارت کا سنایا جانا وارد ہوا ہے یا جن روایات میں فرمایا گیا ہے: موت کے وقت مومن ایسی چیز دیکھتا ہے جس سے اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں، کو بھی مذکورہ روایات کے ساتھ ملا لیا جائے تو راویان کی تعداد موجودہ عدد سے کہیں زیادہ تجاوز کر جائے گی، ہم عنقریب ان روایات میں سے کچھ کا ذکر آئندہ صفحات میں کریں گے۔

حدیث دیدار کے قدیم منابع

۱۔ کتاب حسین بن سعیدؒ. ۲۔ الکافی. ۳۔ تفسیر فرات کوفیؒ. ۴۔ دعوات راوندیؒ. ۵۔ بشارۃ المصطفیٰؐ. ۶۔ کشف الغمۃ. ۷۔ امالی شیخ طوسیؒ. ۸۔ مناقب ابن شہر آشوبؒ. ۹۔ تفسیر قمی. ۱۰۔اختیار الرجال. ۱۱۔ امالی شیخ صدوقؒ. ۱۲۔ تفسیر امام حسن عسکریؑ. ۱۳۔ تفسیر عیاشیؒ. ۱۴۔ صحیفۃ الرضاؑ. ۱۵۔ محاسن برقیؒ. ۱۶۔ خصال للصدوقؒ. ۱۷۔ مجالس مفیدؒ. ۱۸۔ کامل الزیارات.

www.ziaraat.com

احادیث دیدار

اب ہم ان احادیث میں سے کچھ یہاں نقل کرتے ہیں، اوراس سے پہلے بھی کچھ کی جانب اشارہ کیا جا چکا ہے جبکہ ان میں سے بعض اسی کتاب کے دوسرے ابواب میں مناسبت کے ساتھ نقل کی جائیں گی۔

ا۔ پہلی حدیث: عبدالرحیم قصیر

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ النَّضْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ يَحْيَى الْحَلَبِيِّ عَنِ ابْنِ مُسْكَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْقَصِيرِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ ع حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ مِيثَمٍ عَنْ عَبَايَةَ الْأَسَدِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيّاً ع يَقُولُ وَ اللَّهِ لَا يُبْغِضُنِي عَبْدٌ أَبَداً يَمُوتُ عَلَى بُغْضِي إِلَّا رَآنِي عِنْدَ مَوْتِهِ حَيْثُ يَكْرَهُ وَ لَا يُحِبُّنِي عَبْدٌ أَبَداً فَيَمُوتُ عَلَى حُبِّي إِلَّا رَآنِي عِنْدَ مَوْتِهِ حَيْثُ يُحِبُّ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع نَعَمْ وَ رَسُولُ اللَّهِ ص بِالْيَمِينِ..

قصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ سے عرض کی: کہ صالح بن میثم نے عبایہ الاسدی سے میرے لیے نقل کیا کہ امام علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم کوئی شخص بھی میرے کینے کے ساتھ نہیں مرتا لیکن یہ کہ جانکنی کے عالم میں مجھے ایسے عالم میں دیکھتا ہے کہ تڑپ جاتا ہے اور کوئی شخص میری محبت پر نہیں مرتا مگر ہنگام مرگ مجھے ایسی جگہ پر دیکھتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔

www.ziaraat.com

امام باقرؑ نے فرمایا: ہاں (یہ حدیث درست ہے اس اضافے کے ساتھ کہ) رسول اللہ ﷺ اس کے دائیں طرف ہوتے ہیں۔[1]

۲۔دوسری حدیث: محمد بن حنظلہ

أَبُو عَلِيٍّ الْأَشْعَرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي الْمُسْتَهِلِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع جُعِلْتُ فِدَاكَ حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ بَعْضِ شِيعَتِكَ وَ مَوَالِيكَ يَرْوِيهِ عَنْ أَبِيكَ قَالَ وَ مَا هُوَ قُلْتُ زَعَمُوا أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ أَغْبَطُ مَا يَكُونُ امْرُؤٌ بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ إِذَا كَانَتِ النَّفْسُ فِي هَذِهِ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا كَانَ ذَلِكَ أَتَاهُ نَبِيُّ اللَّهِ ص وَ أَتَاهُ عَلِيٌّ وَ أَتَاهُ جَبْرَئِيلُ وَ أَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ ع فَيَقُولُ ذَلِكَ الْمَلَكُ لِعَلِيٍّ ع يَا عَلِيُّ إِنَّ فُلَاناً كَانَ مُوَالِياً لَكَ وَ لِأَهْلِ بَيْتِكَ فَيَقُولُ نَعَمْ كَانَ يَتَوَلَّانَا وَ يَتَبَرَّأُ مِنْ عَدُوِّنَا فَيَقُولُ ذَلِكَ نَبِيُّ اللَّهِ لِجَبْرَئِيلَ ع فَيَرْفَعُ ذَلِكَ جَبْرَئِيلُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَ.

محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں، آپ کے کچھ اصحاب نے میرے لیے آپ کے اجداد کے توسط سے ایک حدیث نقل کی ہے۔امام نے فرمایا: کون سی حدیث؟ میں نے کہا: وہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے اجداد نے فرمایا: ولایت پر اعتقاد رکھنے کے سلسلے میں پر رشک ترین مرحلہ وہ وقت ہوتا ہے جب کسی کی جان یہاں (یعنی حلق تک)

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۹، نقل از کتاب حسین بن سعید؛ الکافی، ج۳، ص۱۳۳. اس حدیث کے تمام رجال معتبر ہیں، جز عبد الرحیم قصیر کے، کہ ان کی توثیق وارد نہیں ہوئی، لیکن اصحاب اجماع جیسے ابن مسکان اور حماد بن عثمان نے ان سے روایت نقل کی ہے، اور یہ ان کے اعتبار کے لیے کافی ہے۔

present ziaraat.com

پہنچ جائے۔ حضرت نے فرمایا: ہاں، (ایسا ہی ہے) اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ، جبرائیلؑ اور ملک الموتؑ اس شخص کے پاس آتے ہیں، فرشتہ پوچھتا ہے: یا علیؑ! فلاں کیا آپ اور آپ کی آل کے دوستوں میں سے ہے؟ امام علیؑ فرماتے ہیں: ہاں، وہ ہماری ولایت رکھتا تھا اور ہمارے دشمنوں سے بیزار تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جبرائیل سے یہی کہتے ہیں اور جبرائیل اسے خدا کے پاس (عالم) بالا میں لے جاتے ہیں۔[1]

۳۔ تیسری حدیث: حسین بن عون

جَمَاعَةٌ عَنْ أَبِي الْمُفَضَّلِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ عَمِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي حَرْبٍ عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَوْنٍ قَالَ... فَصَمَّتَا الْفُضَيْلُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَعَنْ جَعْفَرٍ ع أَنَّهُمَا قَالَا حَرَامٌ عَلَى رُوحٍ أَنْ تُفَارِقَ جَسَدَهَا حَتَّى تَرَى الْخَمْسَةَ حَتَّى تَرَى مُحَمَّداً وَعَلِيّاً وَفَاطِمَةَ وَحَسَناً وَحُسَيْناً ع بِحَيْثُ تَقَرُّ عَيْنُهَا أَوْ تَسْخَنُ عَيْنُهَا...

حسین کہتے ہیں کہ فضیل بن یسار نے امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے نقل کیا کہ ان دونوں نے فرمایا: ارواح پر حرام ہے کہ وہ اپنے بدن سے خارج ہوں مگر یہ کہ وہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کا دیدار کر لیں، اس صورت میں کہ (اگر وہ

---

[1] بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۳۹، نقل از الکافی: ج ۳، ص ۱۳۴. اس سند کے رجال معتبر ہیں سوائے ابو المستہل کے کہ جس کی توثیق خاص وارد نہیں ہوئی، لیکن یہ صفوان بن یحیی کے مشائخ میں سے ہیں جو ان کے اعتبار پر ایک دلیل ہے اور محمد بن حنظلہ کہ ان کی توثیق ثابت نہیں۔

present ziaraat.com

ان کا دوست ہو تو) اس کی آنکھیں (ان کے دیدار سے) روشن ہو جائیں اور (اگر وہ ان کا دشمن ہو تو) تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔[1]

۴۔ چوتھی حدیث: ابن سنان

أَبِي عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: مَا يَمُوتُ مُوَالٍ لَنَا مُبْغِضٌ لِأَعْدَائِنَا إِلَّا وَ يَحْضُرُهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ فَيَرَوْنَهُ وَ يُبَشِّرُونَهُ وَ إِنْ كَانَ غَيْرَ مُوَالٍ لَنَا يَرَاهُمْ بِحَيْثُ يَسُوؤُهُ وَ الدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع لِحَارِثٍ الْهَمْدَانِيِّ

يَا حَارِ هَمْدَانَ مَنْ يَمُتْ يَرَنِي مِنْ مُؤْمِنٍ أَوْ مُنَافِقٍ قُبُلًا.

ابن سنان کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا: ہمارا کوئی ایسا دوست جو ہمارے دشمنوں سے بغض رکھتا ہو نہیں مرتا، مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ، حسن اور حسین علیہم السلام اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، وہ انہیں دیکھتا ہے اور وہ اسے بشارت دیتے ہیں، اور اگر کوئی ہمارا دشمن ہوتا ہے تو وہ انہیں اس حال میں دیکھتا ہے کہ ناراحتی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور اس پر امیر المومنینؑ کا وہ قول جو آپ نے حارث ہمدانی سے کہا تھا، دلیل ہے: اے حارث ہمدانی! جو بھی مرتا ہے پہلے مجھے دیکھتا ہے چاہے مومن ہو یا منافق۔[1]

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص ۲۴۲، نقل از امالی ابن الشیخ، و بحار الانوار: ج۶، ص ۱۹، نقل از کشف الغمہ، امالی کی سند چند مجہول افراد کی موجودگی کی وجہ سے کامل نہیں.

present ziaraat.com

۵۔ پانچویں حدیث: حارث ہمدانی

الْمُفِيدُ عَنِ الْمَرَاغِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ السَّبِيعِيِّ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُسَيْنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْحَارِثِ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ فَقُلْتُ حُبِّي لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ يَا حَارِثُ أَ تُحِبُّنِي قُلْتُ نَعَمْ وَ اللَّهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَمَا لَوْ بَلَغَتْ نَفْسُكَ الْحُلْقُومَ رَأَيْتَنِي حَيْثُ تُحِبُّ وَ لَوْ رَأَيْتَنِي وَ أَنَا أَذُودُ الرِّجَالَ عَنِ الْحَوْضِ ذَوْدَ غَرِيبَةِ الْإِبِلِ لَرَأَيْتَنِي حَيْثُ تُحِبُّ وَ لَوْ رَأَيْتَنِي وَ أَنَا مَارٌّ عَلَى الصِّرَاطِ بِلِوَاءِ الْحَمْدِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ص لَرَأَيْتَنِي حَيْثُ تُحِبُّ.[1]

حارث کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کے پاس گیا، آپ نے پوچھا: کس لیے آئے ہو؟ میں نے کہا یاامیر المومنینؑ! آپ کی محبت اور دوستی مجھے یہاں تک لے آئی ہے! حضرت نے فرمایا: اے حارث! مجھے دوست رکھتے ہو؟ میں نے کہا خدا کی قسم یاامیر المومنینؑ ایسا ہی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جان لے کہ جب تیری جان تیرے حلق تک پہنچ جائے گی، تو تو مجھے اسی طرح دیکھے گا جس طرح تجھے پسند ہے، مجھے ایسے دیکھو گے کہ میں حوض کوثر سے کچھ لوگوں کو ہانک رہا ہوں گا جیسے کہ غیر اونٹوں کو ہانکا جاتا ہے، (تو اس وقت بھی) مجھے اسی طرح دیکھو گے جس طرح

[1] بحار الانوار: ج۶، ص ۱۸۰، نقل از تفسیر قمی. اس حدیث کی سند صحیح ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکورہ اس بات پر دال ہے کہ مذکورہ شعر امیر المومنینؑ کا کہا ہوا ہے، ہر چند کہ یہ سید حمیریؒ کے نام سے مشہور ہے، اس بارے میں ہم آگے چل کر کلام کریں گے، انشاءاللہ.

present ziaraat.com

دوست رکھتے ہو، اور اگر مجھے رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کے ساتھ لواء الحمد اٹھائے پل صراط پر چلتے دیکھو، (تو وہاں بھی) مجھے اس طرح دیکھو گے جس طرح پسند کرتے ہو۔ [1]

۶۔ چھٹی حدیث: حارث اعور

حَمْدَوَيْهِ وَ إِبْرَاهِيمُ مَعاً عَنْ أَيُّوبَ بْنِ نُوحٍ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ فُضَيْلٍ الرَّسَّانِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الْبَزَّازِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ قَالَ: أَتَيْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ يَا أَعْوَرُ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ جَاءَ بِي وَ اللَّهِ حُبُّكَ قَالَ أَمَا إِنِّي سَأُحَدِّثُكَ لِتَشْكُرَهَا أَمَا إِنَّهُ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يُحِبُّنِي فَتَخْرُجُ نَفْسُهُ حَتَّى يَرَانِي حَيْثُ يُحِبُّ وَ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يُبْغِضُنِي فَتَخْرُجُ نَفْسُهُ حَتَّى يَرَانِي حَيْثُ يَكْرَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ الشَّعْبِيُّ بَعْدُ أَمَا إِنَّ حُبَّهُ لَا يَنْفَعُكَ وَ بُغْضَهُ لَا يَضُرُّكَ.

حارث کہتے ہیں: ایک دن بوقت شب میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: اے اعور کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: یا امیر المومنینؑ خدا کی قسم آپ کی محبت مجھے یہاں تک لے آئی ہے، آپ نے فرمایا: (اچھا پھر) میں تیری محبت کے تشکر کے طور پر تجھے ایک بات بتاتا ہوں: جان لے کہ جو شخص بھی مجھے دوست رکھتا ہے نہیں مرتا مگر یہ کہ جس طرح مجھے دوست رکھتا ہی اسی (حالت) میں دیکھے؛ اور جو شخص مجھ سے دوشمنی رکھتا ہے نہیں مرتا مگر یہ کہ مجھے ایسی صورت میں دیکھتا ہے کہ تڑپ جاتا ہے۔ اس کے بعد شعبی (اپنے اندر کی خباثت

[1] بحار الانوار: ج۶، ص ۱۸۱ نقل از امالی طوسیؒ۔ اس سند میں مجھول افراد موجود ہیں۔

present ziaraat.com

ظاہر کرتے ہوئے) راوی سے کہتا ہے: جان لے کہ نہ تو علیؑ کی محبت تجھے کوئی فائدہ دے گی اور نہ علیؑ کا بغض تجھے کوئی ضرر پہنچائے گا۔[1]

۷۔ ساتویں حدیث: عمار بن مروان

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ مَرْوَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ مِنْكُمْ وَ اللَّهِ يُقْبَلُ وَ لَكُمْ وَ اللَّهِ يُغْفَرُ إِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يَغْتَبِطَ وَ يَرَى السُّرُورَ وَ قُرَّةَ الْعَيْنِ إِلَّا أَنْ تَبْلُغَ نَفْسُهُ هَاهُنَا وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ إِذَا كَانَ ذَلِكَ وَ احْتُضِرَ حَضَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ عَلِيٌّ وَ جَبْرَئِيلُ وَ مَلَكُ الْمَوْتِ ع فَيَدْنُو مِنْهُ عَلِيٌّ ع فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا كَانَ يُحِبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَأَحِبَّهُ وَ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ص يَا جَبْرَئِيلُ إِنَّ هَذَا كَانَ يُحِبُّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِهِ فَأَحِبَّهُ وَ يَقُولُ جَبْرَئِيلُ لِمَلَكِ الْمَوْتِ إِنَّ هَذَا كَانَ يُحِبُّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِهِ فَأَحِبَّهُ وَ ارْفُقْ بِهِ فَيَدْنُو مِنْهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَيَقُولُ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَخَذْتَ فَكَاكَ رَقَبَتِكَ أَخَذْتَ أَمَانَ بَرَاءَتِكَ تَمَسَّكْتَ بِالْعِصْمَةِ الْكُبْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا قَالَ فَيُوَفِّقُهُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ وَ مَا ذَاكَ فَيَقُولُ وَلَايَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَيَقُولُ صَدَقْتَ أَمَّا الَّذِي كُنْتَ تَحْذَرُهُ فَقَدْ آمَنَكَ اللَّهُ عَنْهُ وَ أَمَّا الَّذِي كُنْتَ تَرْجُوهُ فَقَدْ أَدْرَكْتَهُ أَبْشِرْ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مُرَافَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ ع ثُمَّ يَسُلُّ نَفْسَهُ سَلّاً ...

عمار کہتے ہیں کہ کسی نے امام صادقؑ سے سنا اور مجھے خبر دی کہ امام نے فرمایا: خدا کی قسم خدا تم شیعوں سے قبول کرے گا اور تمہاری بخشش فرمائے گا۔ تم میں سے ہر ایک پر حالت رشک

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۱، نقل از امالی صدوقؒ۔ سند فضیل اور شعبی کی وجہ سے مجروح ہے۔

present ziaraat.com

طاری ہو گی، اور دیکھنے والے کے لیے خوشی اور آنکھوں کے روشن ہو جانے میں کوئی فاصلہ نہ ہو گا مگر جب کہ اس کی جان یہاں تک پہنچ جائے (اور امام نے اپنی انگلشت مبارک سے گلے کی جانب اشارہ کیا) اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؑ، جبرائیل اور ملک الموت اس کے پاس آئیں گے۔ مولا علیؑ اس کے نزدیک ہو کر فرمائیں گے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص ہم اہلبیتؑ سے محبت کرتا تھا، لہذا آپ بھی اسے دوست رکھیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل سے فرمائیں گے: یہ شخص خدا، اس کے رسول اور رسول کے خانوادے کو دوست رکھتا تھا، لہذا تو بھی اسے دوست رکھ، جبرائیل، ملک الموت سے کہیں گے: یہ شخص خدا اور سول اور ان کے خاندان کو دوست رکھتا تھا، لہذا تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آ، اس وقت ملک الموت اس کے نزدیک آکر کہے گا: اے خدا کے بندے! کیا تو نے آتش جہنم سے پروانہ نجات حاصل کر لیا؟ کیا جہنم کا برائت نامہ لے لیا؟ کیا تو نے دنیا میں عصمت کبری کا دامن تھاما تھا؟ اور خدا اسے کامیاب کرے جو (ملک الموت کے جواب میں) کہے: ہاں، پھر ملک الموت پوچھے گا یہ (سب) کیسے ہوا؟ مرنے والا جواب دے گا: ولایت علی بن ابی طالبؑ، ملک الموت کہے گا: تو نے سچ کہا، جان لے کہ جس چیز سے تجھے خوف تھا خدا نے تجھے اس سے آمان بخشی، اور جس چیز کی تجھے امید تھی، اس تک پہنچ گیا، تجھے نیک اور شائستہ افراد کے ساتھ رہنے کی بشارت، تیرے رفیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی و فاطمہ علیہا السلام ہیں، اور اس کے بعد ملک الموت اس شخص کے بدن سے روح نکال لے گا۔[1]

[1] بحار الانوار: ج٦، ص١٩٨، نقل از الکافی: ج٣، ص١٣١، (ط۔ اسلامیہ). حدیث کا آخری راوی مجہول ہے۔

present ziaraat.com

۸۔ آٹھویں حدیث: سدیر صیرفی

عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَدِيرٍ الصَّيْرَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ هَلْ يُكْرَهُ الْمُؤْمِنُ عَلَى قَبْضِ رُوحِهِ قَالَ لَا وَ اللَّهِ إِنَّهُ إِذَا أَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِقَبْضِ رُوحِهِ جَزِعَ عِنْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ لَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ يَا وَلِيَّ اللَّهِ لَا تَجْزَعْ فَوَ الَّذِي بَعَثَ مُحَمَّداً ص لَأَنَا أَبَرُّ بِكَ وَ أَشْفَقُ عَلَيْكَ مِنْ وَالِدٍ رَحِيمٍ لَوْ حَضَرَكَ افْتَحْ عَيْنَيْكَ فَانْظُرْ قَالَ وَ يُمَثَّلُ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ الْأَئِمَّةُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ ع فَيُقَالُ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ الْأَئِمَّةُ رُفَقَاؤُكَ قَالَ فَيَفْتَحُ عَيْنَيْهِ فَيَنْظُرُ فَيُنَادِي رُوحَهُ مُنَادٍ مِنْ قِبَلِ رَبِّ الْعِزَّةِ فَيَقُولُ يا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ إِلَى مُحَمَّدٍ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ راضِيَةً بِالْوَلَايَةِ مَرْضِيَّةً بِالثَّوَابِ فَادْخُلِي فِي عِبادِي يَعْنِي مُحَمَّداً وَ أَهْلَ بَيْتِهِ وَ ادْخُلِي جَنَّتِي فَمَا مِنْ شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنِ اسْتِلَالِ رُوحِهِ وَ اللُّحُوقِ بِالْمُنَادِي.

سدیر کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کی: یابن رسول اللہ ﷺ میں آپ پر قربان جاؤں، کیا مومن روح قبض ہوتے وقت برا محسوس کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو مومن بے تاب ہو جاتا ہے، ملک الموت اس سے کہتا ہے: اے خدا کے ولی! بے تابی نہ دکھا، اس خدا کی قسم جس نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، میں تیرے لیے تیرے مہربان باپ سے بھی زیادہ مہربان ہوں، آنکھیں تو کھول اور ذرا (منظر) تو دیکھ۔ امام نے فرمایا: اس وقت رسول اللہ ﷺ، علی و فاطمہ و حسن و حسن علیہم السلام اس کے لیے متمثل ہوتے ہیں، اس سے کہا جائے گا: یہ رسول

www.ziaraat.com

اللہ ﷺ علی، فاطمہ، حسن و حسین اور ان کی نسل سے پاک امام علیہم السلام ہیں، جو تیرے رفیق ہوئے۔ وہ نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھے گا، (اس وقت) خدا کی جانب سے اس کی روح سے خطاب کیا جائے گا: اے نفس مطمئنہ! محمد ﷺ اور ان کے اہلبیتؑ کے ساتھ مطمئن ہو جا، اور اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو (ان کی) ولایت سے راضی ہے اور اس کا ثواب تیرے شامل حال ہو، پس میرے بندوں یعنی محمد اور ان کی خانوادے مطہر کے ساتھ داخلِ بہشت ہو جا، اس وقت مومن کے لیے کوئی چیز بھی روح کے نکلنے اور منادی سے ملحق ہونے سے زیادہ محبوب تر نہ ہو گی۔[1]

۹۔ نویں حدیث: مسمع بن عبد الملک

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَمَّادٍ الْبَصْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَصَمِّ عَنْ مِسْمَعِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ كِرْدِينٍ الْبَصْرِيِّ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع يَا مِسْمَعُ أَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ أَمَا تَأْتِي قَبْرَ الْحُسَيْنِ ع قُلْتُ لَا أَنَا رَجُلٌ مَشْهُورٌ عِنْدَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَ عِنْدَنَا مَنْ يَتَّبِعُ هَوَى هَذَا الْخَلِيفَةِ وَ عَدُوُّنَا كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْقَبَائِلِ مِنَ النُّصَّابِ وَ غَيْرِهِمْ وَ لَسْتُ آمَنُهُمْ أَنْ يَرْفَعُوا حَالِي عِنْدَ وُلْدِ سُلَيْمَانَ فَيُمَثِّلُونَ بِي قَالَ لِي أَ فَمَا تَذْكُرُ مَا صُنِعَ بِهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتَجْزَعُ قُلْتُ إِي وَ اللَّهِ وَ أَسْتَعْبِرُ لِذَلِكَ حَتَّى يَرَى أَهْلِي أَثَرَ ذَلِكَ عَلَيَّ فَأَمْتَنِعُ مِنَ الطَّعَامِ حَتَّى يَسْتَبِينَ ذَلِكَ فِي

---

[1] بحار الانوار: ج٦، ص١٩٦، نقل از کافی: ج٣، ص١٢٧ (ط۔ اسلامیہ)۔ حدیث کی سند محمد بن سلیمان اور ان کے والد کی وجہ سے مجہول ہے۔

present ziaraat.com

وَجْهِي قَالَ رَحِمَ اللَّهُ دَمْعَتَكَ أَمَا إِنَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُعَدُّونَ مِنْ أَهْلِ الْجَزَعِ لَنَا وَ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ لِفَرَحِنَا وَ يَحْزَنُونَ لِحُزْنِنَا وَ يَخَافُونَ لِخَوْفِنَا وَ يَأْمَنُونَ إِذَا أَمِنَّا أَمَا إِنَّكَ سَتَرَى عِنْدَ مَوْتِكَ حُضُورَ آبَائِي لَكَ- وَ وَصِيَّتَهُمْ مَلَكَ الْمَوْتِ بِكَ وَ مَا يَلْقَوْنَكَ بِهِ مِنَ الْبِشَارَةِ أَفْضَلُ وَ لَمَلَكُ الْمَوْتِ أَرَقُّ عَلَيْكَ وَ أَشَدُّ رَحْمَةً لَكَ مِنَ الْأُمِّ الشَّفِيقَةِ عَلَى وَلَدِهَا قَالَ ثُمَّ اسْتَعْبَرَ وَ اسْتَعْبَرْتُ مَعَه...

مسمع کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اے مسمع! تو اہل عراق میں سے ہے، کیا امام حسینؑ کی زیارت کو جاتا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں؛ میں بصرہ میں جانی پہچانی شخصیت ہوں، خلیفہ کے چیلے جو ہمارے دشمن اور ناصبی ہیں، بہت زیادہ ہیں، ممکن ہے کہ وہ میری چغلی کھائیں اور میں اسیر ہو جاؤں، اس وجہ سے میں زیارت کرنے نہیں جاتا کیونکہ مجھے امن و آمان کے حوالے سے خطرہ رہتا ہے۔ امام نے فرمایا: کیا ذکرِ مصائب سید الشہداؑ کرتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس وقت بے تاب ہو جاتا ہے؟ میں نے عرض کی: خدا کی قسم ایسا ہی ہے، میں جب بھی ذکرِ مصیبتِ سرکارِ سید الشہداءؑ کرتا ہوں تو اس طرح گریاں ہوتا ہوں کہ میرے نزدیکی مجھ پر اس کا اثر صاف دیکھتے ہیں، اور میں کھانا ترک کر دیتا ہوں، یہاں تک کہ اس کے آثار میرے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ امام نے فرمایا: آگاہ ہو جا کہ مرتے دم تو میرے اجداد کو ضرور دیکھے گا جو تیرے لیے آئیں گے، اور ملک الموت سے تیری سفارش کریں گے، اور وہ جو مژدہ تجھے سنائیں گے وہ بہت ارزش مند ہو گا، اور (اس کے بعد) یقیناً ملک الموت تیرے لیے ایک ماں سے زیادہ مہربان، دلسوز اور نرمی برتنے والا ثابت ہو گا۔ اس وقت

present ziaraat.com

امام صادقؑ کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی چھوٹ پڑی اور میں بھی آپ کے ساتھ رونے لگا۔۔۔[1]

۱۰۔ دسویں حدیث: پدر علی بن عقبہ

ابْنُ فَضَّالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَا وَ الْمُعَلَّى بْنُ خُنَيْسٍ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنَ الْعِبَادِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا هَذَا الَّذِي أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَ مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يَرَى مَا تَقَرُّ بِهِ عَيْنُهُ إِلَّا أَنْ تَبْلُغَ نَفْسُهُ هَذَا وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْوَرِيدِ قَالَ ثُمَّ اتَّكَأَ وَ غَمَزَ إِلَيَّ الْمُعَلَّى أَنْ سَلْهُ فَقُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا بَلَغَتْ نَفْسُهُ هَذِهِ فَأَيَّ شَيْءٍ يَرَى فَرَدَّدَ عَلَيْهِ بضعة عشر [بِضْعَ عَشْرَةَ] مَرَّةً أَيَّ شَيْءٍ يَرَى فَقَالَ فِي كُلِّهَا يَرَى لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا ثُمَّ جَلَسَ فِي آخِرِهَا فَقَالَ يَا عُقْبَةُ قُلْتُ لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ فَقَالَ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَعْلَمَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّمَا دِينِي مَعَ دَمِي فَإِذَا ذَهَبَ دَمِي كَانَ ذَلِكَ وَ كَيْفَ بِكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ كُلَّ سَاعَةٍ وَ بَكَيْتُ فَرَقَّ لِي فَقَالَ يَرَاهُمَا وَ اللَّهِ قُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَنْ هُمَا فَقَالَ ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ عَلِيٌّ ع يَا عُقْبَةُ لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ أَبَداً حَتَّى تَرَاهُمَا قُلْتُ فَإِذَا نَظَرَ إِلَيْهِمَا الْمُؤْمِنُ أَ يَرْجِعُ إِلَى الدُّنْيَا قَالَ لَا بَلْ يَمْضِي أَمَامَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَقُولَانِ شَيْئاً جُعِلْتُ فِدَاكَ فَقَالَ نَعَمْ يَدْخُلَانِ جَمِيعاً عَلَى الْمُؤْمِنِ فَيَجْلِسُ رَسُولُ اللَّهِ ص عِنْدَ رَأْسِهِ وَ عَلِيٌّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَيُكِبُّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ص فَيَقُولُ يَا وَلِيَّ اللَّهِ أَبْشِرْ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي خَيْرٌ لَكَ مِمَّا تَتْرُكُ مِنَ الدُّنْيَا ثُمَّ يَنْهَضُ رَسُولُ اللَّهِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ عَلِيٌّ

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۹۰، نقل از کامل الزیارات: ص ۱۰۱. سند حدیث عبداللہ بن عبد الرحمن اصم کی وجہ سے مجہول ہے، ہرچند کہ مسمع بن عبد الملک مورد اعتماد ہے۔

present ziaraat.com

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا حَتَّى يُكِبَّ عَلَيْهِ فَيَقُولُ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ أَبْشِرْ أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الَّذِي كُنْتَ تُحِبُّنِي أَمَا لَأَنْفَعُكَ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ ع أَمَا إِنَّ هَذَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ قُلْتُ أَيْنَ هَذَا جُعِلْتُ فِدَاكَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فِي سُورَةِ يُونُسَ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى هَاهُنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيا وَ فِي الْآخِرَةِ لا تَبْدِيلَ لِكَلِماتِ اللّٰهِ ذلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ *

عقبہ کہتے ہیں کہ میں اور معلی بن خُنیس امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام نے فرمایا: اے عقبہ! خداوند قیامت میں اپنے بندوں سے اس چیز کے علاوہ جس پر تم ہو (یعنی ولایت اہلبیتؑ) قبول نہیں کرے گا، تم میں سے ہر ایک کے اور اس کی آنکھوں کے روشن ہونے میں کوئی فاصلہ نہیں مگر یہ کہ اس کی جان یہاں تک پہنچ جائے (اس کے بعد اپنے حلقوم کی جانب اشارہ فرمایا)، اس وقت امام نے ٹیک لگا لی۔ معلی نے مجھے اشارہ کیا کہ امام سے پوچھوں، میں نے کہا: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے تو انسان کیا دیکھتا ہے؟ (گویا امام نے مصلحت نہیں جانی اور اس وجہ سے جواب واضح طور پر بیان نہیں فرمایا) اس نے دس مرتبہ یہی سوال دھرایا کہ آخر انسان کیا دیکھتا ہے؟ اور امام ہر بار بس یہ فرما کر خاموش ہو جاتے: (بس) دیکھتا ہے، لیکن جب دسویں بار تکرار کیا تو فرمایا: کیا واقعاً جاننا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کی: جی بالکل یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا دین میرے خون سے وابستہ ہے، اور جب تک میرا خون (میری رگوں میں دوڑ رہا ہے) ایسا ہی ہے، مجھے ہر وقت آپ کی خدمت میں آنے کی توفیق کہاں ہو پاتی ہے، پھر میں رونے لگا۔ میری یہ حالت دیکھ کر امام کا دل پسیج گیا؛ آپ نے فرمایا: ان دو کو دیکھتا ہے؟ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ دو

www.ziaraat.com

نفر کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اور علیؑ، اے عقبہ ! کوئی مومن نہیں مرتا مگر یہ کہ ان دو کو دیکھتا ہے، میں نے کہا: جب وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے تو کیا دوبارہ دنیا میں واپس آ جاتا ہے ؟ فرمایا: نہیں[1]، بلکہ وہ تو عالم بالا کی جانب بڑھ جاتا ہے۔

میں نے عرض کی: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، کیا یہ دونوں کچھ کہتے بھی ہیں ؟ فرمایا: ہاں یہ دونوں مومن کے پاس آتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے اور علیؑ اس کی پائینتی بیٹھ جاتے ہیں، رسول ﷺ خود کو اس پر گرا کر فرماتے ہیں: اے ولی خدا ! تیرے لیے بشارت ہے میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، اور میں تیرے لیے اُس دنیا سے بہتر ہوں جسے تو چھوڑے جا رہا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی جگہ امام علیؑ آتے ہیں اور خود کو اس مومن پر گرا کر کہتے ہیں: اے ولی خدا ! تجھے مبارک ہو، میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں، جس سے تو محبت کرتا تھا، جان لے کے میں ضرور بالضرور تجھے فائدہ پہنچاؤں گا۔ اس کے بعد امام صادقؑ نے فرمایا: جان لے کہ یہ مطلب کتاب خدا میں بھی موجود ہے، میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان، قرآن میں کس جگہ ؟ (پھر آپ نے سورہ یونس کی وہی آیت تلاوت فرمائی جو ہم پہلے ترجمے کے ساتھ نقل کر آئے ہیں)۔[2]

---

[1] مگر ان موارد میں جن میں خدا ارادہ کرے۔

[2] بحار الانوار: ج ٦، ص ١٨٥، نقل از محاسن برقی: ج ١، ص ١٧۵؛ و تفسیر عیاشی، ج ٢، ص ١۴۵؛ والکافی، ج ٣، ص ١٢٨. کافی میں یہ اس سند سے نقل ہوئی ہے: عن العدۃ، عن سھل ابن زیاد، عن ابن افضال، عن علی بن عقبہ، عن ابیہ، عنہ؛ اور محاسن برقی میں ابن افضال سے اور انہوں نے علی بن عقبہ اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، اور یہ سند عقبہ کی وجہ سے حسن ہے۔

present ziaraat.com

۱۱۔ گیارھویں حدیث: عبد اللہ بن یعفور

ابْنُ فَضَّالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِمَّا أُرَدِّدُ هَذَا الْكَلَامَ عَلَيْكُمْ مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَبَيْنَ أَنْ يَغْتَبِطَ إِلَّا أَنْ تَبْلُغَ نَفْسُهُ هَذِهِ وَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى حَنْجَرَتِهِ يَأْتِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ص وَعَلِيٌّ ع فَيَقُولَانِ لَهُ أَمَّا مَا كُنْتَ تَخَافُ فَقَدْ آمَنَكَ اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا مَا كُنْتَ تَرْجُو فَأَمَامَكَ.

عبد اللہ کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: مجھے اس بات کو تمہارے سامنے دھرانے سے شرم آتی ہے: تم میں سے ہر ایک اور اس حالت رشک میں فاصلہ نہیں مگر یہ کہ تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ مرنے والے کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: تو جس چیز سے ڈرتا تھا خدا نے تجھے اس سے آمان دی، اور جس چیز کی امید رکھتا تھا خدا نے وہ تیرے سامنے مہیا کر دی ہے۔[1]

۱۲۔ بارھویں حدیث: حارث اعور

عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ قَالَ قَالَ: أَتَيْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع ذَاتَ يَوْمٍ نِصْفَ النَّهَارِ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ قُلْتُ حُبُّكَ وَاللَّهِ قَالَ إِنْ كُنْتَ صَادِقاً لَتَرَانِي فِي ثَلَاثِ مَوَاطِنَ حَيْثُ تَبْلُغُ نَفْسُكَ هَذِهِ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَنْجَرَتِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ وَعِنْدَ الْحَوْضِ.

[1] بحار الانوار: ج۶، ص ۱۸۵، نقل از محاسن برقی، ج۱، ص ۱۷۵. سند میں محمد بن فضیل موجود ہے، جس کی وجہ سے اس پر اعتماد حاصل کر پانا مشکل ہے۔

present ziaraat.com

حارث کہتے ہیں کہ میں ظہر کے وقت امیر المومنینؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: خدا کی قسم آپ کی دوستی (مجھے یہاں لے آئی ہے)۔ امام نے فرمایا: اگر تو سچ کہتا ہے تو تو مجھے تین مقامات پر ضرور دیکھے گا: جب تیری جان حلق تک پہنچ جائے گی، صراط پر اور حوض کوثر کے نزدیک۔[1]

۱۳۔ تیرھویں حدیث: ام سلمہؓ

رَوَى الْمُفِيدُ بِإِسْنَادِهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لِعَلِيٍّ ع يَا عَلِيُّ إِنَّ مُحِبِّيكَ يَفْرَحُونَ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ عِنْدَ خُرُوجِ أَنْفُسِهِمْ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تَشْهَدُهُمْ وَ عِنْدَ الْمُسَاءَلَةِ فِي الْقُبُورِ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تُلَقِّنُهُمْ وَ عِنْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللَّهِ وَ أَنْتَ هُنَاكَ تَعْرِفُهُمْ.

آپ پیغمبرؐ سے روایت فرماتی ہیں کہ آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! تمہارے دوست تین مقامات پر خوشحال ہوں گے: جب وہ جان دے رہے ہونگے تو تم اس وقت ان کے پاس موجود ہوگے، جب قبر میں سوال کیے جائیں گے تو تم انہیں تلقین کروگے، اور اس وقت جب اعمال خدا کے سامنے پیش کیے جارہے ہونگے تو تم ان کی پہچان کرواؤ گے۔[2]

۱۴۔ چودھویں حدیث: اصبغ بن نباتہؓ

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَمِيلِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْكَابُلِيِّ عَنِ الْأَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ: دَخَلَ الْحَارِثُ الْهَمْدَانِيُّ

---

[1] بحارالانوار: ج۶، ص۱۹۵، نقل از دعوات راوندی. حدیث مرسل ہے.

[2] بحارالانوار: ج۶، ص۲۰۰، نقل از مشارق الانوار الیقین. سند مرسل ہے.

present ziaraat.com

عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ ع فِي نَفَرٍ مِنَ الشِّيعَةِ وَ كُنْتُ فِيهِمْ فَجَعَلَ الْحَارِثُ يَتَّئِدُ فِي مِشْيَتِهِ وَ يَخْبِطُ الْأَرْضَ بِمِحْجَنِهِ وَ كَانَ مَرِيضاً فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع وَ كَانَتْ لَهُ مِنْهُ مَنْزِلَةٌ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ يَا حَارِثُ فَقَالَ نَالَ الدَّهْرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنِّي وَ زَادَنِي أَوْباً غَلِيلًا اخْتِصَامُ أَصْحَابِكَ بِبَابِكَ قَالَ وَ فِيمَ خُصُومَتُهُمْ قَالَ فِيكَ وَ فِي الثَّلَاثَةِ مِنْ قَبْلِكَ فَمِنْ مُفْرِطٍ مِنْهُمْ غَالٍ وَ مُقْتَصِدٍ تَالٍ وَ مِنْ مُتَرَدِّدٍ مُرْتَابٍ لَا يَدْرِي أَ يُقْدِمُ أَمْ يُحْجِمُ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا أَخَا هَمْدَانَ أَلَا إِنَّ خَيْرَ شِيعَتِي النَّمَطُ الْأَوْسَطُ إِلَيْهِمْ يَرْجِعُ الْغَالِي وَ بِهِمْ يَلْحَقُ التَّالِي فَقَالَ لَهُ الْحَارِثُ لَوْ كَشَفْتَ فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي الرَّيْنَ عَنْ قُلُوبِنَا وَ جَعَلْتَنَا فِي ذَلِكَ عَلَى بَصِيرَةٍ مِنْ أَمْرِنَا قَالَ قَدْكَ فَإِنَّكَ امْرُؤٌ مَلْبُوسٌ عَلَيْكَ إِنَّ دِينَ اللَّهِ لَا يُعْرَفُ بِالرِّجَالِ بَلْ بِآيَةِ الْحَقِّ فَاعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ أَهْلَهُ يَا حَارِثُ إِنَّ الْحَقَّ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَ الصَّادِعَ بِهِ مُجَاهِدٌ وَ بِالْحَقِّ أُخْبِرُكَ فَأَرْعِنِي سَمْعَكَ ثُمَّ خَبِّرْ بِهِ مَنْ كَانَتْ لَهُ حَصَانَةٌ مِنْ أَصْحَابِكَ أَلَا إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَ أَخُو رَسُولِهِ وَ صِدِّيقُهُ الْأَوَّلُ قَدْ صَدَّقْتُهُ وَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَ الْجَسَدِ ثُمَّ إِنِّي صِدِّيقُهُ الْأَوَّلُ فِي أُمَّتِكُمْ حَقّاً فَنَحْنُ الْأَوَّلُونَ وَ نَحْنُ الْآخِرُونَ وَ نَحْنُ خَاصَّتُهُ يَا حَارِثُ وَ خَالِصَتُهُ وَ أَنَا صَفْوُهُ وَ وَصِيُّهُ وَ وَلِيُّهُ وَ صَاحِبُ نَجْوَاهُ وَ سِرِّهِ أُوتِيتُ فَهْمَ الْكِتَابِ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ وَ عِلْمَ الْقُرُونِ وَ الْأَسْبَابِ وَ اسْتُودِعْتُ أَلْفَ مِفْتَاحٍ يَفْتَحُ كُلُّ مِفْتَاحٍ أَلْفَ بَابٍ يُفْضِي كُلُّ بَابٍ إِلَى أَلْفِ أَلْفِ عَهْدٍ وَ أُيِّدْتُ وَ اتُّخِذْتُ وَ أُمْدِدْتُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ نَفْلًا وَ إِنَّ ذَلِكَ لَيَجْرِي لِي وَ لِمَنْ تَحَفَّظَ مِنْ ذُرِّيَّتِي مَا جَرَى اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ حَتَّى يَرِثَ اللَّهُ الْأَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ أُبَشِّرُكَ يَا حَارِثُ لَتَعْرِفُنِي عِنْدَ الْمَمَاتِ وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ وَ عِنْدَ الْحَوْضِ وَ عِنْدَ الْمُقَاسَمَةِ قَالَ الْحَارِثُ وَ مَا الْمُقَاسَمَةُ قَالَ مُقَاسَمَةُ النَّارِ أُقَاسِمُهَا قِسْمَةً صَحِيحَةً أَقُولُ هَذَا وَلِيِّي فَاتْرُكِيهِ وَ هَذَا عَدُوِّي فَخُذِيهِ ثُمَّ أَخَذَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بِيَدِ الْحَارِثِ- فَقَالَ يَا حَارِثُ أَخَذْتُ بِيَدِكَ كَمَا

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ص بِيَدِي فَقَالَ لِي وَ قَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ حَسَدَ قُرَيْشٍ وَ الْمُنَافِقِينَ لِي إِنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَخَذْتُ بِحَبْلِ اللّٰهِ وَ بِحُجْزَتِهِ يَعْنِي عِصْمَتَهُ مِنْ ذِي الْعَرْشِ تَعَالَى وَ أَخَذْتَ أَنْتَ يَا عَلِيُّ

بِحُجْزَتِي وَ أَخَذَ ذُرِّيَّتُكَ بِحُجْزَتِكَ وَ أَخَذَ شِيعَتُكُمْ بِحُجْزِكُمْ فَمَا ذَا يَصْنَعُ اللّٰهُ بِنَبِيِّهِ وَ مَا يَصْنَعُ نَبِيُّهُ بِوَصِيِّهِ خُذْهَا إِلَيْكَ يَا حَارِثُ قَصِيرَةٌ مِنْ طَوِيلَةٍ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكَ مَا اكْتَسَبْتَ يَقُولُهَا ثَلَاثاً فَقَامَ الْحَارِثُ يَجُرُّ رِدَاءَهُ وَ يَقُولُ مَا أُبَالِي بَعْدَهَا مَتَى لَقِيتُ الْمَوْتَ أَوْ لَقِيَنِي قَالَ جَمِيلُ بْنُ صَالِحٍ وَ أَنْشَدَنِي أَبُو هَاشِمٍ السَّيِّدُ الْحِمْيَرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيمَا تَضَمَّنَهُ هَذَا الْخَبَرُ

قول علی لحارث عجب — کم ثم اعجوبة له حملا

یا حار همدان من یمت یرنی — من مومن او منافق قبلا

یعرفنی طرفه و اعرفه — بنعته و اسمه و ما فعلا

اصبغ کہتے ہیں کہ حارث ہمدانی[1] کچھ شیعوں کے ساتھ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں بھی ان کے ہمراہ تھا، حارث بیمار تھے جس کی وجہ سے ٹھیک سے چل نہیں پا رہے تھے لہذا عصا زمین پر مار مار کر چل رہے تھے۔ جناب امیرؑ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: حارث کیا حال ہے؟ اس نے کہا: دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی ہے یا امیر المومنینؑ اور جس چیز نے میرا

[1] حارث بن عبد اللہ الاعور الھمدانی بزرگ علماء اور تابعین میں سے تھے، جن کی مدح میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں اور ان کی وثاقت میں کوئی شک نہیں، ہر چند کہ علمائے اہلسنت میں ان کی توثیق کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ (الموسوعۃ الرجالیۃ المیسرۃ)

present ziaraat.com

غم و غصہ بڑھا دیا ہے وہ آپ کے دوستوں کا آپ کے بارے میں نزاع ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ کس بارے میں نزاع رکھتے ہیں؟ حارث نے کہا: آپ کے بارے میں اور آپ سے پہلے موجود تین افراد کے بارے میں، پس ان میں سے جنہوں نے کچھ نے افراطی راہ اپنائی تو وہ غالی ہو گئے اور کچھ پیچھے رہ گئے اور کچھ متردد ہو گئے اور انہیں سوجھائی نہ دیا کہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، حضرت نے فرمایا: اے بھائی ہمدانی! بس کر! جان لے کے میرا بہترین شیعہ وہ ہے جو میانہ رو ہو، غالی ان کی جانب لوٹ کے آئیں گے اور پیچھے رہ جانے والے (مقصرین) ان سے آکر ملحق ہونگے۔

حارث نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کاش کے آپ ہمارے دلوں سے زنگ دور فرما کر ہمیں اپنے امر میں کچھ بینش عطا فرماتے۔ (گویا حارث غالیوں کی باتوں سے تکلیف میں تھے اور چاہتے تھے کہ امام اس بارے میں کچھ کہیں)۔ امام نے فرمایا: کافی ہے کہ، تجھ پر مسئلہ مشتبہ ہو گیا ہے، دین خدا افراد سے نہیں بلکہ نشان حق سے پہچانا جاتا ہے، حق کو پہچان تاکہ اہل حق تک رسائی حاصل کر سکے۔ اے حارث! بہترین کلام، مبنی بر حق ہے، اور جو کوئی اسے اعلانیہ طور پر بیان کرتا ہے مجاہد ہے، میں تجھے ایک خبر حق سنا رہا ہوں، اپنے کان میری بات پر دھر اور جو کوئی تیرے دوستوں میں سے قابل اعتماد ہو اس تک یہ بات پہنچا دے۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا: جان لے کہ میں خدا کا بندہ (یعنی غالیوں کی باتیں درست نہیں) اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں، میں وہ ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی، میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت تصدیق کی جب آدم آب و گل کے

present ziaraat.com

درمیان تھے۔[1] اور اس کے بعد بھی میں تمہاری امت میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلے حق کے ساتھ تصدیق کرنے والا میں ہوں، پس ہم ہی اول ہیں اور ہم ہی آخر ہیں، اور ہم ہی اس کے خاص کیے ہوئے ہیں، اے حارث! میں اس کا چنا ہوا ہوں اور میں ہی اس کا وصی و ولی و صاحب راز ہوں، مجھے کتاب کا فہم، فصل الخطاب، علم قرون، اور علم اسباب سے نوازا گیا ہے، میرے پاس ہزار چابیاں بطور امانت رکھوائی گئیں جس میں سے ہر ایک سے ہزار ہزار باب کھلے، اور ان میں کا ہر باب ہزار عہد تک پہنچا، میری لیلۃ القدر کے ذریعے تائید اور مدد کی گئی اور یہ میرے لیے قرار دی گئی اور میری ذریت میں سے ان کے لیے جو اس کی حفاظت کر سکیں، ان کے لیے یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک شب و روز کی گردش باقی ہے یہاں تک خدا زمین اور اس کے اہل کا وارث ہو جائے۔

اے حارث! موت کے وقت، پل صراط، حوض کوثر اور مقاسمے پر مجھے پہچان لینا، حارث نے کہا: یہ مقاسمہ کیا ہے؟ فرمایا: آگ کا حصہ جسے میں صحیح طور پر تقسیم کرونگا، اور اس سے کہوں گا: یہ میرا دوست ہے اس چھوڑ دے اور یہ میرا دشمن ہے اسے اچک لے، اس کے بعد امیر المومنینؑ نے حارث کا ہاتھ تھاما، اور گویا ہوئے: اے حارث! میں نے (اس وقت) تیرا ہاتھ ویسے ہی پکڑا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما تھا، یہ تب کی بات ہے جب میں نے آپؐ کی خدمت میں قریش اور منافقین کے حسد کا گلا کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جب روز قیامت آئے گا تو میں حبل اللہ اور اس کے دامن کو جو عرش علا کی عصمت میں سے ہو

[1] عالم ارواح واشباح میں جو آپ کی دنیاوی پیدائش سے ہزاروں سال قبل تھا، جہاں خدا نے اپنی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا تمام ارواح سے میثاق لیا تھا۔

present ziaraat.com

گا تھاموں گا، اور یا علیؑ تم میرا دامن تھاموں گے، اور تیری ذریت تیرا دامن تھامے گی، اور تمہارے شیعہ تیری ذریت کا دامن تھامیں گے، تو کیا سوچتا ہے کہ خدا اپنے رسولؐ کے ساتھ کیا کرے گا؟ اور پیغمبرؐ اپنے وصی کے ساتھ کیا کرینگے؟ اے حارث! بس اس مفصل داستان میں سے یہی مختصر بیان سنبھالے رکھ، اس کے بعد آپ نے تین مرتبہ فرمایا: تو اس کے ساتھ ہے جسے تو دوست رکھتا ہے پس تجھ پر (واجب) ہے کہ (اعمال صالحہ) میں سے جو کچھ بھی ہو سکے کما لے۔ اس وقت حارث (جو بسبب شوق عالم وجد میں آ گئے تھے) اٹھ کھڑے ہوئے اس حال میں کہ ان کی عبا زمین پر خط کھینچ رہی تھی اور وہ کہتے جاتے تھے: اس کے بعد مجھے کوئی خوف نہیں کہ موت مجھ پر آ پڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔

جمیل بن صالح کہتا ہے کہ سید حمیری نے اس حدیث کو ہمارے لیے نظم کیا تھا: علیؑ کا حارث سے کلام کرنا بڑا ہی عجیب ہے، اور کتنی ہی عجیب چیزیں خود ان کے ساتھ تھیں، کہا: اے حارث! کوئی مومن یا منافق نہیں مرتا مگر یہ کہ مرنے سے قبل مجھے دیکھتا ہے، وہ مجھے نگاہ سے پہنچانتا ہے اور میں بھی اسے اس کی خصوصیات، نام اور اس کے کردار سے پہچانتا ہوں۔۔[1]

۱۵۔ پندھویں حدیث: ابو بصیرؒ

حَمَّادُ بْنُ عِيسَى عَنْ حُسَيْنِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۷۸، نقل از امالی شیخ مفیدؒ، مجلس ۱، حدیث ۳؛ امالی شیخ طوسیؒ: ص۶۳۶، مجلس ۱۲؛ یہی بشارۃ المصطفی اور کشف الغمہ میں کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کی گئی ہے. اس سند میں موجود دوسرا، تیسرا اور چوتھا راوی مجہول ہیں.

present ziaraat.com

إِذَا مَاتَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ص وَ عَلِيّاً بِحَضْرَتِهِ.

ابو بصیر امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب مومن دنیا سے جانے لگتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیؑ کو دیکھتا ہے۔[1]

وہ احادیث جن میں حدیث دیدار کے حق میں قرائن موجود ہیں

اب تک جو روایات ذکر کی گئیں ان میں صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے دیدار سے متعلق بیان موجود تھا، لیکن اس کے علاوہ تین قسم کی روایات اور بھی ہیں جن میں ہر چند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے دیدار کی تصریح تو موجود نہیں، لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ ان میں بھی انہی ذوات مقدسہ کا دیدار مقصود ہے۔

پہلی قسم:

وہ روایات جن میں وارد ہوا ہے کہ محتضر سے کہا جائے گا: تیرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علیؑ ہیں۔ روایت کچھ یوں ہے: ابْنُ فَضَّالٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَوَّاضٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ إِذَا بَلَغَتْ نَفْسُ أَحَدِكُمْ هَذِهِ قِيلَ لَهُ أَمَّا مَا كُنْتَ تَحْزَنُ مِنْ هَمِّ الدُّنْيَا وَ حُزْنِهَا فَقَدْ أَمِنْتَ مِنْهُ وَ يُقَالُ لَهُ أَمَامَكَ رَسُولُ اللَّهِ وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَام.

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص ۲۰۰، نقل از کتاب حسین بن سعید. اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

present ziaraat.com

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کسی کی جان حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو اس سے کہا جاتا ہے: جس چیز نے تجھے دنیا کے غم و غصے میں مبتلا کر رکھا تھا اس سے تو نے آمان پائی، پھر اس سے کہا جائے گا: دیکھ تیرے سامنے رسول اللہ ﷺ علیؑ اور جناب فاطمہؑ ہیں۔ [1]

ایک اور حدیث اس طرح نقل کی گئی ہے:

أَبِي عَنِ النَّضْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ يَحْيَى الْحَلَبِيِّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ الطَّائِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع إِنَّ أَشَدَّ مَا يَكُونُ عَدُوُّكُمْ كَرَاهَةً لِهَذَا الْأَمْرِ إِذَا بَلَغَتْ نَفْسُهُ هَذِهِ وَ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ وَ أَشَدَّ مَا يَكُونُ أَحَدُكُمْ اغْتِبَاطاً بِهَذَا الْأَمْرِ إِذَا بَلَغَتْ نَفْسُهُ هَذِهِ وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ فَيَنْقَطِعُ عَنْهُ أَهْوَالُ الدُّنْيَا وَ مَا كَانَ يُحَاذِرُ مِنْهَا وَ يُقَالُ أَمَامَكَ رَسُولُ اللَّهِ وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا فَاطِمَةَ فَلَا تَذْكُرْهَا.

امام صادقؑ نے فرمایا: تمہارے دشمنوں پر جنہیں یہ امر کھلتا ہے بڑا ہی شدید ہوتا ہے جب ان کی جان ان کے حلق میں آ اٹکتی ہے اور تمہارے لیے یہی امر بہت ہی خوشی کا باعث بنتا ہے جب تمہاری جان حلق تک پہنچ جاتی ہے، پس اس وقت دنیا کے تمام معاملات منقطع ہو جاتے

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۴، نقل از محاسن برقی: ج۱، ص۱۷۵ (یہی حدیث ایک اور سند سے الکافی: ج۳، ص۱۳۴ (ط۔اسلامیہ) میں بھی نقل کی گئی ہے)۔ یہی حدیث محاسن میں ایک اور سند کے ساتھ بھی مروی ہے: ابن فضال عن ابن ابی جملیہ عن ابی بکر الحضرمی عن ابی عبد اللہ۔۔ اس حدیث میں امام حسن و حسین علیہما السلام کے اسماء کا بھی اضافہ ہے۔ البتہ یہ سند ابی جمیلہ مفضل بن صالح کی وجہ سے محل تامل ہے۔ لیکن پہلی سند جسے متن کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، معتبر ہے۔

present ziaraat.com

ہیں اور کہا جاتا ہے، تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ اور فاطمہؑ ہیں، لیکن تم (بیان کرتے ہوئے) فاطمہؑ کا ذکر نہ کرنا۔[1]

دوسری قسم:

متعدد روایات جو کہتی ہیں: جانکنی اور موت کا عالم مومن کے لیے بہترین وقت ہوتا ہے، جب دوسروں اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوتا ہے جس سے اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ برقی سند صحیح کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

أَبِي عَنِ النَّضْرِ عَنْ يَحْيَى الْحَلَبِيِّ عَنْ شَجَرَةَ أَخِي بَشِيرٍ النَّبَّالِ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يُعَايِنَ مَا تَقَرُّ بِهِ عَيْنُهُ إِلَّا أَنْ تَبْلُغَ نَفْسُهُ هَذِهِ وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ.

امام صادقؑ فرماتے ہیں: تم میں سے ہر ایک فرد اور اس چیز کے درمیان جسے لوگ دیکھتے ہیں اور جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں، کوئی فاصلہ نہیں، مگر یہ کہ تمہاری جان حلق تک پہنچ جائے۔[2]

ان روایات متعددہ[3] میں، گرچہ صریحاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے دیدار کے بارے میں بیان وارد نہیں ہوا لیکن دوسری روایات کے قرینے سے جن میں یہی تعبیر موجود

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۴، نقل از محاسن برقی: ج۱، ص۱۷۵. سند روایت صحیح ہے.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۴، نقل از محاسن برقی: ج۱، ص۱۷۴. اس سند میں موجود تمام افراد امامی اور ثقہ ہیں، اور شجرة، وہی شجرہ ابن میمون ہیں جو ثقہ ہیں۔ (فہرست نجاشی: ترجمہ علی بن شجرة).

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۳؛ ج۱۵، ص۱۸۹.

present ziaraat.com

ہے: (ایک چیز کا دیکھنا جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں،) اور اس کے بعد ان ہستیوں کے حضور کی خبر دی گئی ہے، سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہاں بھی مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیرؑ کا درک حضور ہی ہے۔

تیسری قسم:

یہ قسم احادیث بشارت پر مشتمل ہے، جن کی تعداد فراوان ہے۔ ان کا مضمون کچھ یوں ہے: جان نکلتے وقت شیعوں کو بشارت دی جاتی ہے کہ انہیں ہر وہم سے آمان دی گئی اور وہ جو امید رکھتے تھے انہیں حاصل ہو گئی۔

جیسا کہ ابو عمرو برّاز[1] کی روایت: صَفْوَانُ عَنِ ابْنِ مُسْكَانَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الْبَزَّازِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ ع جُلُوساً فَقَامَ فَدَخَلَ الْبَيْتَ وَ خَرَجَ فَأَخَذَ بِعِضَادَتَيِ الْبَابِ فَسَلَّمَ فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ وَ اللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ رِيحَكُمْ وَ أَرْوَاحَكُمْ وَ إِنَّكُمْ لَعَلَى دِينِ اللَّهِ وَ دِينِ مَلَائِكَتِهِ وَ مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يَرَى مَا تَقَرُّ بِهِ عَيْنُهُ إِلَّا أَنْ تَبْلُغَ نَفْسُهُ هَاهُنَا وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَنْجَرَتِهِ وَ قَالَ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ أَعِينُوا عَلَى ذَلِكَ بِوَرَعٍ.

حفص کہتے ہیں: میں امام باقرؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا، کہ امام اٹھے اور گھر کے اندر چلے گئے، اور کچھ دیر بعد واپس آئے اس حال میں کہ آپ نے دونوں ہاتھ دروازے کے اوپر رکھے ہوئے تھے، آپ نے سلام کیا، ہم نے جواب دیا، اس کے بعد فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہاری اور تماری

---

[1] ان کا نام حفض بن سلیمان اسدی ہے، جو عاصم کی قرات کے مشہور قاری اور فن قرائت میں پیشوا مانے جاتے ہیں. (قاموس الرجال: ج ۳، ص ۵۸۲)

present ziaraat.com

روح کی خوشبو کو پسند کرتا ہوں، تم اس دین پر ہو جو خدا اور اس کے فرشتوں کا دین ہے، تم میں سے ہر نفر اور اس چیز کے درمیان جو آنکھوں کو روشنی بخش دے کوئی فاصلہ نہیں مگر یہ کہ اس کی جان حلقوم تک پہنچ جائے۔ پس تقوی الٰہی اختیار کرو اور پرہیز گاری سے اس امر میں مدد لو۔[۱]

بحار الانوار میں علامہ مجلسیؒ نے یہ روایات امیر المومنین، امام باقر اور امام صادق علیہم السلام کے ۱۴ اصحاب سے نقل کی ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

عبد الحمید بن غوّاض؛ عمار بن مروان؛ ابو بصیر؛ ابو عمرو بزار؛ بشیر الکناسی؛ قتیبۃ الاعشی؛ عبد اللہ بن ولید نخعی؛ عبد اللہ بن ابی یعفور؛ ابو بکر حضرمی؛ شجرہ بن میمون؛ محمد بن مسلم؛ کلیب بن معاویہ بن اسدی؛ ابو حمزہ ثمالی؛ عبد الرحیم قصیر۔[۲]

ہر چند ان روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے دیدار سے متعلق صریح بیان نہیں آیا لیکن ان روایات کا مضمون اور سیاق جو حدیث دیدار سے مشابہ ہے، یہ بات بخوبی سمجھا دیتا ہے کہ یہ بشارت ان ہستیوں کے دیدار کا ہی وقت ہے۔ اور شاید قتیبہ اعشی سے مروی روایت میں یہی نکتہ مورد نظر ہے: صَفْوَانُ عَنْ قُتَيْبَةَ الْأَعْشَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ع يَقُولُ عَادَيْتُمْ فِينَا الْآبَاءَ وَ الْأَبْنَاءَ وَ الْأَزْوَاجَ وَ ثَوَابُكُمْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ أَحْوَجَ مَا تَكُونُونَ فِيهِ إِلَى حُبِّنَا إِذَا بَلَغَتِ النَّفْسُ هَذِهِ وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ. قتیبہ کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا: تم نے ہماری خاطر اپنے اجداد، بیٹوں اور بیویوں سے دشمنی مول لی، تمہارا اجر خدا کے ذمہ ہے، وہ موقع جب

[۱] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۸، نقل اس کتاب حسین بن سعید۔ سند معتبر ہے.

[۲] بحار الانوار: ج۶، ص۱۷۷ تا ۲۰۰.

present ziaraat.com

تمہیں سب سے زیادہ ہماری محبت کی ضرورت ہو گی، وہ وقت ہے جب تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے گی۔[1]

نتیجہ یہ کہ اس بارے میں موجود مجموعہ روایات کہ جن میں سے متعدد معتبر سند کی حامل ہیں، قطع و یقین حاصل ہونے کا سبب ہیں۔ جس سے اس بات میں تردید باقی نہیں بچتی کہ مرنے والے کے پاس رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ تشریف لاتے ہیں۔

حدیث دیدار اور علمائے اہلسنت

جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس سے محتضر کا دیدار رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ کرنا روز روشن کی طرح واضح، قطعی اور بلا تردید ہے۔ ہر چند اہلسنت کے یہاں اس حوالے سے روایات نقل نہیں ہوئیں، البتہ پھر بھی علمائے اہلسنت میں سے دو نفر ایسے ہیں جو یہ روایات (کسی بھی زمرے میں سہی) کم از کم نقل ضرور کر گئے ہیں:

۱)۔ **حافظ ابو نعیم:** عَنْ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع وَ رَوَى الشَّعْبِيُّ وَ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْهُ ع وَ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يُحِبُّنِي إِلَّا رَآنِي حَيْثُ يُحِبُّ وَ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يُبْغِضُنِي إِلَّا رَآنِي حَيْثُ يَكْرَهُ.

اپنی سند سے ہندا لجملی کے توسط سے امیر المومنینؑ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کوئی شخص بھی جو مجھے دوست رکھتا ہے نہیں مرتا مگر یہ کہ مرتے وقت مجھے اسی طرح

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۱، نقل از کتاب حسین بن سعید. اس حدیث کی سند صحیح ہے. کیونکہ صفوان یا تو ابن مہران ہے یا ابن یحیی اور دونوں ہی ثقہ ہیں اور قتیبہ بھی ثقہ اور جلیل القدر ہیں. فہرست نجاشی: رقم ۸۶۹.

present ziaraat.com

دیکھتا ہے جیسے مجھ سے محبت کرتا ہے، اور میرا کوئی دشمن بھی نہیں مرتا مگر یہ کہ مجھے دیکھتا ہے اس صورت میں کہ تڑپ جاتا ہے۔[1]

۲)۔ سلیمان حنفی قندوزی: اپنی کتاب میں کہتے ہیں: علیؑ نے جب حارث ہمدانی کو ان کی صحت کی خرابی اور آخرت کے خوف سے پریشان دیکھا تو ان سے کہا:

یا حار ہمدان من یمت یرنی۔۔۔الی آخر۔[2]

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ کا یہ فرمان ہے کہ: فَإِنَّكُمْ لَوْ قَدْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ إِ وَ سَمِعْتُمْ وَ أَطَعْتُمْ وَ لَكِنْ مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا وَ قَرِيبٌ مَا يُطْرَحُ الْحِجَاب. (یعنی اگر تم وہ دیکھتے جو تمہارے مردوں نے دیکھا تو وحشت کی وجہ سے بے تابی کا اظہار کرتے اور مضطرب ہو جاتے اور (جب تک زندہ رہتے) فرماں برداری کرتے، لیکن انہوں نے جو کچھ دیکھ لیا ہے وہ تم سے پوشیدہ ہے، البتہ یہ پردہ جلد ہی ہٹا دیا جائے گا)۔

ابن ابی الحدید اس کی شرح میں لکھتا ہے: ممکن ہے جناب امیرؑ کا (جو کچھ تمہارے مردوں نے دیکھا) سے مقصود خود اپنا ہی مشاہدہ ہو، اور یہ وہی بات ہے جسے آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ کوئی نہیں مرتا جب تک کہ علیؑ کو اپنے پاس حاضر نہ دیکھ لے، ویسے ہی جیسے شیعہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور امیر المومنینؑ سے شعر روایت کرتے ہیں جو آپ نے حارث ہمدانی سے فرمائے تھے: (اس کے بعد شعر نقل کرتا ہے)

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۱، نقل از مناقب ابن شہر آشوب کہ انہوں نے ابو نعیم سے۔

[2] ینابیع المودۃ: ص۶۹، باب ۱۴۔

present ziaraat.com

پھر کہتا ہے: اگر ثابت ہو جائے کہ جناب امیرؑ نے اپنے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے تو یہ کوئی نہ ہو سکنے والا (امر محال) نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے: وَإِن مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ[1] اس آیت کے بارے میں بہت سے مفسرین نے لکھا ہے: تمام اہل کتاب مرتے دم عیسیٰؑ کو اپنے پاس دیکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔[2]

امام علیؑ کی جناب عیسیٰؑ کے ساتھ مشابہت

ہماری روایات میں مذکورہ آیت کے سلسلے میں جناب امیرؑ کے مرنے والے کے پاس تشریف لانے کے حوالے سے بہت ہی لطیف انداز میں استفادہ کیا گیا ہے:

فرات بن إبراهيم عُبَيْدُ بْنُ كَثِيرٍ مُعَنْعَناً عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص يَا عَلِيُّ إِنَّ فِيكَ مَثَلًا مِنْ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَ إِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً يَا عَلِيُّ إِنَّهُ لَا يَمُوتُ رَجُلٌ يَفْتَرِي عَلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَ يَقُولَ فِيهِ الْحَقَّ حَيْثُ لَا يَنْفَعُهُ ذَلِكَ شَيْئاً وَ إِنَّكَ عَلَى مَثَلِهِ لَا يَمُوتُ عَدُوُّكَ حَتَّى يَرَاكَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَتَكُونَ عَلَيْهِ غَيْظاً وَ حُزْناً حَتَّى يُقِرَّ بِالْحَقِّ مِنْ أَمْرِكَ وَ يَقُولَ فِيكَ الْحَقَّ وَ يُقِرَّ

---

[1] نساء: ۱۵۹.

[2] شرح نہج البلاغہ: ج۱، ص۱۱۶.

present ziaraat.com

بِوَلَايَتِكَ حَيْثُ لَا يَنْفَعُهُ ذَلِكَ شَيْئاً وَ أَمَّا وَلِيُّكَ فَإِنَّهُ يَرَاكَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَتَكُونُ لَهُ شَفِيعاً وَ مُبَشِّراً وَ قُرَّةَ عَيْنٍ.

امام صادقؑ اپنے اجداد کے توسط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یا علیؑ! تم میں اور عیسیٰؑ میں ایک مشابہت ہے، خدا فرماتا ہے: اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے قبل عیسیٰؑ پر ایمان نہ لے آئے اور وہ بروز حشر ان پر گواہ ہے۔

اے علیؑ! کوئی ایسا نہیں کہ جس نے جناب عیسیٰؑ پر تہمت باندھی (کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں) مگر یہ کہ قبل از موت ان پر ایمان لایا اور ان کے بارے میں حقیقت کا معتقد ہو گیا، لیکن (یہ سب کچھ اس وقت ہوا) جب اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ تم بھی عیسیٰؑ کی مانند ہو، تیرا دشمن نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ تجھے دیکھتا ہے اور یہ اس کے لیے غم وغصے کا باعث بنے گا، وہ آخر کار تیری ولایت کا اعتراف کرے گا لیکن (یہ سب اس وقت ہو گا) جب اس کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا۔ لیکن جب تیرا دوست ہنگام مرگ تجھے دیکھے گا، تو وہ تجھے بشارت دہندہ، شفیع اور روشنی چشم کا سبب پائے گا۔[1]

بلکہ ایک اور روایات میں جابر نے امام باقرؑ سے یوں روایت نقل کی ہے: عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي قَوْلِهِ وَ إِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَ يَوْمَ الْقِيامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً قَالَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ مِنْ جَمِيعِ الْأَدْيَانِ يَمُوتُ إِلَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ص وَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَقّاً مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِين.

[1] بحار الانوار: ج۶، ص ۱۹۴، نقل از تفسیر فرات: ص ۱۱۶۔

present ziaraat.com

تمام ادیان اولین و آخرین میں سے کسی دین کا کوئی پیروکار نہیں جو مرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ کو نہ دیکھے۔[1]

مؤیدات حدیث دیدار

طول تاریخ میں زمان آئمہ سے لے کر دور حاضر تک، ایسے متعدد واقعات رونما ہوئے جو مذکورہ روایات کی تائید کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے اپنے دوست اور دشمن کی بالین پر حضور کو بیان کرتے ہیں؛ ہم ان میں سے چند نمونوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ سید حمیری نجات پا گیا:

حسین بن عون کہتے ہیں: میں سید بن محمد حمیری[2] جو حالت احتضار میں تھے کے پاس عیادت کی غرض سے گیا، اس وقت وہاں پر ان کے کچھ ہمسائے بھی موجود تھے جو عثمانی العقیدہ

---

[1] بحارالانوار: ج۶، ص۱۸۸، نقل از تفسیر عیاشی: ج۱، ص۳۱۰.

[2] ان کا نام اسماعیل بن محمد اور لقب سید تھا. ہر چند کہ وہ اولاد پیمبرؐ نہیں تھے لیکن اپنے اشعار میں حمایت اہلبیتؑ اور دفاع ولایت کرنے کی وجہ سے لقب 'سید' سے ملقب ہوئے، ان کے ماں باپ ناصبی تھے، لیکن بقول خود ان کے: رحمت الٰہی میرے شامل حال ہوئی اور میں شیعہ ہو گیا۔ (الغدیر: ج۲، ص۲۳۲) جب ان کے والدین کو معلوم ہوا کہ یہ شیعہ ہو گئے ہیں تو انھوں نے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی، یہ وہاں سے فرار کر گئے، اور کیونکہ ان کے والدین امیر المومنینؑ کو ناسزا کہتے اور ان پر لعن کیا کرتے تھے، لہذا سید نے اپنے اشعار میں اپنے والدین سے اظہار بیزاری کرتے ہوئے ان پر لعن کی، وہ کہتے ہیں: لعن اللہ والدی جمیعا

present ziaraat.com

تھے۔ اچانک کیا دیکھا کہ سید جو اچھی شکل و صورت، کشادہ پیشانی اور بلند گردن کے حامل تھے، کے چہرے پر ایک سیاہ نقطہ نمودار ہوا جو پھیلتا گیا یہاں تک کہ تمام صورت سیاہ ہو گئی۔[1] یہ وضیعت دیکھ کر ان کی بالین پر موجود شیعہ پریشان اور غمگیں ہو گئے، جبکہ ناصبی خوش ہونے

ثم اصلاهما عذاب الجحیم۔۔۔(الغدیر: ج ۲، ص ۲۳۴)۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شیعہ حضرات کے یہاں بہت احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے. وہ بزرگ ترین مداحین اہلبیتؑ اور شعراء اسلام میں سے ہیں. انہیں جاہلیت اور اسلام کے تین بڑے شعراء میں شمار کیا گیا ہے جس نے کسی بھی دوسرے شاعر سے زیادہ شعر کہے، دوسرا نفر بشار اور تیسرا ابوالعتاھیہ ہے. کچھ کا کہنا ہے: کہ آج تک نہیں دیکھا گیا کہ کوئی شاعر اتنے شعر کہے اور وہ سب کے سب نیک ہوں مگر سید کے علاوہ. (الغدیر: ج ۲، ص ۲۳۷) وہ اپنے اشعار میں مدح و فضائل اہلبیتؑ بلخصوص مدح جناب امیرؑ اور ان کے دشمنوں کی مذمت نظم کیا کرتے تھے اور انہوں نے اس وادی میں ایسا غوغا برپا کر دیا تھا کہ آئے دن علمائے مخالف کے تیر و تبر کا نشانہ بنے رہتے تھے، اسی بات سے ان کی عظمت کا اندازا لگایا جا سکتا ہے. ایک دن یہ گھوڑے پر بہت ہی قیمتی لباس زین تن کر کے سوار ہوئے اور کوفے کے باسیوں سے خطاب کر کے کہا: جو کوئی بھی مجھے مولا مومنانؑ کی کوئی ایک ایسی فضیلت سنائے جسے میں نے شعر کے قالب میں نہ ڈھلا ہو تو میں یہ گھوڑا اور لباس ارزش مند اسے دے دونگا. لوگ آتے جاتے اور فضائل جناب امیرؑ بیان کرتے جاتے، اور وہ ہر ہر فضیلت کے بارے میں اپنے نظم کیے ہوئے اشعار سناتے جاتے، پھر ایک شخص ایک ایسی فضیلت لایا جس کے بارے میں سید نے شعر نہیں کہا تھا، کچھ دیر سوچا اور پھر گویا ہوئے: میں نے اس بارے میں شعر نہیں کہا، اس وقت وہ گھوڑے کے نیچے اترے اور اس کی لگام اس بندے کو تھما دی اور لباس بھی اسے بخش دیا، اور وہیں کھڑے کھڑے اس فضیلت کو بھی شعر میں نظم کر ڈالا۔ (الغدیر: ج ۲، ص ۲۴۱)

[1] بیان کیا گیا ہے کہ یہ عقوبت اور سختی ایک گناہ کا اثر تھی، اور وہ تھا کچھ سلاطین جور کی مدح بیان کرنا. (حاشیہ تنقیح المقال: ج ۱۰، ص ۳۱۳)

present ziaraat.com

لگے، انہوں نے اپنا رخ نجف کی جانب کیا اور کہا: یا امیر المومنینؑ کیا آپ اپنے محبوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ اور یہ جملہ تین مرتبہ دھرایا۔[1] ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ اسی جگہ سے ایک سفید نقطہ نمودار ہونا شروع ہوا جو تمام صورت پر پھیل گیا اور ان کی صورت نورانی اور درخشاں ہوگئی! سید اس حال میں مسکرائے اور یہ شعر پڑھنے لگے:

کَذَبَ الزَّعِمُونَ اَنَ عَلِیّاَ لَن یُنجِیَ مُحِبَّهُ مِن هَنَاةِ

قَد وَ رَبِّی دَخَلتُ جَنَّةَ عَدنِ وَ عَفَا لِی الاِلَهُ عَن سَیِّئَاتِی

فَاَبشِرُوا الیَومَ اَولِیَاءَ عَلِیِ وَ تَوَلَّوا عَلِیَّاحَتّیٰ المَمَاتِ

ثُمَّ مِن بَعدِهِ تَوَلَّوا بَنِیهِ وَاحِداً بَعدَ وَواحِدِ بِالصِّفَاتِ

جھوٹے ہیں وہ جو یہ سوچتے ہیں کہ علیؑ اپنے محب کو برائی سے نجات نہیں دلاتے، خدا کی قسم میں داخل بہشت عدن ہوا اور خدا نے میرے گناہ بخش دیے۔ آج علیؑ کے دوستوں کو بشارت دے دو تاکہ وہ مرتے دم تک علیؑ کی ولایت پر جمے رہیں اور ان کے بعد ایک کے بعد ایک آنے والے ان کے بیٹوں کی ولایت پر جو معین صفات کے حامل ہوں ڈٹے رہیں۔

اس کے بعد کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ حَقّاً حَقّاً أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ ص حَقّاً حَقّاً أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيّاً أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ حَقّاً حَقّاً وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. پھر ان کی گردن ڈھلک گئی اور انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بعد از این حسین بن عون امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے مرنے والے کے پاس پنجتن کے حضور سے متعلق حدیث نقل کرتے

[1] الغدیر: ج ۲، ص ۲۷۳.

present ziaraat.com

ہیں اور کہتے ہیں: جیسے ہی یہ خبر منتشر ہوئی، موافق و مخالف اپنے گھروں سے نکل آئے اور انہوں سے سید کے جنازے میں شرکت کی۔[1]

۲۔ خدا کی قسم اس نے انہیں دیکھ لیا!

مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ أَيُّوبَ عَنِ الْعَمْرَكِيِّ عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ حَضَرَ أَحَدَ ابْنَيْ سَابُورَ وَ كَانَ لَهُمَا وَرَعٌ وَ إِخْبَاتٌ فَمَرِضَ أَحَدُهُمَا وَ لَا أَحْسَبُهُ إِلَّا زَكَرِيَّا بْنَ سَابُورَ قَالَ فَحَضَرْتُهُ عِنْدَ مَوْتِهِ قَالَ فَبَسَطَ يَدَهُ ثُمَّ قَالَ ابْيَضَّتْ يَدِي يَا عَلِيُّ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع وَ عِنْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ فَلَمَّا قُمْتُ مِنْ عِنْدِهِ ظَنَنْتُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ أَخْبَرَهُ بِخَبَرِ الرَّجُلِ فَأَتْبَعَنِي بِرَسُولٍ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ أَخْبِرْنِي خَبَرَ الرَّجُلِ الَّذِي حَضَرْتَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ أَيَّ شَيْءٍ سَمِعْتَهُ يَقُولُ قُلْتُ بَسَطَ يَدَهُ فَقَالَ ابْيَضَّتْ يَدِي يَا عَلِيُّ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع رَآهُ وَ اللَّهِ رَآهُ وَ اللَّهِ رَآهُ وَ اللَّهِ.

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص ۲۴۲، نقل از امالی شیخ: ص ۴۲. بحار الانوار: ج۶، ص۱۹، نقل از کشف الغمہ: ج ۲، ص ۴۰. تاریخ میں آیا ہے: جب سید کی موت کی خبر کوفہ والوں تک پہنچی، تو ۷۰ کفن ان کے لیے بھیجے گئے، ان کے جنازے میں ایک انبوہ کثیر نے شرکت کی، ہارون رشید نے اپنے بھائی کو کفن و عطر کے ساتھ سید کے تشیع جنازہ میں شرکت کے لیے بھیجا، سید کو وہی کفن دیا گیا، اور ہارون کے بھائی علی بن مہدی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جس میں شیعوں کی روش کے مطابق ۵ تکبروں کے ساتھ نماز ادا کی گئی، وہ اس وقت تک ان کی قبر کے کنارے کھڑا رہا جب تک انہیں سپرد خاک نہیں کر دیا گیا۔ سید کی ولادت ۱۰۵ ہجری میں اور وفات ہارون رشید کے دور خلافت میں بغداد میں ۱۷۹، یا ۱۷۸ یا ۱۸۳ ہجری میں ہوئی۔ (الغدیر: ج ۲، ص ۲۷۲)

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

سعد بن یسار سے روایت ہے کہ میں وقت احتضار سابور کے دو بیٹوں (زکریا اور یحییٰ) میں سے کسی ایک کے پاس گیا کہ دونوں ہی حامل فضیلت و تقویٰ تھے اور اغلب یہ ہے کہ زکریا کے پاس گیا تھا، میں اس کے نزدیک گیا، اس نے اپنا ہاتھ کھولا اور کہنے لگا: یا علی میرا ہاتھ سفید (نورانی) ہو گیا۔ راوی کہتا ہے میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، محمد بن مسلم بھی وہیں موجود تھا، میں نے سوچا کہ محمد بن مسلم نے زکریا کا واقعہ امام کے سامنے بیان کر دیا ہو گا، میں وہاں سے اٹھ کر باہر نکلا تو امام نے کسی کو میرے پیچھے دوڑایا، میں امام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اس شخص سے جس کی جانکنی کے عالم میں تو اس کے پاس موجود تھا، کیا سنا؟ میں نے عرض کی: اس نے اپنا ہاتھ کھولا اور کہا: یا علیؑ! میرا ہاتھ سفید ہو گیا۔ امام صادقؑ نے تین بار فرمایا: خدا کی قسم اس نے اسے (یعنی علیؑ) کو دیکھ لیا۔[1]

۳۔ مجھے تم سے کیا کام اے علیؑ!؟

الْعِدَّةُ عَنْ سَهْلٍ عَنِ ابْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَبْدِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: كَانَ خَطَّابٌ الْجُهَنِيُّ خَلِيطاً لَنَا وَ كَانَ شَدِيدَ النَّصْبِ لِآلِ مُحَمَّدٍ ص وَ كَانَ يَصْحَبُ نَجْدَةَ الْحَرُورِيَّ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ أَعُودُهُ لِلْخُلْطَةِ وَ التَّقِيَّةِ فَإِذَا هُوَ مُغْمًى عَلَيْهِ فِي حَدِّ الْمَوْتِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا لِي وَ لَكَ يَا عَلِيُّ فَأَخْبَرْتُ بِذَلِكَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع رَآهُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ رَآهُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ رَآهُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ.

---

[1] بحاالانوار: ج۶، ص۱۹۲، نقل از رجال کشی در معرفۃ الرجال: ص۶۲۶، ح۶۱۴؛ الکافی: ج۳، ص۱۳۔ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔

present ziaraat.com

عبد اللہ بن یعفور کہتے ہیں: خطاب جُہنی نامی شخص آل محمد ﷺ سے شدید بغض رکھتا تھا۔ وہ اصحاب نجد حروری (کوفے کے نزدیک علاقہ حروراء کے خوارج کا سردار) میں سے تھا۔ میں از جہت تقیہ اور اس نشت و برخاست کی رعایت کی غرض سے جو اس کے اور میرے درمیان تھی اس سے ملنے گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا آخری وقت ہے، میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا: مجھے تم سے کیا کام اے علیؑ! جب میں نے یہ واقعہ امام صادقؑ کو سنایا تو آپ نے ۴ مرتبہ فرمایا: رب کعبہ کی قسم اس نے انہیں (یعنی علیؑ کو) دیکھ لیا۔[1]

۴۔ مجھے اٹھا کر بٹھاؤ، امیر المومنینؑ آگئے!

مرحوم آیت اللہ حسین قمیؒ آیت اللہ ابو الحسن اصفہانیؒ کے بعد بہت ہی کم مدت میں مقام مرجعیت تک پہنچ گئے تھے۔ ان کی رضا خان شاہ کے مقابل مبارزاتی سیرت مشہور ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ ایک عالم ان افراد سے جو ان کی بالین پر موجود تھے نقل کرتے ہیں: انہوں نے مرنے سے پہلے فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھاؤ! حاضرین نے سوچا کہ وہ عالم بیہوشی میں ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے دوسری بار نہایت ہی سنجیدگی کے ساتھ کہا: مجھے اٹھا کر بٹھاؤ! امیر المومنینؑ تشریف لے آئے ہیں! انہیں بیٹھایا

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۹، نقل از الکافی: ج۳، ص۱۳۳۔ اس سند میں موجود تمام افراد معتبر ہیں، ہر چند کہ سہل بن زیاد مورد اختلاف ہے پر بنا بر اقوی معتبر ہے۔

present ziaraat.com

گیا، انہوں نے اسی حالت میں کہا: السلام علیک یاامیر المومنینؑ، اور اس کے بعد لیٹ گئے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔[۱]

۵۔ سلام علیکم، خوش آمدید:

آیت اللہ نور الدین اراکی، اکابر علماء و مجتہدین و مفسرین متاخرین میں سے تھے۔ آیت اللہ سید احمد خوانساری نقل کرتے ہیں: وہ رات جس کی صبح آقائے اراکی رحمت خدا کے دامن سے پیوست ہوئے، ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، وہ شدت بیماری کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے اور ان کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں، ہم کچھ دیر بیٹھے اور پھر اٹھ گئے، صبح کے وقت خبر ملی کے انہوں نے داعی اجل کی آواز پر لبیک کہا، سارے شہر میں تعطیل ہو گئی، لوگوں اور ماتمی دستوں نے ان کے جنازے میں شرکت کر کے عزاداری کی۔ ان کے جنازے میں وہ طبیب بھی تھا جو صبح تک ان کے ساتھ مصرف رہا تھا۔ اس نے کہا: آپ کے جانے کے بعد جب آدھی رات گزرے دو گھنٹے ہو چکے تھے، انہوں نے آنکھیں کھولیں اور اٹھ بیٹھے، ان کے چہرے کی رنگت تقریبا پہلے جیسی ہو گئی، انہوں نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا (جیسے کوئی سامنے بیٹھا ہو) اور اپنی داہنی جانب سے سلام کرنا شروع کیا: سلام علیکم، خوش آمدید، سلام علیکم، خوش آمدید۔ اور اسی طرح کمرے کے اطراف میں اشارہ کرتے جاتے اور سلام کرتے جاتے، اس کے بعد لیٹ گئے اور شہادتین کہنے کے بعد، لقاءاللہ کی منزل پر فائز ہو گئے۔[۲]

---

[۱] آوای رحیل، ص ۱۱۰، چھاپ اول، آیت اللہ کریمی جھرمی.

[۲] آوای رحیل نقل از مقدمہ تفسیر القرآن والعقل، ج ۲.

present ziaraat.com

۶۔ پنجتن آئے تھے۔۔!

آیت اللہ سید محمد حسین طہرانیؒ نقل کرتے ہیں: ہمارے خاندان میں سے ایک صالح، شائستہ اور اہل علم شخص جو سامرہ میں رہتا تھا نے ہم سے بیان کیا: جب میں سامرہ میں تھا تو شدید مرض حصبہ (ٹائیفائڈ) میں مبتلا ہو گیا، جس قدر دوا کی کوئی فائدہ نہ ہوا، مجھے معالجے کے لیے کاظمین لے آئے، لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ میری حالت پہلے سے بھی بدتر ہو گئی۔ میں حالت احتضار میں تھا کہ اچانک جناب عزرائیلؑ کو دیکھا کہ وہ بہت ہی اچھی صورت میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور ان کے ساتھ پنجتن بھی تشریف فرما ہیں۔ یہ پانچوں بیٹھ گئے اور میری دلداری کرنے لگے۔ ظاہراً میں بستر پر بے ہوش پڑا تھا لیکن ان ملکوتی ہستیوں کو دیکھ رہا تھا، ناگاہ دیکھا کہ میری ماں روتی ہوئی مسافر خانے کے زینے سے اوپر گئی، اور امامین کاظمین کے گنبد کی جانب رخ کر کے کہنے لگی: یا موسی بن جعفرؑ! میں تو اپنے بچے کو آپ کی خاطر یہاں لائی تھی، کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ میں اسے یہاں دفن کر کے خالی ہاتھ واپس جاؤں؟

اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ جب میری ماں توسل میں مشغول تھی، امام موسی کاظمؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور ان سے درخواست کی: اس سید کے بارے میں میری درخواست قبول کر لیجیے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزرائیل سے فرمایا: واپس لوٹ جا اس زمانے تک جو خدا معین فرمائے، خدا نے اس کی ماں کے توسل کی وجہ سے اس کی عمر میں اضافہ کر دیا ہے، ہم بھی جا رہے ہیں یہاں تک کہ اجل حتمی کا وقت آن پہنچے۔

present ziaraat.com

میری ماں زینے سے نیچے اتری، میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور اٹھ بیٹھا، مجھے اس وقت اپنی ماں پر غصہ آرہا تھا، میں نے کہا: ماں! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں پنجتن کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے درمیان میں آکر میرا راستہ کاٹ دیا۔[1]

۷۔ تم نے مجھے کیوں نہیں جانے دیا؟

آیت اللہ محمد حسین طہرانیؒ کہتے ہیں: علمائے نجف میں سے ایک نے بیان کیا: میں نے نجف میں مقیم ایک خانوادے میں شادی کی اور گرمیوں میں اپنے گھر والوں سے ملنے کی غرض سے عازم ایران ہوا، امام رضاؑ کی زیارت کرنے کے بعد ہم اپنے شہر کی جانب جو مشہد سے نزدیک ہی تھا پہنچے۔ وہاں کی آب و ہوا نے میری بیوی کو بیمار کر دیا، دن بدن اس کی بیماری شدت اختیار کرتی گئی، اور جتنا بھی علاج کروایا کچھ فائدہ نہ نکلا، یہاں تک کہ وہ موت کے دہانے تک پہنچ گئی۔ میں بہت پریشان ہوا کہ میری بیوی مر رہی ہے، اگر یہ مر گئی تو مجھے تنہا نجف لوٹنا پڑے گا، میں تو مارے شرمندگی کے اس کے ماں باپ کا سامنا نہیں کر پاؤں گا، اگر انہوں نے پوچھ لیا: کہاں ہے ہماری بیٹی؟ ہماری نو بیاہی بیٹی کو لے گیا اور پھر اسے وہاں گاڑ کر خالی ہاتھ لوٹ آیا! مجھے میں ایک عجیب سی اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی، میں فوراً ہی بغل میں واقع حجرے میں گیا، دو رکعت نماز پڑھی اور امام زمانہ سے نہایت ہی تضرع و زاری کے ساتھ متوسل ہو کر کہنے لگا: اے ولی اللہ! میری ہمسر کو شفا دے دیجیے، آپ کے لیے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔
اس کے بعد میں اپنی بیوی کے کمرے میں لوٹا تو کیا دیکھتا ہوں، وہ بیٹھی گریہ کر رہی ہے!!

[1] داستان ہائے عبرت انگیز، ص ۵۰؛ معاد شناسی، آیت اللہ طہرانی: ج ۱، ص ۲۸۶، با تلخیص.

present ziaraat.com

جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، بولی: کیوں مانع ہوئے؟ کیوں نہیں جانے دیا؟ پہلے تو مجھے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے، میں سمجھا کہ یہ بیماری کا اثر ہے، میں نے اسے کچھ آب و غذا دی، جب میں نے اس کے منہ میں کھانہ رکھا تو اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی اور وہ کہنے لگی: حضرت عزائیلؑ سفید لباس میں بہت ہی اچھی صورت کے ساتھ میری روح نکالنے آئے تھے، انہوں نے میری جانب مسکرا کر دیکھا اور کہا: جانے کے لیے تیار ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ تشریف لائے، وہ مجھ سے بہت ہی شفقت و مہربانی کے ساتھ پیش آئے اور فرمایا: میں نجف جانا چاہتا ہوں، کیا تو بھی میری ساتھ چلے گی؟ میں اٹھی اور اپنے لباس کو درست کر کے تیار ہو گئی کہ اچانک اسی وقت حجرے میں امام زمانہؑ داخل ہوئے، میں نے دیکھا تو نے ان کا دامن تھام رکھا تھا!

امام زمانہؑ نے امیر المومنینؑ سے عرض کی: اس بندہ خدا نے مجھ سے توسل کیا ہے، اس کی حاجت برلائیے۔ امیر المومنینؑ نے اپنا سر جھکا لیا اور اس کے بعد عزرائیلؑ سے فرمایا: کیونکہ اس مرد مومن نے میرے بیٹے سے توسل کیا ہے، اس لیے تو وقت معین تک واپس لوٹ جا، اس کے بعد امیر المومنینؑ نے مجھ سے وداع کیا اور تشریف لے گئے، تو نے مجھے کیوں نہیں جانے دیا؟![1]

[1] داستان ہائے عبرت انگیز: ص ۵۲؛ معاد شناسی: ج ۱، ص ۲۸۸، آیت اللہ طہرانی۔

present ziaraat.com

چند سوالات کے جواب

ا۔ پہلا سوال: فقط رسول ﷺ یا علیؑ بھی؟

کیا وجہ ہے کہ بعض احادیث دیدار میں فقط رسول اللہ ﷺ کے حضور کا ذکر موجود ہے اور ان میں امیر المومنینؑ کا نام نہیں لیا گیا؟ ہم ان میں سے دو موارد کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

أَبِي عَنْ سَعْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَهْزِيَارَ عَنْ أَخِيهِ عَلِيٍّ عَنْ فَضَالَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَابُورَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ فِي الْمَيِّتِ تَدْمَعُ عَيْنُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَقَالَ ذَلِكَ عِنْدَ مُعَايَنَةِ رَسُولِ اللَّهِ ص يَرَى مَا يَسُرُّهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ أَ مَا تَرَى الرَّجُلَ إِذَا يَرَى مَا يَسُرُّهُ فَتَدْمَعُ عَيْنُهُ وَ يَضْحَكُ.

یحیی بن سابور کہتے ہیں: میں نے امام صادقؑ سے مرنے والے کی آنکھوں سے نکلنے والے اشکوں کے بارے میں سنا، کہ آپ نے فرمایا: یہ وہ وقت ہوتا ہے جب مرنے والا رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو اسے خوش کر دیتی ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ انسان کی آنکھوں سے اچھے اور خوش کرنے والے منظر کو دیکھنے کے بعد بھی آنسو نکل پڑتے ہیں، جب کہ وہ ہنس رہا ہوتا ہے۔

present ziaraat.com

یہی روایت کافی میں اس سند سے: محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن علي بن الحكم عن معاوية بن وهب... اور معانی الاخبار میں اس سند کے ساتھ: ابن الوليد عن الصفار، عن ابن معروف عن علي بن مهزيار، عن فضالة... نقل ہوئی ہے۔[1]

حدیث اربعماۃ میں جناب امیرؑ فرماتے ہیں: تَمَسَّكُوا بِمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ بِهِ فَمَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يَغْتَبِطَ وَ يَرَى مَا يُحِبُّ إِلَّا أَنْ يَحْضُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ ما عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَ أَبْقى وَ تَأْتِيهِ الْبِشَارَةُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَتَقَرُّ عَيْنُهُ وَ يُحِبُّ لِقَاءَ اللَّهِ.

اس چیز کو پکڑو جسے خدا نے تمہیں تھامنے رکھنے کا حکم دیا ہے، تم میں سے ہر ایک اور اس رشک آور حالت میں جسے تم پسند کرتے ہو فاصلہ نہیں مگر یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ اس کے نزدیک آئیں گے، تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں اور اسے خدا کی جانب سفر کرنا محبوب معلوم ہونے لگے۔[2]

جواب: امیر المومنینؑ یا دوسرے آئمہ کا ذکر نہ کرنا کچھ مصالح کی وجہ سے تھا، یہی وجہ ہے کہ ابو بصیر کی روایت میں امام صادقؑ فرماتے ہیں: إِذَا حِيلَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْكَلَامِ أَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ مَنْ شَاءَ اللَّهُ... جب مومن محتضر اور بات کرنے کے درمیان مانع ایجاد ہوتا ہے، اس

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص ۱۸۲، نقل از علل الشرائع: ص ۳۰۶، باب ۲۵۳؛ الکافی: ج۳، ص ۱۳۳؛ معانی الاخبار: ص ۲۳۲. اس حدیث کی اسناد صحیح اور معتبر ہیں.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص ۱۸۳، نقل از الخصال صدوق: ص ۶۱۴، باب ۲۶. اس حدیث کی سند قوی ہے.

present ziaraat.com

وقت پیغمبر ﷺ اور وہ جسے خدا چاہتا ہے اس کے پاس آتے ہیں۔۔۔[1]

اس سے قبل ہم حدیث نقل کر آئے ہیں جس میں امام نے فرمایا: مومن محتضر سے کہا جاتا ہے: تیرے مقابل رسول اللہ ﷺ، علیؑ اور فاطمہؑ ہیں، پھر امام نے فرمایا: (مگر حدیث بیان کرتے وقت) فاطمہؑ کا نام بیان نہ کرو۔[2]

۲۔ دوسرا سوال: فلسفہ کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ اور امام علیؑ کا مرنے والے کے پاس آنے کا فلسفہ اور علت کیا ہے؟

جواب: افعال وتدابیر الٰہی کے پیچھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی محکم و دقیق حکمت کار فرما رہتی ہے، چاہے ہماری فکر اپنی محدودیت کی وجہ سے عوالم بالا، اسرار خلقت اور سنت ہائے الٰہیہ سے آگاہی حاصل نہ کر پا رہی ہو، اس قسم کے مسائل میں ضروری ہے کہ ہم معاملے کو اجمالی صورت میں قبول کریں اور تفصیلات کو اہلبیتؑ کے سپرد کر دیں۔ ویسے ہی جیسے ملائکہ، آئمہؑ، زمین اور اعضائے بدن کی اعمال خیر و شر کے ثبت وضبط کے معاملے میں گواہی اور ان میں پائی جانے والی حکمت کے سلسلے میں ایسا ہی ہونا چاہیے۔

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۶، نقل از الکافی: ج۳، ص۱۲۹. سند حدیث یوں ہے: علی بن ابراہیم، عن محمد بن عیسی، عن یونس، عن خالد بن عمارۃ، عن ابی بصیر۔۔۔ خالد بن عمارہ کی توثیق خاص وارد نہیں ہوئی، ہر چند جعفر بن بشیر اور یونس بن عبد الرحمن کا ان سے روایت کرنا، ان کے اعتبار کو تقویت دیتا ہے.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۴، نقل از محاسن برقی. سند حدیث صحیح ہے.

present ziaraat.com

البتہ زیر نظر موضوع میں جو کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے، وہ موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے ذریعے مومنین کی مدد کرنا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جان نکلتے وقت مومن دو عظیم وحشتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے: ایک روح نکلتے وقت کی سختی اور دوسری سوئے عاقبت اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا خوف۔

جان نکلنے کے سخت لمحات:

پہلا خطرہ: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: وَ جاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذلِكَ ما كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ* موت کی شدت اور سختی، حق لے آئی اور یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگا پھرتا تھا۔[1]

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: إِنَّ أَوْحَشَ مَا يَكُونُ هَذَا الْخَلْقُ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ يَوْمَ يُولَدُ وَ يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ فَيَرَى الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَمُوتُ فَيُعَايِنُ الْآخِرَةَ وَ أَهْلَهَا وَ يَوْمَ يُبْعَثُ فَيَرَى أَحْكَاماً لَمْ يَرَهَا فِي دَارِ الدُّنْيَا وَ قَدْ سَلَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَى يَحْيَى ع فِي هَذِهِ الثَّلَاثَةِ الْمَوَاطِنِ وَ آمَنَ رَوْعَتَهُ فَقَالَ وَ سَلامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا[2] وَ قَدْ سَلَّمَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ع عَلَى نَفْسِهِ فِي هَذِهِ الثَّلَاثَةِ الْمَوَاطِنِ فَقَالَ وَ السَّلامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَ يَوْمَ أَمُوتُ وَ يَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا[3]

---

[1] ق:۱۹.

[2] مریم:۱۹.

[3] مریم:۳۳.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

انسان کے لیے تین مقام بہت ہی وحشتناک ہیں: پہلا: ولادت کا وقت جب وہ اپنی ماں کے شکم سے باہر آتا اور دنیا کو دیکھتا ہے، دوسرا: جس دن وہ مرتا ہے اور آخرت اور اس کے اہل کو دیکھتا ہے، تیسرا: جس دن اسے دوبارہ محشور کیا جائے گا اور وہ ایسے احکام دیکھے گا جنہیں اس نے دنیا میں نہیں دیکھا تھا، اور یہ ہی وہ تین موارد ہیں جن میں خدا نے یحییٰؑ پر سلامتی بھیجی اور انہیں (اپنی) آمان میں قرار دیا، ارشاد ہوتا ہے: سلام ہو یحییٰ پر، اس دن کے جب وہ متولد ہوئے اور جس دن مرے اور جس دن انہیں دوبارہ زندہ اور محشور کیا جائے گا۔ جناب عیسیٰؑ نے بھی انہیں تین موارد میں اپنے اوپر سلام بھیجا: سلام ہو مجھ پر، اس دن جس دن متولد ہوا، اور اس دن جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے دوبارہ مبعوث کیا جائے گا۔[1]

سکونی کی موثقہ میں امام صادقؑ سے مروی ہے: إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْثَقَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ وَ لَوْ لَا ذَلِكَ مَا اسْتَقَرَّ. مرتے وقت، ملک الموت مرنے والے کو محکم سنبھالے رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو مرنے والا (شدید سختی) کی وجہ سے کبھی آرام نہ پا سکے۔[2]

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جناب عیسیٰؑ، حضرت یحییٰؑ کی قبر پر آئے تا کہ دعا کریں اور خدا انہیں دوبارہ زندہ کر دے، جناب یحییٰؑ نے ان سے کہا: اے عیسی مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ جناب عیسیٰؑ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ جس طرح تم پہلے دنیا میں میرے ہمدم تھے ویسے ہی دوبارہ میرے مونس و غمخوار ہو جاؤ، یحییٰؑ نے کہا: اے عیسیٰؑ! موت کی گرمی اب تک مجھ سے

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۵۸، نقل از عیون الاخبار الرضا: ج۱، ص۲۵۷: الخصال: ص۱۰۷. اس سند کے ساتھ: ابْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَمْزَةَ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ يَاسِرٍ الْخَادِمِ قَالَ سَمِعْتُ الرِّضَا ع يَقُولُ۔۔۔

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۶۶، نقل از الکافی: ج۳، ص۲۵۰.

present ziaraat.com

بر طرف نہیں ہوئی اور تم چاہتے ہو کہ مجھے دوبارہ دنیا میں پلٹا لے جاؤ اور مجھے پھر سے موت کی گرمی کا مزہ چکھنا پڑے، یہی وجہ تھی کہ جناب عیسیٰؑ نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور وہ اپنی قبر کی جانب واپس پلٹ گئے۔[1]

شیطان وقت مرگ مومنین کی گھات میں رہتا ہے

دوسرا خطرہ: امام صادقؑ فرماتے ہیں: مَا مِنْ أَحَدٍ يَحْضُرُهُ الْمَوْتُ إِلَّا وَكَّلَ بِهِ إِبْلِيسُ مِنْ شَيَاطِينِهِ مَنْ يَأْمُرُهُ بِالْكُفْرِ وَيُشَكِّكُهُ فِي دِينِهِ حَتَّى تَخْرُجَ نَفْسُهُ فَمَنْ كَانَ مُؤْمِناً لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ فَإِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَلَقِّنُوهُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حَتَّى يَمُوتَ۔ کوئی بھی ایسا نہیں جس پر موت کے وقت ابلیس اپنے چیلوں کو مامور نہ کرتا ہو تاکہ وہ اسے کفر کی جانب کھینچیں اور اسے اپنے دین میں مشکوک کر دیں، وہ جسم سے روح کے نکلنے تک مرنے والے کی گھات میں رہتے ہیں، جو کوئی بھی ایمان (محکم) رکھتا ہے یہ اس پر قابو نہیں پاتے، لہذا جب بھی کسی مرنے والے کے پاس جاؤ تو اسے روح کے نکلنے تک شہادتین کی تلقین کرتے رہو۔[2]

تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ خَائِفاً مِنْ سُوءِ الْعَاقِبَةِ وَلَا يَتَيَقَّنُ الْوُصُولَ إِلَى رِضْوَانِ اللَّهِ حَتَّى يَكُونَ وَقْتُ نَزْعِ رُوحِهِ وَظُهُورِ مَلَكِ الْمَوْتِ لَه... مومن اپنی سوئے عاقبت سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے، اور اسے

---

[1] بحار الانوار: ج٦، ص ١٧٠، نقل از الکافی: ج٣، ص ٢٦٠.

[2] بحار الانوار: ج٦، ص ١٩٥، نقل از الکافی: ج٣، ص ١٢٣.

present ziaraat.com

رضوان اللہ کی منزل تک پہنچ جانے کا یقین نہیں ہوتا یہاں تک کہ بدن سے روح نکالنے کا وقت آجائے اور ملک الموت نمایاں ہو جائے۔[1]

امام باقرؑ فرماتے ہیں: ملک الموت روح نکالتے وقت مومن سے کہتا ہے: تجھے ہر وہ چیز بخش دی گئی جس کی تجھے امید تھی، اور ہر اس چیز سے آمان دے دی گئی جس سے تجھے خوف تھا، اس کے بعد اس کے گھر میں بہشت کی جانب ایک در کھل جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: جنت میں اپنی منزل دیکھ لے، اور ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی، و حسنین علیہم السلام ہیں جو تیرے رفیق ہیں اور یہی خدا کے اس قول کا معنی ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ فِي الْآخِرَةِ. جو ایمان لائے اور اہل تقوی تھے، ان کے لیے دنیا و آخرت کی زندگی میں بشارت ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ مومنین کو اس حساس وقت میں محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے خدا کی مدد کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومینؑ اس لیے تشریف لاتے ہیں تاکہ سکرات موت کا عمل مومن کے لیے آسان کریں۔ اسی لیے متعدد روایات میں آیا ہے کہ مومن امیر المومنینؑ کو دیکھتا ہے تاکہ اس کی آنکھ روشن ہو جائے، اور آپؑ اس کے لیے شفیع اور بشارت دہندہ قرار پائیں۔[3]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۷۶، نقل از تفسیر امام عسکری: ص۲۳۸.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۷۸، نقل از تفسیر عیاشی: ج۲، ص۱۳۳. آیت یونس: ۶۳-۶۴.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۴، نقل از تفسیر فرات کوفی: ص۱۱۶.

present ziaraat.com

بعض روایات میں آیا ہے: جب مرنے والا مومن بے تابی کی حالت میں ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ، امیر المومنینؑ اور باقی آئمہ اس کو تسلی دیتے ہوئے اس کی دلداری کرتے ہیں، تاکہ اسے سکون میسر آسکے (جس کی وجہ سے) وہ خدا کی طرف سے ارجعی (یعنی میری طرف لوٹ آ) کی صدا پر اس قدر سکون پا جاتا ہے کہ اس کے نزدیک روح نکلنے اور ندا دینے والے سے پیوست ہونے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں رہتی۔[1]

بعض روایات جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں کے مطابق پیغمبر ﷺ اور امام علیؑ مومن کو بشارت دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں تیرے لیے اس دنیا سے بہتر ہوں جسے تو چھوڑے جا رہا ہے، اور امیر المومنینؑ اس سے فرماتے ہیں: میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں، اور ضرور بالضرور تجھے فائدہ پہنچاؤں گا۔[2]

امام صادقؑ نے مسمع بن عبد الملک جو کہ امام حسینؑ کے مصائب پر گریہ فرمایا کرتے تھے سے ارشار فرمایا: تو مرتے دم ضرور دیکھے گا کہ میرے اجداد تیرے پاس آئیں گے، ملک الموت سے تیری سفارش کریں گے اور تجھے بشارت دینگے۔[3]

مومن محتضر جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا ہے اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑتے ہیں۔[1] معصومینؑ کو دیکھنے، ان کی سفارش اور بشارت کے بعد مومن کی روح با آسانی نکل جاتی ہے۔[2]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۶، نقل از الکافی: ج۳، ص۱۲۷.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۵، نقل از محاسن برقی: ص۱۷۵.

[3] کامل الزیارات: ص۱۰۱.

present ziaraat.com

اور جب اس سے کہا جاتا ہے: اگر چاہے تو تجھے دنیا میں واپس بھیج دیں۔۔۔ تو وہ کہتا ہے: مجھے اب دنیا کی ضرورت نہیں۔۔۔[3]

امام سجاد اور امام باقر علیہما السلام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تُفَارِقُ رُوحٌ جَسَدَ صَاحِبِهَا حَتَّى تَأْكُلَ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ أَوْ مِنْ شَجَرَةِ الزَّقُّومِ وَحِينَ تَرَى مَلَكَ الْمَوْتِ تَرَانِي وَتَرَى عَلِيّاً وَفَاطِمَةَ وَحَسَناً وَحُسَيْناً ع فَإِنْ كَانَ يُحِبُّنَا قُلْتُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ ارْفُقْ بِهِ إِنَّهُ كَانَ يُحِبُّنِي وَيُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِي وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُنَا قُلْتُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ شَدِّدْ عَلَيْهِ إِنَّهُ كَانَ يُبْغِضُنِي وَيُبْغِضُ أَهْلَ بَيْتِي. اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمدؐ کی جان ہے، کوئی روح اپنے بدن سے خارج نہیں ہوتی مگر یہ کہ بہشتی پھل یا درخت زقوم سے (کچھ نہ کچھ) کھائے، جب وہ ملک الموت کو دیکھے گی (تو ساتھ ہی میں) مجھے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو بھی ضرور دیکھے گی، اگر وہ ہمارا محب ہوا تو ہم کہیں گے: اے ملک الموت! اس کے ساتھ شفقت سے پیش آ کیونکہ وہ مجھ سے اور میرے اہلبیتؑ سے محبت کرتا ہے، اور اگر ہمارا دشمن ہو گا تو ہم کہیں گے: اے ملک الموت! اس پر سختی کر کیونکہ یہ مجھ سے اور میرے اہلبیتؑ سے دشمنی رکھتا ہے۔[4] اس کے علاوہ ہم اس سے پہلے واقعات کے ذیل میں نقل کر

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۲، نقل از علل الشرائع: ص۳۰۶.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۱۸، نقل از الکافی.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۶، نقل از الکافی: ج۳، ص۱۲۹.

[4] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۴، نقل از بشارۃ المصطفی: ص۶، (ط۔ القدیمہ). حدیث کی دونوں اماموں کے توسط سے رسول اللہ ﷺ تک کی پوری سند یوں ہے: مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ شَهْرَيَارَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ

present ziaraat.com

چکے ہیں کہ جب کچھ افراد توسلات کے نتیجے میں دنیا میں واپس پلٹا دیے گئے تو انہوں نے گلا کیا اور کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے ساتھ کیوں جانے نہ دیا۔

بیان دوسرے خطرے کی بابت:

یعنی شیطان کا یہ کوشش کرنا کہ کسی طرح مومن کو ورغلا کر اس کے ہاتھ سے ایمان لے اڑے، لیکن خداوند متعال محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے یہ خطرہ بھی دور فرماتا ہے۔

یونس بن ظبیان کہتے ہیں: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع فَقَالَ مَا يَقُولُ النَّاسُ فِي أَرْوَاحِ الْمُؤْمِنِينَ بَعْدَ مَوْتِهِمْ قُلْتُ يَقُولُونَ فِي حَوَاصِلِ طُيُورٍ خُضْرٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ إِذَا كَانَ ذَلِكَ أَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ ع وَ مَعَهُمْ مَلَائِكَةُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ الْمُقَرَّبُونَ فَإِنْ أَنْطَقَ اللَّهُ لِسَانَهُ بِالشَّهَادَةِ لَهُ بِالتَّوْحِيدِ وَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِالنُّبُوَّةِ وَ الْوَلَايَةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ ع وَ الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ مَعَهُمْ وَ إِنِ اعْتُقِلَ لِسَانُهُ خَصَّ اللَّهُ نَبِيَّهُ ص بِعِلْمِ مَا فِي قَلْبِهِ مِنْ ذَلِكَ فَشَهِدَ بِهِ وَ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةِ النَّبِيِّ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ مِنَ اللَّهِ أَفْضَلُ السَّلَامِ وَ مَنْ حَضَرَ مَعَهُمْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَإِذَا قَبَضَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ صَيَّرَ تِلْكَ الرُّوحَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي

النَّوْسِي (النرسی) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْقُرَشِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ كَثِيرٍ الْهِلَالِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مُسَاوِرٍ عَنْ أَبِي الْجَارُودِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ ع عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ يَحْيَى بْنُ مُسَاوِرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْوَاسِطِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ ع قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ۔۔

present ziaraat.com

صُورَةٍ كَصُورَتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيَشْرَبُونَ فَإِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمُ الْقَادِمُ عَرَفَهُمْ بِتِلْكَ الصُّورَةِ الَّتِي كَانَتْ فِي الدُّنْيَا.

میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا، امام نے فرمایا: لوگ موت کے بعد مومنین کی روح کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کی: وہ کہتے ہیں: وہ سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔امام نے فرمایا: سبحان اللہ! خدا کے نزدیک مومن کی حیثیت اس سے کہیں زیادہ اجل وارفع ہے، جب مومن کا وقت نزاع آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی وفاطمہ و حسنین علیہم السلام ملائکہ مقربین کے ہمراہ اس کے پاس آتے ہیں، اگر مرتے دم اس کی زبان پر شہادت حدانیت و نبوت و ولایت جاری ہو جاتی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام اور ملائکہ قربین بھی اس کے ساتھ گواہی دیتے ہیں، اور اگر مومن کی زبان اس معاملے میں نہیں کھلتی، تو خداوند عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومن کی قلبی حالت سے آگاہ کر دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر گواہی دیتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی علی وفاطمہ و حسنین علیہم السلام اور ملائکہ مقربین بھی گواہی دیتے ہیں۔(کہ یہ مومن توحید و نبوت و ولایت پر اعتقاد رکھتا ہے) جب خدا مومن کی روح قبض کرتا ہے تو اسے ایک ایسے قالب میں قرار دیتا ہے جو دنیا کے قالب کی مثل ہوتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ کھاتا پیتا ہے، اور جب کوئی اس کے پاس آتا ہے، تو یہ اسے اسی دنیاوی صورت کے ذریعے پہچان لیتا ہے۔[1]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۲۲۹، نقل از امالی شیخ طوسی: ص۴۳۱. حدیث کی سند یوں ہے: الْمُفِيدُ عَنِ ابْنِ قُولَوَيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هَمَّامٍ عَنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنِ ابْنِ عِيسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ أَحْمَدَ عَنِ ابْنِ ظَبْيَانَ قَالَ: ۔۔۔ سند حدیث حسین بن احمد اور یونس بن ظبیان کی وجہ سے کامل نہیں ہے.

present ziaraat.com

شاید روایت میں مذکور مرحلہ کچھ ضعیف مومنین سے متعلق ہو، ورنہ دوسرے مومنین کا ایمان تو رسول اللہ ﷺ اور اہلبیتؑ کو دیکھ کر اور مستحکم ہو جاتا ہے اور ان کا یقین، عین الیقین اور ان کا علم حصولی، شہود میں بدل جاتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اسْتَعِینُوا عَلَی مَا أَنْتُمْ عَلَیْہِ بِالْوَرَعِ وَ الِاجْتِھَادِ فِي طَاعَةِ اللّٰہِ فَإِنَّ أَشَدَّ مَا یَکُونُ أَحَدُکُمُ اغْتِبَاطاً بِمَا ھُوَ عَلَیْہِ لَوْ قَدْ صَارَ فِي حَدِّ الْآخِرَةِ وَ انْقَطَعَتِ الدُّنْیَا عَنْہُ فَإِذَا کَانَ فِي ذَلِکَ الْحَدِّ عَرَفَ أَنَّہُ قَدِ اسْتَقْبَلَ النَّعِیمَ وَ الْکَرَامَةَ مِنَ اللّٰہِ وَ الْبُشْرَی بِالْجَنَّةِ وَ أَمِنَ مِمَّنْ کَانَ یَخَافُ وَ أَیْقَنَ أَنَّ الَّذِي کَانَ عَلَیْہِ ھُوَ الْحَقُّ وَ أَنَّ مَنْ خَالَفَ دِینَہُ عَلَی بَاطِلٍ ھَالِکٌ.

خدا کا تقوی اختیار کرو اور جس چیز پر تم ہو (یعنی ولایت) کو ورع و اطاعت الٰہی کے سلسلے میں تلاش و کوشش کے ذریعے تقویت بخشو۔ اہم ترین حالت جس میں تم دوسروں کے لیے مورد رشک قرار پاتے ہو، وہ زمانہ ہے جب تم آخرت کی سرحد پر جا لگتے ہو، اور دنیا تم سے منقطع ہونے کو ہوتی ہے، انسان اس وقت سمجھ جاتا ہے کہ اس کے سامنے اللہ کی نعمتیں اور کرامتیں ہیں، اسے بہشت کی بشارت دی جاتی ہے، اور وہ جس چیز سے خوف زدہ تھا اس سے اسے آمان دے دی جاتی ہے۔ وہ عین الیقین کی منزل پا لیتا ہے کہ جس چیز (یعنی ولایت) کے بارے میں معتقد تھا وہ حق تھی، اور جو دینی معاملات میں اس کے مخالف تھے باطل پر تھے اور وہ ہلاک ہوئے۔[1]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۷، نقل از محاسن برقی: ص۱۷۷. اس سند کے ساتھ: (حسن) ابْنُ مَحْبُوبٍ عَنِ الْعَلَاءِ (ابن رزین) عَنْ مُحَمَّدٍ (بن سالم) قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع یَقُولُ... حدیث کی سند صحیح ہے.

present ziaraat.com

۳۔ تیسرا سوال: مشاہدہ یا درک اجر ولایت؟

اہلبیتؑ کو دیکھنے سے مقصود ان کا مشاہدہ کرنا ہے یا پھر ان کی ولایت کے اجر کا درک کرنا؟ نقل ہوا ہے کہ سید مرتضی علم الہدیٰؒ نے فرمایا: روایات میں جو آئمہ کے حضور کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد، ان کی ولایت کے قبول کرنے کا ثمر یا اس کے انکار و انحراف کے نتیجے کا موت کے وقت مشخص ہونا ہے، کیونکہ ان کے دوست ایسے امر کا مشاہدہ کرتے ہیں جس سے وہ اپنا بہشتی ہونا جان لیتے ہیں اور ایسے ہی ان کے دشمن، کہ وہ بھی اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اپنے جہنمی ہونے کی خبر پا لیتے ہیں۔[۱]

سید مرتضیٰؒ کے استاد شیخ مفیدؒ بھی اس بارے میں یہی بیان رکھتے ہیں، وہ تصریح فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومینؑ کی رؤیت ان کی ولایت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، نہ کہ آنکھ سے ان ہستیوں کا مشاہدہ، اس کے بعد وہ اس مسئلے کی ادبی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ * وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ *[۲] بطور قطعی حضرت حق کی یہاں دیکھنے سے مراد نتیجہ اعمال کا درک کرنا ہے، ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ * جو کوئی بھی اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، اجل الٰہی اسے جلد ہی آ لے گی۔[۳] اور یہاں خدا سے ملاقات سے مراد پاداش اعمال ہے اور محققین امامیہ کی یہی نظر ہے البتہ حشویہ امامیہ (یعنی ظاہر بین) اس نظر سے اختلاف

---

[۱] بحار الانوار: ج۶، ص۲۰۱.

[۲] زلزال: ۷۔۸.

[۳] عنکبوت: ۵.

present ziaraat.com

رکھتے ہوئے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرنے والا رسول اللہ ﷺ اور دیگر معصومینؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے بالکل ویسے ہی جیسے دوسری دکھنے والی چیزوں کو دیکھتا ہے اور یہ حضرات اُس مکان میں جہاں مرنے والا خود موجود ہوتا ہے حاضر اور اس کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔

جواب: ان دونوں بزرگ ہستیوں کی توجیہ قابل تائید و قابل قبول نہیں، کیونکہ:

اولا: وہ روایات جو رؤیت پیغمبر و معصومین ﷺ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کے ظاہر سے بنا کسی ایسے قرینے کے جو ذکر ہوا ہو ہاتھ کھینچنا منطقی نہیں، اور یہ کہنا کہ رؤیت (کا لفظ) کبھی کسی چیز کے درک ثواب اور نتائج کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، حدیث کے ظواہر سے خارج ہونے کے لیے مناسب توجیہ نہیں ہے۔

دوم: روایات میں ایسے قرآئن موجود ہیں جو اس توجیہ کے فساد کو اطمینان سے بدل دیتے ہیں، مثلاً رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ کا مرنے والے سے ہمکلام ہونا اور اسے بشارت دینا۔[1] یہ دونوں ہستیاں مرنے والے کے پاس بیٹھتی ہیں، ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔[2] بلخصوص وہ روایات جو کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ، علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام مرنے والے کے سامنے ہوتے ہیں، مگر تم فاطمہؑ کا نام مت لینا۔[3] اور ہم نے یہ بھی

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۹. (ہم یہ تمام احادیث اصل عبارت اور حوالوں کے ساتھ پہلے ہی نقل کر چکے ہیں، لہذا یہاں فقط اشارہ کرنے پر اکتفاء کریں گے، تفصیل کے خواہشمند افراد گزشتہ صفحات کی جانب مراجعت فرمائیں۔ مترجم)

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۶.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۴.

present ziaraat.com

دیکھا کہ جب راوی نے امام صادقؑ سے دس مرتبہ یہی سوال کیا: مومن کیا دیکھتا ہے؟ تو امام نے کہا: وہ ان دو کو دیکھتا ہے، اس نے پوچھا: وہ دو کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اور امام علیؑ، تو کیا موت کے وقت ثمرہ ولایت کا درک کرنا کوئی تازہ اور مبہم مسئلہ تھا جو راوی نے اس قدر اصرار کیا اور امام نے جواب دینے میں اس قدر تامل فرمایا؟ بلخصوص روایت میں آگے چل کے جب راوی پوچھتا ہے: کیا یہ دونوں کوئی بات بھی کرتے ہیں؟ امام نے فرمایا: ہاں، یہ مومن کے پاس آتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے اور امیر المومنینؑ اس کی پائینتی بیٹھ جاتے ہیں اور پھر رسول اللہ ﷺ مومن کو بشارت دیتے ہیں۔[1]

کیا ہم ان تمام امور کو استعارہ جانیں اور ان کی توجیہ کریں؟ متکلم کا مقصود سمجھنے کے لیے ظاہر کلام کے علاوہ اور کتنے قرینوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ اس حوالے سے دوسری قوی دلیل خطاب جہنی ناصبی کا واقعہ ہے جس نے مرتے وقت کہا: یا علی مجھے تم سے کیا کام؟ اور امام صادقؑ نے تین بار کہا: رب کعبہ کی قسم اس نے انہیں (علی) کو دیکھ لیا۔[2] یا زکریا بن سابور جو ایک باتقوی شیعہ تھے کا وہ کلام جو انہوں نے روح نکلتے وقت کیا: میرے ہاتھ سفید ہو گئے یا علیؑ! اور امام صادقؑ نے چند بار فرمایا: خدا کی قسم اس نے انہیں (علیؑ کو) دیکھ لیا۔[3] کیا یہ جملے روبرو ہونے اور ہنگامِ دیدار کے علاوہ کہے جاتے ہیں؟

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۵.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۹.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۲.

present ziaraat.com

یہی وجہ ہے کہ علامہ مجلسیؒ نے اس توجیہ کو رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ توجیح سیاق روایات سے بعید ہے، بلکہ یہ تو ان روایات کو رد کرنے اور اور ان پر نکتہ چینی کرنے کے مترادف ہے۔[1] ہاں فقط ایک صورت میں مذکورہ توجیہ قابل قبول ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ حضور اہلبیتؑ عقلی طور پر ممتنع ہو، لیکن ہم عنقریب بیان کریں گے کہ ایسا نہیں ہے۔

۴۔ چوتھا سوال: دور سے دیکھنا یا قریب سے دیدار؟

کیا مرنے والا فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر معصومینؑ کو دیکھتا ہے چاہے وہ مثل آفتاب فاصلے سے ہی کیوں نہ ہو، یا یہ کہ یہ ہستیاں مرنے والے کے پاس اپنے حضور کے ساتھ موجود ہوتی ہیں؟ بعبارت دیگر، کیا فقط ان کو دیکھا جاتا ہے یا ان کا دیدار بھی ہوتا ہے اور کیا یہ مرنے والے کے پاس حضور پیدا کرتے ہیں؟

جواب: ہر چند کہ بہت سی روایات میں کلام، اہلبیتؑ کو دیکھنے کے حوالے سے وارد ہوا ہے، جیسے سدیر صیرفی کی روایت میں کہ امام نے فرمایا: مومن محتضر سے کہا جاتا ہے: اپنی آنکھیں کھول، اور وہ پنجتن کو دیکھتا ہے۔[2] یا جیسا کہ امام نے خطاب جھنی کے بارے میں فرمایا: رب کعبہ کی قسم اس نے انہیں دیکھ لیا۔[3] یا جیسے زکریا بن سابور کے بارے میں فرمایا: خدا کی

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۲۰۲.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۶.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۲۰۲.

present ziaraat.com

قسم اس نے انہیں دیکھ لیا۔[1] اور عقبہ کی روایت میں فرمایا: مرنے والا رسول ﷺ اور علیؑ کو دیکھتا ہے۔[2] اور حارث ہمدانی کی معروف روایت میں امیر المومنینؑ نے فرمایا: جو بھی مرتا ہے مجھے دیکھتا ہے۔[3] اور دوسری روایات۔۔۔

لیکن باقی روایات جو تعداد کے اعتبار سے فراوان ہیں اور ہم انہیں پہلے ہی تفصیل کے ساتھ نقل کر چکے ہیں میں مرنے والے کے پاس رسول اللہ ﷺ اور امام علیؑ کے آنے کے بارے میں کلام وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے: رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے اور مولا علیؑ اس کے پائینتی بیٹھ جاتے ہیں۔[4] عمار بن مروان سے مروی روایت میں آیا ہے: رسول اللہ ﷺ علیؑ، جبرائیل اور ملک الموت مرنے والے کے نزدیک حاضر ہوتے ہیں، علیؑ اس کے نزدیک جا کر کہتے ہیں۔۔۔[5] ایک دوسری روایت میں جب راوی، امام علی کے حضور سے متعلق روایت امام باقرؑ کی خدمت میں نقل کرتا ہے تو آپ اس حدیث کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مرنے والے کی دائیں جانب ہوتے ہیں۔[6]

---

[1] بحار الانوار: ج٦، ص ١٩٢.

[2] بحار الانوار: ج٦، ص ١٨٥.

[3] بحار الانوار: ج٦، ص ١٨١.

[4] بحار الانوار: ج٦، ص ١٧٣، ١٧٨، ١٨٥، ١٩٦.

[5] بحار الانوار: ج٦، ص ١٩٨.

[6] بحار الانوار: ج٦، ص ١٩٩.

present ziaraat.com

ذکر شدہ تمام قرائن سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ مرنے والا شخص اہلبیتؑ کو دیکھنے کے علاوہ ان کا دیدار بھی کرتا ہے، وہ ان کے محضر میں ہوتا ہے اور یہ اس کے ساتھ بات بھی کرتے ہیں تاکہ وہ سکون پاجائے اور اس جہان فانی سے باآسانی جہان ابدی میں منتقل ہو جائے۔

البتہ جس چیز کی نسبت شیخ مفیدؒ نے حشویہ امامیہ (بنا تحقیق کیے اہل ظاہر) کی جانب دی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام اپنے جسم مادی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں، تو اس کی نسبت ہم سے نہیں دی جاسکتی، بلکہ ہمارا اعتقاد قالب مثالی اور تمثل برزخی کے بارے میں ہے جس میں کوئی مشکل نہیں۔

۵۔ پانچواں سوال: ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر کیسے؟

کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر موجود ہو؟

یہ سوال دراصل ایک عقلی نکتے پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ: ایک ہی وقت میں متعدد افراد حالت احتضار میں ہو سکتے ہیں، اور ہم جانتے ہیں کہ عقلی طور پر اس چیز کا امکان نہیں کہ ایک شخص جو حامل مقام و مکان ہو وہ ایک ہی لحظے میں دو مختلف مقامات پر پایا جائے؟ بنا براین، امیر المومنینؑ (اور معصومینؑ) کس طرح ہر مرنے والے کی بالین پر حاضر ہو سکتے ہیں؟

جواب: بعض افراد نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے: مرنے والے کے پاس اہلبیتؑ کا حضور ٹی وی کے سامنے لوگوں کے حضور کی طرح ہے، کہ ہر چند صاحب تصویر ایک خاص مکان میں موجود ہوتا ہے، لیکن ایک بہت بڑی تعداد اسے ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر دیکھ رہی ہوتی ہے اور وہ ان سے بات کر رہا ہوتا ہے۔

present ziaraat.com

یہ جواب اس وقت قابل قبول ہے جب مسئلہ فقط اہلبیتؑ کو دیکھنے سے متعلق ہو نہ محتضر کے پاس ان کے حضور سے، اور جیسا کہ ہم نے پچھلے سوال کے جواب میں عرض کیا کہ مرنے والے کو انہیں دیکھنے کے علاوہ ان کا دیدار اور حضور بھی نصیب ہوتا ہے، جبکہ سورج کو دیکھتے وقت سورج دیکھنے والوں کے پاس نہیں آتا اور نہ ان کے نزدیک حضور رکھتا ہے۔ اس سوال کا صحیح جواب دو صورتوں میں دیا جاسکتا ہے:

ا۔ ہم جانتے ہیں کہ روایات کے مطابق، عالم برزخ میں ارواح مومنین ایک بدن لطیف میں منتقل کر دی جاتی ہیں جو از نظر شکل و صورت دنیاوی بدن کی مانند ہوتا ہے، اسے بدن مثالی کہتے ہیں، یہ بدن مادی بدن کی تمام خصوصیات نہیں رکھتا ہر چند کہ از لحاظ شکل اور دوسری کچھ جہات سے دنیاوی جسم کی شبیہ ضرور ہوتا ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں: جیسے ہی خدا مومن کی روح قبض کرتا ہے اسے بہشت میں ایک قالب میں قرار دیتا ہے جو اس کی اپنی صورت کی شبیہ ہوتا ہے، جس کی مدد سے وہ کھاتا پیتا ہے اور جب کوئی اس کے پاس آتا ہے تو اسے اسی دنیاوی شکل و صورت کی مدد سے پہچان لیتا ہے۔[1] دوسری جانب انسان کی روح اپنے مراتب قوت و قدرت کی وجہ سے متعدد مثالی قالب و بدن اپنا کر باذن الہی ان میں ایک ہی وقت میں تصرف کر سکتی ہے، یہ مسئلہ تو (عام) اولیائے الہی کے لیے بھی قابل تصور ہے تو چہ جائے کہ سرور اولیائے الہی یعنی رسول اللہؐ اور معصومینؑ، اور شاید یہی وجہ ہے کہ سدیر صیرفی کی روایت میں امام صادقؑ نے حضور اہلبیتؑ کو تمثل کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔[2]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۲۲۹، نقل از امالی شیخ طوسی: ص۴۳۱۔

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۶. ویمثل لہ رسول اللہﷺ و امیر المومنین و الحسن و الحسین و الائمہ.

present ziaraat.com

۲۔ درست ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر موجود نہیں ہو سکتا، لیکن اگر کوئی موجود اتنی وسعت رکھتی ہو کہ وہ ایک وسیع مکان کو مشغول (احاطہ قائم) کر لے تو وہ ایک ہی لحظے میں تمام مقامات پر حضور رکھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اعتراض خداوند متعال کے بارے میں وارد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ذات حق کی وسعت نے تمام جہان ہستی کا احاطہ کر رکھا ہے، وہ تمام موجودات کے نزدیک حاضر ہے، از جملہ مومنین کے چاہے وہ دنیا میں ہوں، برزخ میں ہوں یا قیامت میں۔

کوئی مانع نہیں کہ ذوات مقدسہ معصومینؑ بھی اس قسم کی وسعت وجودی کے حامل ہوں کہ ہر محتضر کے نزدیک (نہ کہ ہر موجود کے نزدیک) حضور رکھیں، اس مقام پر بات چند مقامات پر حضور کی نہیں، بلکہ کیونکہ ان کا وجود اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ تمام (افراد) ان کے نزدیک حاضر ہیں، ویسے ہی جیسے اس سے بلند اور قوی تر مرتبے میں تمام موجودات (نہ فقط انسان) محضر حق میں حضور رکھتے ہیں، اور یہ سارا عالم محضر خدا ہے۔

اور ممکن ہے کہ معصومینؑ کا یہ حضور انسانوں کی زندگی میں حالت مرگ کے علاوہ بھی محقق ہو، اور تمام انسان (باذن و قدرت الٰہی) ان ذوات مقدسہ کے محضر میں حاضر ہوں۔[1]

[1] (جیسا کہ رؤیت اعمال اور ان پر شہادت کا مسئلہ جو قرآن اور سنت قطعی سے ثابت شدہ امر ہے جس کا لازمہ یہ ہے کہ معصومینؑ جو کہ شہداء علی الخلق ہیں کے پاس اس قسم کی صلاحیت موجود ہو، ورنہ ان کا خلق پر شاہد ہونا صادق نہیں آسکتا۔ مترجم)

present ziaraat.com

یہ جواب پہلے جواب سے بہتر، دقیق اور کامل تر ہے، کیونکہ پہلے جواب کی بنا پر اہلبیتؑ کے فقط مثالی قالب مرنے والے کے پاس حاضر ہوتے ہیں، جبکہ دوسرے جواب کے تحت یہ خود مرنے والے کے سرہانے متمثل و حاضر ہوتے ہیں۔

۶۔ چھٹا سوال: کیا ایک لحظے میں چند امور کی جانب توجہ کر پانا ممکن ہے؟

کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک نفر چاہے چند قالب مثالی یا وسعت وجودی کے ساتھ ہی سہی، چند مختلف باتوں اور بیانات پر توجہ کرے، مختلف امور کی جانب متوجہ رہے اور ہر ایک کو متناسب جواب بھی دے؟اس مسئلے میں موجود موانع کا ہر شخص خود ہی سے تجربہ کر سکتا ہے۔

جواب: مذکورہ مسئلے میں از نظر عقلی کوئی مانع وجود نہیں رکھتا کہ ایک شخص ایک ہی لحظے میں چند مختلف امور کی جانب متوجہ ہو، خدا کے بارے میں ایسا ہی ہے، وہ ہر انسان کی دعا سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔لکل مسالة منک سمع حاضر و جواب عتید، یعنی خدایا تو ہر سوال کے سننے کے لیے آمادہ اور اس کا جواب رکھتا ہے، اگر یہ مسئلہ موانع عقلی کا حامل ہوتا تو پھر کسی کے لیے بھی قابل استثناء نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ عقلی اعتبار سے کوئی مانع نہیں رکھتا، اور اس کا تحقق مراتب قدرت و طاقت سے وابستہ ہے، جو موجود جس قدر قوت کی حامل ہو گی، وہ اپنی قدرت کے اعتبار سے ایک ہی زمانے میں مختلف امور کی انجام دہی پر حاوی ہو گی، بالکل ویسے ہی جیسے با تجربہ افراد کے بارے میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی زمان میں مختلف کام انجام دیتے ہیں۔

present ziaraat.com

جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے اہلبیتؑ سے توسل کے معاملے میں اٹھائے جانے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے، اعتراض یہ ہے: ہم جانتے ہیں کہ محبانِ اہلبیتؑ میں سے ایک ہی وقت میں ہزارہا افراد انہیں سلام کرتے ہیں، ان سے متوسل ہوتے ہیں اور ان کی خدمت میں اپنی حاجات پیش کرتے ہیں، اہلبیتؑ کس طرح ایک ہی وقت میں ان سب کی آواز سنتے اور ان سب کا مناسب جواب بھی دیتے ہیں؟

جو کچھ کہا گیا ہے اس کی تائید تاریخی واقعات سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ کتب میں موجود ہے: جنگ احزاب میں، مشرکین ۲۰ گروہوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ یہی کہہ کر دوڑ رہا تھا کہ میرے پیچھے علی بن ابی طالبؑ آرہے ہیں۔[1] اور جنگ صفین میں جب امیر المومنینؑ نے معاویہ کے بیس ہزار کے سر تا پا مسلح لشکر کے ٹھاٹھے مارتے سمندر کو دیکھا جس کا نام کتیبہ تھا اور امیر المومنینؑ کی فوج اسے دیکھ کر وحشت میں مبتلا ہو گئی، تو اس وقت امیر المومنینؑ نے ایک بے مثال جرنیل کے فرائض انجام دیتے ہوئے ایک ایسا جہادی اور تحرک پیدا کرنے والا خطبہ ارشاد فرمایا جس سے آپ کے لشکر کا خون جوش مارنے لگا اور پھر آپ نے مدمقابل پر ایسا حملہ کیا کہ ان کے ہاتھ پیر ہوا میں اڑتے دکھائی دیے، آپؑ کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور آپ اس آیت کی تلاوت کرتے جاتے تھے: فَقاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لا أَيْمانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ*[2] روایت میں ہے کہ باقی کا بچا ہوا لشکر معاویہ کے پاس بھاگ کھڑا ہوا تو معاویہ نے انہیں سرزنش کی، ہر ایک کا یہی کہنا تھا: کیا علیؑ کو دیکھا تھا؟ میں تو جس طرف بھی جاتا تھا،

---

[1] مدینۃ المعاجز، (ط۔ قدیم) ص ۱۸۸، نقل از مناقب ابن شہر آشوب۔

[2] توبہ: ۱۲۔

present ziaraat.com

اسے اپنے پیچھے پاتا تھا، معاویہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا: لعنت ہو تم پر، علیؑ ایک شخص ہے ،اس نے کس طرح پورے لشکر کو پراکندہ کر دیا؟[1] حتی روایات میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نے شب معراج دیکھا کہ علیؑ ہر آسمان میں محو نماز ہیں اور ملائکہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔[2]

۷۔ ساتواں سوال: کون ہیں جو امیر المومنینؑ کے روبرو ہوتے ہیں؟

محتضر کے پاس حضور آئمہؑ کے حوالے سے ایک سوال یہ ہے کہ کیا یہ حضور سب کے لیے ہوتا ہے یا یہ کہ یہ کچھ خاص افراد سے مخصوص ہے؟

جواب: اکثر روایات میں اس حضور کی بابت یہ عنوان: وہ مومن جو امر ولایت کو قبول کرتا ہے، محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور ان کے دشمن (جو ان سے بغض رکھتے ہیں) کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن کیا یہ حضور تمام افراد کے لیے ہو گا، چاہے وہ مومن ہوں یا کافر؟ تو اس حوالے سے چند روایات موجود ہیں جو عموم پر دلالت کرتی ہیں:

پہلی روایت: سید حمیری کا شعر ہے جو انھوں نے امیر المومنینؑ سے نقل کیا ہے آپ نے حارث ہمدانی سے فرمایا: ' اے حارث! جو کوئی بھی مرتا ہے!'۔۔۔ لیکن اولا تو اس میں من یمت سے مراد مومن اور منافق ہیں جیسا کہ اس کے بعد والے مصرعے سے واضح ہوتا ہے۔ ثانیاً: اگر یہ شعر سید حمیری کا ہے جیسا کہ مشہور ہے اور ان کے اشعار کے درمیان نقل ہوا

---

[1] مدینۃ المعاجز، (ط۔ قدیم) ص۱۸۸، نقل از عیون المعجزات.

[2] مدینۃ المعاجز، (ط۔ قدیم) ص۱۸۸.

present ziaraat.com

ہے۔ تو اسے حدیث مرسل تصور کیا جائے گا کیونکہ یہ امر بعید ہے کہ سید حمیری جو ۱۰۵ ہجری میں متولد اور ۱۷۳ میں فوت ہوئے، نے حارث ہمدانی جو امام علی و حسن و حسین علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور ۵۰ ہجری میں شہید ہو گئے تھے کو درک کیا ہو۔ پھر یہ کہ اشعار کی تعبیر کا ایک روایت کی طرح سے خیر مقدم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اشعار کی زبان دقیق نہیں ہوتی، ہر چند کہ مومن و منافق کا امیر المومنینؑ کے دیدار سے متعلق مضمون حارث ہمدانی کی امیر المومنینؑ سے وارد شدہ دوسری روایات میں بھی وارد ہوا ہے۔[1]

لیکن اگر یہ شعر امیر المومنینؑ کا ہی کہا ہوا ہو، جیسا کہ کچھ روایات کا سیاق اس بات پر دال ہے، تو پھر فقط پہلا اعتراض قابل توجہ ہو گا۔

تفسیر قمی میں باسند صحیح امام صادقؑ سے روایت ہے: ہمارے دوستوں میں سے کوئی بھی جو ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہے اس دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین، حسن اور حسین علیہم السلام اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اسے بشارت دیتے ہیں، اور اگر وہ ہمارے محبین میں سے نہ ہو تو وہ انہیں اس صورت میں دیکھے گا کہ تڑپ اٹھے گا، اور اس مطلب پر دلیل امیر المومنینؑ کا وہ کلام ہے جو آپ نے حارث ہمدانی سے بیان فرمایا:

یا حار همدان من یمت یرنی　　　من مومن او منافق قبلا

دوسری روایت: فضیل بن یسار کی امام باقر و صادق علیہما السلام سے ہے کہ انہوں نے فرمایا: حَرَامٌ عَلَى رُوحٍ أَنْ تُفَارِقَ جَسَدَهَا حَتَّى تَرَى الْخَمْسَةَ مُحَمَّداً وَعَلِيّاً وَفَاطِمَةَ وَحَسَناً وَحُسَيْناً بِحَيْثُ تَقَرُّ عَيْنُهَا أَوْ تَسْخَنُ عَيْنُهَا کسی بھی روح پر حرام ہے کہ وہ جسم سے نکلے مگر یہ کہ پنجتن کو

---

[1] بحار الانوار: ج ۶، ص ۱۹۱، نقل از مناقب ابن شہر آشوب، و ح ۴۰، نقل از امالی شیخ صدوق۔

present ziaraat.com

دیکھے اس صورت میں کہ (اگر ان کا محب ہو) تو اس کی آنکھ روشن ہو جائے اور (اگر ان کا دشمن ہو) تو وہ تڑپ اٹھے۔[1]

تیسری روایت: بشارۃ المصطفی میں نقل ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی روح بدن سے خارج نہیں ہوتی مگر یہ کہ مجھے، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو دیکھے۔۔ یہ روایت ہر چند کہ سنداً نقل ہوئی ہے مگر اس کے اکثر رجال جانے پہچانے نہیں۔[2]

چوتھی روایت: کافی میں اس ذیل میں حدیث آئی ہے: وَ إِذَا احْتُضِرَ الْكَافِرُ حَضَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ عَلِيٌّ وَ جَبْرَئِيلُ وَ مَلَكُ الْمَوْتِ جب کافر کی جان نکلنے کو ہوتی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ، علیؑ، جبرائیل اور ملک الموت کو دیکھتا ہے۔[3]

لیکن روایت کے شروع میں سخن شیعوں سے متعلق ہے، کہ فرمایا: مِنْكُمْ وَ اللَّهِ يُقْبَلُ وَ لَكُمْ وَ اللَّهِ يُغْفَرُ إِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ أَنْ يَغْتَبِطَ وَ يَرَى السُّرُورَ اور اس عبارت کے ذیل میں یہ جملہ آیا ہے: وَ إِذَا احْتُضِرَ الْكَافِرُ۔۔۔ اس کے بعد ہے: امام علیؑ کافر کے پاس جا کر کہتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص ہم اہلبیتؑ کو دشمن رکھتا تھا، سو آپ بھی اسے دشمن رکھیے۔۔ اس بنا پر مذکورہ حدیث رسول اللہ ﷺ اور امام علیؑ کے اپنے محب اور دشمن کے مرتے وقت حضور پر دلالت کرتی ہے، اس سے زیادہ پر نہیں۔

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۳، نقل از کشف الغمہ: ج۲، ص۴۰، بصورت مرسل.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۴.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۹۸، نقل از کافی: ج۳، ص۱۳۱. بصورت مرسل.

present ziaraat.com

پانچویں روایت: امام باقرؑ سے تفسیر عیاشی میں نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ مِنْ جَمِيعِ الْأَدْيَانِ يَمُوتُ إِلَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ص وَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَقّاً مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ. اولین و آخرین میں تمام مذاہب کے ماننے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو مرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کو حق کے ساتھ نہ دیکھے، البتہ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی مرسل ہے۔ ساتھ ہی دلالت کے اعتبار سے یہ احتمال موجود ہے کہ مقصود حدیث، ان کی حقانیت کا فہم ہو نہ کہ ان کا دیکھنا۔

نتیجہ: ان پانچ احادیث میں سے ہر ایک جو مرنے والے کے پاس حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کی عمومیت کے مضمون کی حامل ہیں، سے اس مسئلہ پر قاطع دلیل نہیں پکڑی جاسکتی، ہر چند کہ ان کا احتمال ضعیف نہیں ہے۔

۸۔ اٹھواں سوال: امیر المومنینؑ کی عنایات کن افراد کے شامل حال ہوں گی؟

کیا وہ تمام مومنین جو جناب امیرؑ کو دیکھتے ہیں آپ کی عنایات کے مستحق قرار پاتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے جواب کے لیے روایات میں دقت کرنا لازم ہے، ایک طرف تو متعدد روایات میں بات فقط مومن، شیعہ یا کسی ایسے شخص کے بارے میں ہوئی ہے جو امامت اہلبیتؑ کا اعتقاد رکھتا ہو، جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہر شیعہ (چاہے بہت گناہ گار ہی کیوں نہ ہو) جناب امیرؑ کی اس عنایت سے فیضیاب ہو گا، بلخصوص بہت سی روایات میں مرتے وقت

present ziaraat.com

اس عنایت سے ان افراد کے محروم رکھے جانے کا تذکرہ موجود ہے جو آپ سے بغض رکھتے ہوں گے۔

لیکن دوسری طرف کچھ روایات میں ایسے نکات بھی ذکر ہوئے ہیں جو اس بات کو محدود کرتے ہیں، جیسا کہ امام نے چند روایات میں اس آیت سے استشہاد فرمایا: الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا[1] کہ جس میں ایمان اور تقویٰ کے بارے میں وارد ہونے والے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مرتے وقت یہ بشارت اہل تقویٰ کے لیے ہے۔

ایسے ہی بہت سی روایات میں حالت احتضار کو مومن کی وہ اہم ترین حالت قرار دیا گیا ہے جس میں وہ قابل رشک ٹھہرتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: تجھے ہر اس چیز سے آمان دی گئی جس سے تو خوفزدہ تھا۔ ایسی تعبیروں کا اُن مومنین کے شامل حال ہونا جو گناہوں میں غرق تھے، سخت ہے۔ بلخصوص اس روایت پر توجہ کرنے کے بعد جس میں امام نے پرہیز گاری اور اپنے دینی برادران کے ساتھ ہمدردی کو شرط قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَ إِنْ كَانَ غَيْرَ وَرِعٍ وَ لَا وَصُولٍ لِإِخْوَانِهِ قِيلَ لَهُ مَا مَنَعَكَ مِنَ الْوَرَعِ وَ الْمُوَاسَاةِ لِإِخْوَانِكَ أَنْتَ مِمَّنِ انْتَحَلَ الْمَحَبَّةَ بِلِسَانِهِ وَ لَمْ يُصَدِّقْ ذَلِكَ بِفِعْلٍ وَ إِذَا لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ ص وَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع لَقِيَاهُمَا مُعْرِضَيْنِ مُقَطِّبَيْنِ فِي وَجْهِهِ غَيْرَ شَافِعَيْنِ.

اگر مومن محتضر پرہیز گار اور ہمدردی کرنے والا نہ ہو تو اس سے کہا جائے گا: تو کیوں پرہیز گاری اور اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کی رعایت نہیں کرتا تھا؟ تو ان میں سے ہے جو

---

[1] یونس: ۶۳ـ۶۴.

present ziaraat.com

فقط زبان سے اہلبیتؑ کے ساتھ محبت کا دعوی کرتے تھے لیکن تیرا عمل اس کی تصدیق نہیں کرتا، اور جیسے ہی یہ شخص رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین علیہما السلام سے ملاقات کرے گا تو وہ اس سے منہ پھیر لیں گے اور اس کی شفاعت نہیں کریں گے۔[1]

اس مسئلے کی مؤید وہ روایت بھی ہے جس میں تاکید کی گئی ہے کہ: پرہیز گاری اور خدا کی اطاعت کے سلسلے میں زحمت اٹھانے سے، اعتقاد ولایت کو تقویت بخشو۔[2]

ایک اور روایت میں ارشاد ہوتا ہے: تمہارے اور اس چیز کے دیکھنے کے درمیان فاصلہ نہیں جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں سوائے اس کے کہ جان حلقوم تک پہنچ جائے، اس کے بعد امام نے فرمایا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَعِينُوا عَلَىٰ ذَٰلِكَ بِوَرَعٍ، پس تقوی الٰہی اختیار کرو اور اس امر (یعنی آنکھوں کو روشنی بخشنا) تک پہنچنے کے لیے پرہیز گاری سے مدد حاصل کرو۔[3]

معاملہ اس وقت اور بھی سنجیدہ صورتحال اختیار کر جاتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات میں گناہ کبیرہ کے مرتکب شخص کو خارج از ایمان بتایا گیا ہے۔[4]

---

[1] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۶، نقل از محاسن برقی: ص۱۷۷. اس سند کے ساتھ: محمد بن علی عن محمد بن اسلم عن خطاب الکوفی و مصعب الکوفی عن ابی عبداللہ۔۔ حدیث از لحاظ سند مجروح ہے کیونکہ محمد بن اسلم بجلی کی توثیق وارد نہیں ہوئی بلکہ نجاشی اس کے بارے میں کہتے ہیں: بعض نے اس کے بارے میں کہا ہے: وہ غالی اور فاسد المذہب تھا، خطاب کوفی اگر خطاب بن مسلمہ ہیں تو ثقہ ہیں ورنہ صعب کوفی کی طرح مجہول ہیں.

[2] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۷، نقل از محاسن برقی: ص۱۷۷. حدیث باسند صحیح امام باقرؑ سے مروی ہے.

[3] بحار الانوار: ج۶، ص۱۸۹، نقل از کتاب حسین بن سعید، با این سند: صفوان عن ابن مسکان عن ابی عمرو البزار عن امام باقرؑ۔۔ از لحاظ سند حدیث قوی ہے.

[4] بحار الانوار: ج۶۵، ص۲۶، نقل از کافی، البتہ دونوں روایات کی سند مرسل ہے.

present ziaraat.com

ایک روایت میں فرماتے ہیں: لَيْسَ كُلُّ مَنْ يَقُولُ بِوَلَايَتِنَا مُؤْمِناً وَ لَكِنْ جُعِلُوا أُنْساً لِلْمُؤْمِنِين، ہماری ولایت کے بارے میں کلام کرنے والا ہر شخص مومن نہیں لیکن یہ کہ وہ مومنین کے لیے ہمدرد رہو۔[1]

اس کے علاوہ متعدد روایات موجود ہیں جو ایمان کو اعتقاد، اقرار بازبان اور ارکان پر عمل کرنے سے مرکب بتاتی ہیں۔

مصنف اس بات کا امیدوار ہے کہ مراتب ایمان اور متعدد روایات کی جانب توجہ کرتے ہوئے جن میں کہا گیا ہے کہ: گناہگار مومنین اسی دنیا میں کچھ سختیوں اور بلاؤں سے دوچار کیے جائیں گے تاکہ وہ دنیا سے پاکیزہ اٹھائے جائیں، یہ عنایت پیروان اہلبیتؑ کی اکثریت کے شامل حال رہے گی۔

خداوند عالم ان تمام کو یہ توفیق عنایت فرمائے کہ وہ موت کے کٹھن لمحات میں اہلبیتؑ بلخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کی عنایات سے بہرہ مند ہو سکیں، اوران کے لیے عالم برزخ و آخرت میں امیر المومنینؑ کا دیدار بشارت اور آمان کا مژدہ قرار پائے۔ آمین۔

والسلام

والحمدللہ اولاً و آخراً

---

[1] بحارالانوار: ج۶، ص۱۶۵، نقل از الکافی: ج۲، ص۲۴۵. اس سند کے ساتھ: عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُعَلَّى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع يَقُول۔۔ یہ سند احمد بن محمد کی وجہ سے مجہول ہے۔

present ziaraat.com

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۷ ہجری، بمطابق ۲۶ مارچ، ۲۰۱۶، رات ۰۰:۰۴ بجے اس کتاب کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔ آمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد و آله الطاهرین

بندۂ ثقلین؛ سید سبطین علی نقوی امروہوی

مقیم حال، عش آل محمد، قم المقدس ایران

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

علیؑ میزان ایمان

تحقیق حدیث: یَا عَلِي لَا یُحِبُّکَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُکَ إِلَّا مُنَافِق

(یعنی: یا علیؑ تم سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا، اور منافق کے سوا کوئی تم سے بغض نہیں رکھے گا)

www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین.

مقدمہ:

اسلام کے عمیق دستورات میں سے ایک جس کی قرآن ، حدیث اور سنت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تفصیل کے ساتھ تائید وتاکید وارد ہوئی ہے، خاندان پیغمبرؐ سے محبت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری ہے۔

اس بارے میں آیہ مودت کی جانب توجہ کرلیناہی کافی ہے: ﴿قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى﴾ اے رسولؐ کہہ دیجیے کہ میں تم سے ابلاغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتاسوائے اس کے کہ میرے قربیٰ سے محبت کرو۔[1]

ابن عباس کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قربیٰ کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کردی گئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی وفاطمہ وحسن وحسین (علیہم السلام)۔[1]

---

[1] شوری:۲۳.

present ziaraat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لِكُلِّ شَيْءٍ أَسَاسٌ وَ أَسَاسُ الْإِسْلَامِ حُبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ. ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد و اساس ہوتی ہے اور اسلام کی اساس ہم اہلبیت کی محبت ہے۔[2]

امام باقرؑ فرماتے ہیں: حُبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ نِظَامُ الدِّين ہم اہلبیتؑ کی محبت نظام دین (کو برقرار رکھنے والی) ہے۔ آپ ہی نے فرمایا: حُبُّنَا إِيمَانٌ وَ بُغْضُنَا كُفْر ہماری محبت ایمان اور ہمارا بغض کفر ہے۔[3]

نیز امام صادقؑ نے زید سے یہی فرمایا: اے زید ہماری محبت ایمان اور ہم سے بغض کفر ہے۔[4] یہ محبت اس قدر اہم اور قیمتی ہے کہ کئی روایات میں اسے محبت خدا گردانا گیا ہے: امام نقیؑ زیارت جامعہ میں فرماتے ہیں: وَ مَنْ أَحَبَّكُمْ فَقَدْ أَحَبَّ اللهَ وَ مَنْ أَبْغَضَكُمْ فَقَدْ أَبْغَضَ اللهَ جس نے آپ اہلبیتؑ سے محبت کی پس اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ سے بغض رکھا پس اس نے اللہ سے بغض رکھا۔[5]

---

[1] یہ حدیث بزرگ علمائے اہلسنت کے ایک جمع غفیر نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہے، جیسے: احمد بن جنبل، طبرانی، حاکم، ابن ابی حاتم، ابن حجر، ابن المنذور، ابن مردویہ، مقریزی، بغوی، ثعلبی، سیوطی، ابو نعیم، حموینی، زمخشری وغیرہ۔۔۔

[2] المحاسن: ج ۲، ص ۲۴۷؛ الکافی: ج ۲، ص ۴۶؛ الفقیہ؛ ج ۴، ص ۳۶۴؛ تحف العقول؛ ص ۵۲؛ امالی طوسی: ص ۸۳؛ امالی صدوق: ص ۲۶۸.

[3] المحاسن: ص ۱۵۰؛ الکافی: ج ۱، ص ۱۸۸؛ بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۹۱.

[4] بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۹۲؛ وسائل الشیعہ: ج ۲۷، ص ۳۴۶.

[5] تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۹۷؛ الفقیہ: ج ۲، ص ۶۱۳.

present ziaraat.com

سوائے خوارج کے محبت اہلبیتؑ کا تمام مسلمانوں کے یہاں لازم ہونا ایک قطعی امر ہے، اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو فقط اہل تشیع سے مخصوص ہو، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی کہتے ہیں:

یا اهل بیت رسول الله حبکم فرض من الله فی القرآن انزله

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلاة له

یعنی: اے اہلبیت رسول ﷺ آپ کی محبت وہ واجب ہے جسے خدا نے قرآن میں نازل کیا ہے۔آپ کے مقام عظیم کے لیے یہی کافی ہے کہ جو نماز گزار آپ پر نماز میں درود نہ بھیجے اس کی نماز، نماز نہیں۔[1]

اور (عرب کے مشہور شاعر) فرزدق نے کیا خوب کہا ہے:

من معشر حبهم دین و بغضهم کفر و قربهم منجی و معتصم

ان عدّا اهل التقی کانوا ائمتهم او قیل من خیر اهل الارض قیلهم

یعنی: یہ شخصیت (امام سجادؑ) اس گروہ سے ہیں کہ جن کی محبت دین اور جن کی دشمنی کفر ہے، ان سے نزدیک ہونا نجات اور محفوظ رہنے کا سبب ہے، جب بھی تم اہل تقوی کو شمار کرنا شروع کرو گے، انہیں ان کا امام پاؤ گے، اگر لوگ پوچھیں کہ اس زمین پر بہترین مخلوق کون ہے؟ تو کہا جائے گا: کہ یہی ہیں۔

اس بارے میں شیعہ اور اہلسنت دونوں کہ یہاں روایات کا انبار ہے۔ اس خاندان کے مناقب جاننے کے لیے کتب حدیث، اور تفسیر بلخوص آیہ مودت، آیہ مباہلہ اور آیہ تطہیر وغیرہ کی جانب رجوع کیا جائے۔

[1] الصواعق المحرقۃ؛ نقل از الفصول المھمۃ: ص۲۲۹.

present ziaraat.com

امام صادقؑ نے فرمایا: إِنَّ حُبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ يُنْزِلُهُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ خَزَائِنَ تَحْتَ الْعَرْشِ كَخَزَائِنِ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَلَا يُنْزِلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ وَلَا يُعْطِيهِ إِلَّا خَيْرَ الْخَلْقِ وَ إِنَّ لَهُ غَمَامَةً كَغَمَامَةِ الْقَطْرِ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخُصَّ بِهِ مَنْ أَحَبَّ مِنْ خَلْقِهِ أَذِنَ لِتِلْكَ الْغَمَامَةِ فَتَهَطَّلَتْ كَمَا تَهَطَّلَتِ السَّحَابُ فَتُصِيبُ الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّه.

خدا ہماری محبت کو آسمان سے تحت العرش خزانوں میں سے نازل کرتا ہے، یہ سونے اور چاندی کی طرح کا خزینہ ہے، وہ اسے ایک خاص مقدار سے زیادہ نازل نہیں کرتا، اور اسے اپنی بہترین مخلوق کو عطا کرتا ہے، ہماری محبت بادلوں کی مانند ہے، اور جب خدا ارادہ کرتا ہے کہ اسے اپنی محبوب مخلوق کو عطا کرے، تو اس بادل کو برسنے کی اجازت دیتا ہے، اور (جب یہ برستا ہے تو) اس سے ماں کے رحم میں موجود طفل بھی بہرہ مند ہوتا ہے۔[1]

[1] تحف العقول: ص ۳۱۳.

present ziaraat.com

امیر المومنینؑ کی محبت میزان تفریق بین مومن ومنافق

اہلبیتؑ میں سے جس شخصیت کی محبت پر واضح اور وسیع پیمانے پر تاکید وارد ہوئی ہے وہ مولا الموحدین، امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ سیرت گفتاری ورفتاری رسولﷺ میں وسیع پیمانے پر امیر المومنینؑ کی محبت اپنانے اور ان کی دشمنی سے دوری اختیار کرنے پر مختلف تعبیروں کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔ رسول اللہﷺ چاہتے تھے کہ اس ذریعے سے لوگوں کو امیر المومنینؑ کی جانب متوجہ فرمائیں تاکہ وہ فتنوں کے زمانے اور علمی ،اجتماعی، سیاسی، ثقافتی مشکلات میں ایک مطمئن رہبر کے مطیع، کشتی نجات کے سوار اور گمراہی وہلاکت سے دور ہوجائیں۔ ان تاکیدات میں سے ایک اہم ترین تاکید جو ایک اہم خصوصیت کی حامل ہے، حدیث میزان ایمان ہے، جس میں نبی مکرمﷺ نے جناب امیرؑ کی ذات والا صفات کو ایمان کو نفاق سے اور مومن کو منافق سے تشخیص دینے کا معیار قرار دیا ہے۔

مجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن

ا۔ صحیح مسلم جو کہ اہلسنت کی معتبر ترین کتاب ہے میں سند صحیح کے ساتھ روایت نقل ہوئی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: والذی خلق الحبة و برا النسمة انه لعهد النبی الامی الی انه لا یحبی الا مومن و لا یبغضنی الا منافق۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا، رسول اللہﷺ نے مجھ سے ایک عہد کیا تھا کہ : مجھ

present ziaraat.com

سے کوئی محبت نہیں کرے گا سوائے مومن کے اور مجھ سے کوئی بغض نہیں رکھے گا سوائے منافق کے۔[1]

دوسری تعبیر کے مطابق امیرالمومنینؑ نے یوں فرمایا: لعهد النبیﷺ الیّ: لا یحبک الا مؤمن و لا یبغضک الا منافق۔ رسول اللہﷺ نے مجھ سے اس طرح عہد لیا کہ: تجھے مومن کے سوا کوئی دوست اور منافق کے سوا کوئی دشمن نہیں رکھے گا۔[2]

ابو نعیم نے الحلیہ: ج۴، ص۱۸۵ میں اس حدیث کو متعدد اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے، جن میں سے ایک سند کے ساتھ یہ حدیث اس تعبیر کے ساتھ وارد ہوئی ہے: اس ذات کی قسم جس نے دانہ چیرا، خلق کو پیدا کیا اور جس نے عظمت کی چادر اوڑھ رکھی ہے، رسول اللہﷺ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ: تجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا اور منافق کے سوا کوئی

---

[1] صحیح مسلم: ج۱، ص۲۲۳؛ مسند احمد: ج۱، ص۸۳؛ سنن ابن ماجہ: ج۱، ص۵۵؛ سنن نسائی: ج۸، ص۱۱۷؛ الاستعیاب (ابن عبدالبر): ج۲، ص۷۳؛ مصابیح (بغوی): ج۲، ص۱۹۹؛ الریاض النظرۃ (محب الدین طبری): ج۲، ص۲۱۴؛ جامع الاصول (ابن اثیر)؛ تاریخ (ابن کثیر): ج۷، ص۳۵۴؛ فرائد السمطین (حموئی) نے چار اسناد کے ساتھ؛ اسنی المطالب (جزری) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؛ الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی)؛ الصواعق المحرقہ (ابن حجر مکی)؛ فتح الباری (ابن حجر عسقلانی) جمع الجوامع (سیوطی) حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم): سنن (ابن ابی عاصم)۔۔۔ الغدیر: ج۳، ص۱۸۳۔ ہم آگے چل کر اہلسنت کی کتب سے مزید اس حدیث کے حوالے پیش کریں گے۔ انشاءاللہ۔

[2] مسند احمد بن جنبل: ج۱، ص۹۵ و ۱۳۸؛ تاریخ بغداد (بغدادی): ج۱۴، ص۴۲۶؛ سنن نسائی: ج۸، ص۱۱۷؛ الخصائص للنسائی: ص۲۷۔

present ziaraat.com

بغض نہیں رکھے گا،اس کے بعد ابو نعیم کہتا ہے: یہ حدیث صحیح اور مورد اتفاق ہے۔ابن عبد البر کہتا ہے: یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔[1]

ابن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے: یہ وہ حدیث ہے جو صحاح میں آئی ہے۔[2] ایک اور مقام پر کہتا ہے: وہ صحیح احادیث جن میں محدثین کو کوئی شک نہیں ہے، بالاتفاق بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: لا یبغضک الا منافق و لا یحبک الا مؤمن.[3]

منافق کبھی مجھ سے محبت نہیں کرسکتا

۲۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هَذَا عَلَى أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي وَلَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجُمْلَتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلَى أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي وَذَلِكَ أَنَّهُ قَضَى فَانْقَضَى عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ أَنَّهُ قَالَ لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ.

اگر میں اپنی اس تلوار سے مومن کی ناک کاٹ دوں تاکہ وہ مجھ سے نفرت کرے تو وہ (اس کے بعد بھی) مجھ سے بغض نہیں رکھے گا، اور اگر میں دنیا کا تمام مال و متاع منافق کے سامنے ڈھیر کر دوں تاکہ وہ مجھے سے محبت کرے تو وہ (اس کے بعد بھی) مجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ یہ بات وہ مسلم و مقدر شدہ امر ہے جو نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جاری ہوئی کہ

---

[1] الاستعیاب: ج۳، ص۳۷.

[2] شرح نہج البلاغہ: ج۲، ص۲۸۴.

[3] شرح نہج البلاغہ: ج۱، ص۳۶۴.

present ziaraat.com

آپؐ نے فرمایا: یا علیؑ کوئی مومن تجھ سے بغض نہیں رکھ سکتا اور کوئی منافق تجھ سے محبت نہیں کر سکتا۔[1]

ایک اور روایت میں ابوالطفیل کہتا ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو فرماتے سنا: اگر میں مومن کی ناک پر شمشیر سے وار بھی کر دوں تب بھی وہ مجھ سے بغض نہیں رکھے گا اور اگر منافق کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر بھی لگا دوں تب بھی وہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا، خدا نے مومنین سے میری محبت کا جبکہ منافقین سے میری دشمنی کا پیمان لیا ہے، اس لیے کوئی مومن مجھ سے بغض نہیں رکھ سکتا اور کوئی منافق مجھ سے محبت نہیں کر سکتا۔[2]

۳۔ام المومنین جناب ام سلمہؓ رسول خداﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا لا یحبّ علیّا المنافق و لا یبغضه المؤمن . منافق علیؑ سے محبت نہیں کر سکتا اور مومن علیؑ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔[3]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید: ج۴، ص۲۶۴؛ الغدیر: ج۳، ص۱۸۳؛ نہج البلاغہ (عبدہ): ج۲، ص۱۵۴؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۹۶.

[2] الغدیر: ج۳، ص۱۸۵؛ اور اسی سے نزدیک شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی: ج۱، ص۳۶۴، میں.

[3] ترمذی نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو صحیح مانا ہے، ج۲، ص۲۱۳؛ ریاض النظرۃ (محب الدین طبری) :ج۲، ص۲۱۴؛ تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی): ص۱۵؛ مطالب السؤل (ابن طلحہ شافعی): ۱۷؛ اسنی المطالب (جزری): ص۷؛ الجامع الکبیر (سیوطی)؛ اور اسی عبارت کے نزدیک احمد بن جنبل نے مناقب اور ابن کثیر نے تاریخ: ج۷، ص۳۵۴ میں ام سلمہؓ سے نقل کی ہے. الغدیر: ج۴، ص۱۸۵.

present ziaraat.com

۴۔ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کی جانب نگاہ کرکے فرمایا: لا یحبّك إلّا مؤمن، ولا یبغضك إلّا منافق.[۱]

۵۔ خلیفہ دوم کے حکم پر تعین خلیفہ کے لیے شش نفری شوری تشکیل دی گئی تھی اور امیر المومنینؑ ان چھ افراد میں سے ایک تھے، اس دن کو یوم شوری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس اجلاس میں امیر المومنینؑ نے شوری کے باقی افراد کے سامنے اپنے فضائل میں سے کچھ فضلتیں بیان کی تھیں جو حدیث منا کے نام سے مشہور ہیں۔[۲]

جناب امیرؑ نے اس جلسے میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو: لا یحبّك إلّا مؤمن، ولا یبغضك إلّا منافق. تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا: خدا گواہ ہے کہ ایسا نہیں ہے، یعنی یہ فضیلت فقط آپ ہی سے مخصوص ہے۔[۳]

۶۔ عبداللہ بن یحیی کہتا ہے: میں نے امیر المومنینؑ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے: إِنَّ ابْنَيَ فَاطِمَةَ اشْتَرَكَ فِي حُبِّهِمَا الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ وَ إِنَّهُ كُتِبَ لِي أَنْ لَا يُحِبَّنِي كَافِرٌ وَ لَا يُبْغِضَنِي مُؤْمِنٌ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى.

فاطمہؑ کے دو بیٹوں حسن و حسین (علیہما و علی امہما افضل صلوات المصلین) سے تو بد و خوب سب ہی محبت کرتے ہیں، لیکن میرے بارے میں ایسا مقدر کیا گیا ہے کہ کوئی کافر مجھ سے

---

[۱] مجمع الزوائد: ج۹، ص۱۳۳؛ الغدیر: ج۳، ص۱۸۶.

[۲] الغدیر: ج۱، ص۱۵۹تا۱۶۳.

[۳] الغدیر: ج۳، ص۱۸۶.

present ziaraat.com

محبت نہیں کرتا اور کوئی مومن مجھ سے بغض نہیں رکھتا اور جو کوئی بھی الزام لگائے وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔[1]

۷، عمرآن بن میثم اپنے والد میثم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: سَمِعْتُ عَلِيّاً أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ يَقُولُ يَا حَسَنُ فَقَالَ الْحَسَنُ لَبَّيْكَ يَا أَبَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ اللهَ أَخَذَ مِيثَاقَ أَبِيكَ عَلَى بُغْضِ كُلِّ مُنَافِقٍ وَفَاسِقٍ وَأَخَذَ مِيثَاقَ كُلِّ مُنَافِقٍ وَفَاسِقٍ عَلَى بُغْضِ أَبِيكَ

میں نے سنا کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے آخری وقت میں امام حسنؑ کو آواز دی اور فرمایا: یا حسنؑ! امام حسنؑ نے فرمایا: جی باباجان! آپ نے فرمایا: خدا نے تیرے بابا سے ہر منافق و فاسق کی دشمنی پر پیمان لیا ہے، اور ہر منافق و فاسق سے بھی تیرے بابا کے بغض پر پیمان لیا ہے۔[2]

علامہ مجلسیؒ اس حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں: شاید یہاں منافقین و فاسقین سے امام علیؑ کے بغض پر پیمان لینے سے مراد یہ ہو کہ جب خدا نے جناب امیرؑ کی ولایت کا پیمان لیا تھا تو انہوں نے اس سے انکار کیا اور ان سے دشمنی اختیار کی۔

۸۔ عبداللہ بن یحیی کہتے ہیں: میں نے امیرالمومنینؑ کو فرماتے سنا: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ مَعَهُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ ثَلَاثَ سِنِينَ فَكَانَ مِمَّا عَهِدَ إِلَيَّ أَنْ لَا يُبْغِضَنِي مُؤْمِنٌ وَلَا يُحِبَّنِي كَافِرٌ أَوْ مُنَافِقٌ وَاللهِ مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ وَلَا ضَلَلْتُ وَلَا ضُلَّ بِي وَلَا نَسِيتُ مِمَّا عَهِدَ إِلَيَّ.

---

[1] محاسن برقی: ج۱، ص۱۵۱؛ دعائم الاسلام: ج۱ص۷۵؛ امالی شیخ طوسی: ص۳۳۵؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۵۳و۲۵۵.

[2] امالی شیخ طوسی: ص۲۴۶؛ کشف الغمہ: (ط۔ قدیمہ) ج۱، ص۳۹۶؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۵۱.

present ziaraat.com

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین سال قبل اس کے کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا نماز پڑھی، اور انہوں نے مجھ سے فرمایا: کوئی مومن مجھ سے بغض نہیں رکھے گا اور کوئی کافر یا منافق مجھ سے محبت نہیں کرے گا، قسم بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ میں نے جھٹلایا، نہ میں گمراہ ہوا اور نہ کوئی میرے وسیلے سے گمراہ ہوا، اور میں وہ عہد نہیں بھولا جو مجھ سے لیا گیا تھا۔[1]

میزان ایمان حدیث قدسی میں:

۹۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خداوند عالم فرماتا ہے: لَوْلَا أَنِّي أَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ مَا تَرَكْتُ عَلَيْهِ خِرْقَةً يَتَوَارَى بِهَا وَ إِذَا كَمَلَتْ لَهُ الْإِيمَانُ ابْتَلَيْتُهُ بِضَعْفٍ فِي قُوَّتِهِ وَ قِلَّةٍ فِي رِزْقِهِ فَإِنْ هُوَ حرج [جَزِعَ] أَعَدْتُ عَلَيْهِ فَإِنْ صَبَرَ بَاهَيْتُ بِهِ مَلَائِكَتِي أَلَا وَ قَدْ جَعَلْتُ عَلِيّاً عَلَماً لِلنَّاسِ فَمَنْ تَبِعَهُ كَانَ هَادِياً وَ مَنْ تَرَكَهُ كَانَ ضَالًّا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُهُ إِلَّا مُنَافِقٌ.

اگر میں بندہ مومن سے شرم نہ کھاتا تو اس کے لیے ایک پارچہ بھی ایسا نہ چھوڑتا جس سے وہ اپنا بدن ڈھانپتا، جب بھی اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے، تو میں اسے قوت کے ضعف اور روزی کی کمی میں مبتلا کرتا ہوں، اگر بے صبری دکھاتا ہے تو اسے اس کی پہلی حالت کی جانب پلٹا دیتا ہوں اور اگر صبر کرتا ہے تو اس کی وجہ سے میں فرشتوں پر افتخار کرتا ہوں، جان لو کے میں نے علیؑ کو لوگوں میں اپنا علم و پرچم قرار دیا ہے، جو کوئی بھی اس کی پیروی کرے ہدایت پائے گا اور

[1] امالی شیخ طوسی: ص ۲۶۱؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۵۲۔

present ziaraat.com

جس نے بھی اسے چھوڑا گمراہ ہوگا، اس سے کوئی محبت نہیں کرے گا سوائے مومن کے اور کوئی بغض نہیں رکھے گا سوائے منافق کے۔[1]

یا علیؑ میں آپ سے محبت کرتا ہوں!

۱۰۔ ریاح بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ جَالِساً فِي مَلَإٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ قَامَ فَزِعاً فَاسْتَقْبَلَ جَنَازَةً عَلَى أَرْبَعَةِ رِجَالٍ مِنَ الْحَبَشِ فَقَالَ ضَعُوهُ ثُمَّ كَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَعْرِفُ هَذَا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عليه السلام أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا عَبْدُ بَنِي رِيَاحٍ مَا اسْتَقْبَلَنِي قَطُّ إِلَّا قَالَ وَ اللَّهِ أَنَا أُحِبُّكَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَاشْهَدْ مَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُكَ إِلَّا كَافِرٌ وَ إِنَّهُ قَدْ شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ قَبِيلٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كُلُّ قَبِيلٍ عَلَى سَبْعِينَ أَلْفَ قَبِيلٍ قَالَ ثُمَّ أَطْلَقَهُ مِنْ جَرِيدِهِ وَ غَسَّلَهُ وَ كَفَّنَهُ وَ صَلَّى عَلَيْهِ وَ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُضَايِقُ بِهِ الطَّرِيقَ وَ إِنَّمَا فُعِلَ بِهِ هَذَا الْحُبِّهِ إِيَّاكَ يَا عَلِي.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے کہ اچانک پریشانی کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک جنازے کے استقبال کے لیے باہر نکلے جسے چار حبشی غلاموں نے اٹھا رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس جنازے کو زمین پر رکھ دو، اس کے بعد آپ نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور گویا ہوئے: تم میں سے کون اسے پہچانتا ہے؟ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اسے پہچانتا ہوں، یہ بنی ریاح کا غلام ہے، یہ مجھ سے کبھی نہیں ملا مگر یہ کہ جب بھی ملتا تھا کہتا تھا: یا علیؑ خدا کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، (ایک اور

---

[1] امالی شیخ طوسی: ص۳۰۶؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۵۳.

present ziaraat.com

روایت میں آیا ہے کہ (یہ مجھ سے جب بھی ملتا) تو خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتا تھا، اور کہتا تھا: یا علیؑ میں آپ سے محبت کرتا ہوں)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تجھ سے کوئی محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور کوئی تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق، (ایک اور روایت میں آیا ہے: لوگوں نے آسمان کی جانب سے ایک تیز صدا سنی)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ کے ستر ہزار گروہ، جس میں ہر گروہ کی تعداد ستر ہزار ہے اس کے تشیع جنازہ میں شریک ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے غسل و کفن دینے کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: ملائکہ کے اژدحام کی وجہ سے جگہ تنگ ہو گئی ہے، اس کے بعد امیر المومنینؑ سے فرمایا: یا علیؑ! اس کو نصیب ہونے والی یہ ساری تعظیم اس محبت کی وجہ سے ہے جو اسے تجھ سے تھی۔[1]

۱۱۔ عمران بن حصین کہتا ہے: كُنْتُ أَنَا وَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ جَالِسَيْنِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَالِسٌ إِلَى جَنْبِهِ إِذْ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَ إِلَهٌ مَعَ اللهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾[2] قَالَ فَانْتَفَضَ

---

[1] محاسن برقی: ج۱، ص۱۵۰؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۵۴. کنز الفوائد: ص۲۸۹، میں آیا ہے: جب اسے دفن کرنے کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر میں داخل ہوئے، لیکن کچھ دیر کے لیے آپ نے اپنا منہ پھیر لیا وراس کے بعد اس کی قبر کی سلیں چن دیں، اصحاب نے اس کی علت دریافت کی، آپ نے فرمایا: یہ ولی خدا دنیا سے پیاسا رخصت ہوا ہے، حور العین میں سے اس کی ازواج اس کے لیے بہشت سے پانی لائی تھیں، خدا کا ولی غیور ہوتا ہے، اس لیے میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ازواج کو دیکھوں کہ مبادا اسے تکلیف ہو.

[2] النمل: ۶۲.

present ziaraat.com

عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ انْتِفَاضَةَ الْعُصْفُورِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ص مَا شَأْنُكَ تَجْزَعُ فَقَالَ مَا لِي لَا أَجْزَعُ وَ اللَّهُ يَقُولُ إِنَّهُ يَجْعَلُنَا خُلَفَاءَ الْأَرْضِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ص لَا تَجْزَعْ فَوَ اللَّهِ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ.

میں اور عمر بن خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، علیؑ بھی حضرتؐ کے ساتھ موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: یعنی کون ہے جو مضطر کی صدا کا جواب دیتا ہے اور اس کے دکھوں کا مداوا کرتا ہے؟ اور وہ تو تمہیں زمین میں اپنا جانشین قرار دے گا، کیا خدا کے علاوہ کوئی دوسرا معبود بھی وجود رکھتا ہے؟ بہت کم لوگ ہیں جو یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ علی بن ابی طالبؑ نے جیسے ہی یہ آیت سنی، ان کا بدن چڑیا کی طرح لرز اٹھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا علیؑ! کیا ہوا؟ آپؑ نے فرمایا: خدا ہمیں اپنا جانشین قرار دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی پریشان نہ ہو! خدا کی قسم تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔[1]

حدیث میزان ایمان قطعی ہے

جو کچھ بیان ہوا اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث میزان ایمان ایک سے زیادہ موارد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئی ہے اور یہ احادیث قطعی میں سے ہے جس کے رسول

---

[1] امالی شیخ مفید: ص۳۰۷؛ امالی شیخ طوسی: ص۷۷؛ بشارۃ المصطفی: ص۱۰؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۶۶؛ کنز الفوائد خطی میں بھی یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ بریدہ سے نقل ہوا ہے۔ الابانۃ الکبری: (ابن بطۃ) ج۸، ص۳۳۵.

present ziaraat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدور اور صحت میں کوئی تردید نہیں، یہاں تک کہ اہلسنت کے یہاں بھی، کیونکہ یہ حدیث ان کے معتبر منابع حدیثی میں متعدد و معتبر اسناد کے ساتھ وارد ہوئی ہے، جیسے کہ صحیح مسلم، مسند احمد بن حنبل، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی اور دوسری بے شمار کتب میں، جن میں سے کچھ کی جانب ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ اور ہم اس سے قبل ابو نعیم کا قول بھی نقل کر آئے ہیں کہ انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح اور مورد اتفاق ہے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے صراحتاً کہا: وہ احادیث صحیح جن میں محدثین کو کوئی شک نہیں، اس حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونے پر گویا ہیں۔[1] بالخصوص ان موارد کی جانب توجہ کرنے کے بعد جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملے کو متعدد بار بیان فرمایا اور امیر المومنینؑ نے بھی اس جملے کی جانب مختلف اوقات میں اشارہ فرمایا، جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ امینیؒ اس حدیث کو اسناد و معتبر منابع اہلسنت سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جو کچھ بیان ہوا وہ اہلسنت کے منابع میں سے وہ تھا جس تک ہم دسترس حاصل کر پائے اور شاید جس تک دسترس نہیں پا سکے وہ اس سے زیادہ ہو جسے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور شاید آپ (اے قاری محترم) کو ان اسناد کے مشاہدے کے بعد اس بات میں تردید نہ رہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیثِ متواتر قطعی طور پر ثابت ہے تو وہ یہی حدیث ہے یا پھر یہ ان احادیث میں سے ایک روشن ترین مصداق ہے۔[2]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید: ج ۱، ص ۳۶۴۔ ج ۲، ص ۲۸۴.

[2] الغدیر: ج ۳، ص ۱۸۷، مذکورہ حدیث چاہے لا یحبنی کی تعبیر سے ہو یا لا یحبک کے الفاظ کے ساتھ، اسے اہلسنت علماء کی ایک کثیر تعداد نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، ان میں سے کچھ کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

present ziaraat.com

حدیث میزان ایمان اور احمد بن حنبل

محمد بن منصور طوسی کہتا ہے: میں احمد بن حنبل کے پاس تھا، ایک شخص نے ان سے پوچھا: آپ کی اس حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے کہ علیؑ نے فرمایا: انا قسیم النار میں جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں! انہوں نے جواب میں کہا: اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل نہیں کرتے کہ آپؐ نے فرمایا: لَا یُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا یُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِق. یا علیؑ! تم سے کوئی محبت نہیں کرے گا سوائے مومن کے اور کوئی بغض نہیں رکھے گا سوائے منافق کے؟ ہم نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے، احمد بن حنبل نے کہا: مومن

فضائل الصحابہ (احمد بن حنبل): ج ۲، ص ۵۶۴؛ الاحکام الشرعیۃ الکبری: ج ۴، ص ۳۷۵؛ التبویب الموضوعی للاحادیث: ج ۱، ص ۸۰۹؛ السنن الکبری (نسائی): ج ۶، ص ۵۳۴؛ المسند الجامع: ج ۱۳، ص ۲۰۳؛ المعجم الاوسط: ج ۲، ص ۲۳۷ و ج ۵، ص ۸۷ و ج ۱۰، ص ۴۶۴؛ جامع الاحادیث: ج ۱۰، ص ۶۲ و ج ۱۷، ص ۷۴ و ج ۲۹، ص ۳۵۴؛ الجامع الکبیر: ج ۱، ص ۹۴۱۱؛ حلیۃ الاولیاء: ج ۴، ص ۱۸۵؛ (اور انہوں نے حدیث کو صحیح اور مورد اتفاق کہا ہے) سنن ترمذی: ج ۲، ص ۱۹۸؛ (البانی نے اسے صحیح کہا ہے) سنن نسائی: ج ۱۵، ص ۲۱۶؛ (البانی نے اس صحیح کہا ہے) شرح السنۃ (بغوی): ج ۱، ص ۹۲۵ اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے؛ کنز العمال: ج ۱۱، ص ۵۹۸؛ مسند ابو یعلی: ج ۱، ص ۲۵۰ باسند صحیح روایت کیا ہے؛ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۹۹ و ج ۳، ص ۱۱۶ اور اس کے علاوہ اسی کتب میں دوسرے مقامات پر بھی، اور انہیں شعیب الارنؤوط نے شرط بخاری و مسلم کے مطابق صحیح کہا ہے؛ مسند حمیدی: ج ۱، ص ۶۷؛ مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج ۳۰، ص ۴۳۵، اور ابو عیسی نے اسے حسن اور صحیح شمار کیا ہے؛ معجم ابن عساکر: ج ۱، ص ۱۹۵ و ۳۱۵ و ۴۸۳، ج ۲، ص ۲۲۷ اور حدیث کو صحیح شمار کیا ہے؛ معجم ابن الاعرابی: ج ۲، ص ۵۱۶.

present ziaraat.com

کہاں ہے؟ ہم نے کہا جنت میں، پوچھا: منافق کہاں ہے؟ ہم نے کہا جہنم میں، تو احمد نے کہا: پس (پھر ثابت ہوا کہ) علیؑ جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔[1]

مؤلف کہتا ہے: روایت میں ہے کہ بنو عباس کے حیلہ گر لیکن تعلیم یافتہ بادشاہ مامون نے امام رضاؑ سے کہا: مجھے بتائیے کہ آپ کے جد علی بن ابی طالبؑ کیسے جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں؟ امام رضاؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے فرماں روا! کیا تو نے اپنے اجداد اور انہوں نے عبداللہ ابن عباس سے روایت نہیں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے؟ مامون نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے، آپ نے فرمایا: پس علیؑ نے جنت و جہنم تقسیم کر دی، مامون نے کہا: خدا مجھے آپ کے بعد زندہ نہ رکھے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہیں۔[2]

منافقین کی شناخت میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی

کیونکہ مذکورہ حدیث کے مطابق نفاق کی علامت امام علیؑ کا بغض ہے، لہذا اصحاب پیغمبرؐ اسی کے ذریعے منافقین کی شناخت کیا کرتے تھے۔

---

[1] ترتیب الامالی الخمیسیۃ، یحیی بن الحسین الشجری الجرجانی، (م۔۴۹۹) ج۱، ص۱۷۷، (ط۔الاولی).

[2] سفینۃ البحار: ج۷، ص۳۰۳؛ نقل از کشف الغمہ۔ اور بعید نہیں کہ احمد بن حنبل نے جواب دینے میں امام رضاؑ کے کلام سے ہی استفادہ کیا ہو.

present ziaraat.com

ابو سعید خدری، جابر بن عبد اللہ انصاری اور زید بن ارقم سے روایت نقل ہوئی ہے کہ: ہم زمانہ پیغمبرؐ میں منافقین کو علی بن ابی طالبؑ کے بغض سے پہچانتے تھے۔[1]

عبد اللہ بن عمر سے بھی یہی روایت نقل ہوئی ہے۔[2] یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص نے عمر کے سامنے امیر المومنینؑ کو ناسزا کہا تھا تو عمر نے اس سے کہا: مجھے لگتا ہے کہ تو منافق ہو گیا ہے ۔[3] کیا حقیقت میں ہم بھی صحابہ کی طرح منافقین کو بغض علی سے پہچان سکتے ہیں؟ کیا ہم ان تمام افراد کو منافق کہہ سکتے ہیں جو امیر المومنینؑ سے کینہ رکھتے ہیں؟ اور کیا ہم ان سے اعراض برت سکتے ہیں؟ انہیں دشمن خدا اور رسول جان سکتے ہیں، تاکہ ان کے خطر سے آمان میں رہیں، کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ﴾ منافقین تمہارے دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو۔[4]

اگر حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کی ذات والا صفات کو مومن اور منافق کے درمیان تفریق کا معیار بتایا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس میزان اور معیار سے استفادہ کرنے میں کوتاہی کرتے دکھائی دیتے ہیں، اور معاویہ، ابوسفیان، مروان بن حکم اور

---

[1] البلاذری، ترمذی، ابانۃ العکبری، کتاب ابن عقدہ، فضائل احمد، شرح الالکائی، بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۶۳، نقل از مناقب ابن شہر آشوب: ج۳، ص۲۰۶.

[2] قرب الاسناد: ص۲۶، حدیث۸۶؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۳۰۱.

[3] تاریخ خطیب بغدادی: ج۷، ص۴۵۳؛ الغدیر: ج۳، ص۱۸۷.

[4] منافقون: ۴.

present ziaraat.com

دیگر دشمنان علیؑ جو رسول اللہ ﷺ کی تصریح کے مطابق منافقین میں سے ہیں، سے اعراض نہیں برتے؟!!

اہلسنت عالم دین ابن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے: شیخ ابوالقاسم بلخی کہتے ہیں: بہت سے اصحاب نے یہ حدیث ایک دوسرے سے نقل کی ہے کہ: مَا كُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ص إِلَّا بِبُغْضِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ہم زمان رسول میں منافقین کو علیؑ کے بغض سے پہچانا کرتے تھے۔[1]

مؤیدات حدیث میزان ایمان

امیر المومنینؑ سے محبت (کے وجوب) اور آپ کے بغض کی مذمت میں رسول اللہ ﷺ سے وافر مقدار میں احادیث وارد ہوئی ہیں، جو حدیث میزان ایمان کی مؤید ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ حدیث غدیر خم: جو حد تواتر سے بھی زیادہ رسول اللہ ﷺ سے نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ وَ انْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ. جس جس کا میں مولا اس اس کا علیؑ مولا، خدایا جو علیؑ سے محبت کرے تو اسے دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ، مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد

[1] شرح نہج البلاغہ: ج ۱، ص ۴۷۶؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۹۵.

present ziaraat.com

کرے اور چھوڑ دے اسے جو علیؑ سے رو گرداں ہو جائے۔[1]

اس حدیث میں بھی امیر المومنینؑ کو خدا کی دوستی اور دشمنی کا محور قرار دیا گیا ہے، اور یہ چیز ظاہر ہے کہ جو مسلمان ہونے کا دعوی کرے لیکن پھر بھی امیر المومنینؑ سے دشمنی رکھتا ہو وہ منافق کے سوا اور کوئی نہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: یَا عَلِيُّ لَا تُبَالِ بِمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لَكَ فَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِكَ مَاتَ يَهُودِيّاً أَوْ نَصْرَانِيّاً. اے علیؑ! مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں جو تیرے بغض و کینے کے ساتھ مر جائے، جو کوئی بھی تیری دشمنی پر مرے، وہ یا یہودی مرا ہے یا نصرانی۔[2]

۳۔ سید الشہداء امام حسین بن علی علیہما السلام، رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُحِبُّ النَّبِيَّ ص وَلَا يُحِبُّ الْوَصِيَّ فَقَدْ كَذَبَ۔ جو کوئی بھی یہ سوچتا ہے کہ وہ پیغمبرؐ سے محبت کرتا ہے لیکن (ان کے) وصی سے محبت نہیں کرتا، وہ جھوٹ بولتا ہے۔[3] مذکورہ بالا حدیث کے مضمون: یعنی مولا علیؑ کے بغض کے باوجود نبی صلى الله عليه وآله وسلم سے محبت کے دعوے کا جھوٹا ہونا، کے بارے میں رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم سے متعدد روایات نقل ہوئی ہیں۔[4]

---

[1] الغدیر: ج ا کی جانب رجوع فرمائیں.

[2] بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۵۰: نقل از کتاب الروضۃ: ص ۵۷.

[3] وسائل الشیعہ: ج ۱۸، ص ۵۶۲.

[4] بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۶۹ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۸ و ۲۸۳ و ۲۸۵ و ۲۹۷۔۔۔ میں یہ مطلب شیعوں کی معتبر و مستند کتب سے نقل کیا گیا ہے نیز یہی مطلب اہلسنت کی کتب میں بھی وارد ہوا ہے۔

present ziaraat.com

۴۔انس بن مالک کہتا ہے: نَظَرَ النَّبِيُّ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع وَ أَخَذَ بِيَدِهِ وَ قَالَ يَا عَلِيُّ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُحِبُّنِي وَهُوَ يُبْغِضُكَ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کی جانب نگاہ کی، ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: یا علیؑ! وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو یہ سوچتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے لیکن تجھ سے بغض رکھتا ہے۔[1]

۵۔جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا: لَوْ أَنَّ أُمَّتِي أَبْغَضُوكَ لَأَكَبَّهُمُ اللَّهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي النَّارِ. اگر میری تمام امت تجھ سے بغض رکھتی ہو تب بھی خدا انہیں ان کی ناک سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے گا۔[2]

۶۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَ كُلُّ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُؤْمِنٌ قَالَ إِنَّ عَدَاوَتَنَا تَلْحَقُ بِالْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ إِنَّكُمْ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُحِبُّونِي وَ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُحِبُّنِي وَ يُبْغِضُ هَذَا يَعْنِي عَلِيّاً ع۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جو کوئی بھی لا الہ الا اللہ کہہ دے وہ مومن ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہماری دشمنی انسان کو یہودیوں اور نصرانیوں سے ملحق کر دیتی ہے، تم اس وقت تک بہشت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مجھ سے محبت نہ رکھو۔ اور (جان لو کہ) وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو سوچتا ہے کہ مجھ سے محبت کرتا ہے مگر اس شخص (یعنی علیؑ) کا دشمن ہو۔[3]

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۶۹؛ نقل از امالی شیخ طوسی: ص۳۱.

[2] بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۶۱؛ نقل از مناقب ابن شہر آشوب: ج۳، ص۲۰۵ نقل از ابن بطہ در الابانۃ.

[3] بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۸۱؛ نقل از بشارۃ المصطفی: ص۱۴۶.

present ziaraat.com

۷۔ **رسول اللہ ﷺ** نے فرمایا: يَا عَلِيُّ لَوْلَاكَ لَمَا عُرِفَ الْمُؤْمِنُونَ بَعْدِي. اے علیؑ! اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنوں کی پہچان کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔[1]

سن اور گواہی دے

۸۔ **عبداللہ بن مسعود** کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی ہمسر زینب بنت جحش کے حجرے سے برآمد ہوئے اور ام سلمہؓ کے حجرے میں چلے گئے، اس دوران ایک شخص نے دق الباب کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہؓ: اٹھو اور دروازہ کھولو۔ ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ کون ہے جو اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ میں اس کے لیے دروازہ کھولوں اور اپنی کلائی کے ساتھ اس کے روبرو ہو جاؤں، ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ قرآن میں میرے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت اور اس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے، دروازے کے پیچھے وہ شخص ہے جو ہلکے دماغ کا بے پروا انسان نہیں (یعنی مسائل شرعی جانتا ہے) وہ اس وقت تک داخل نہیں ہو گا جب تک تم پردے کے پیچھے نہیں چلی جاتی، وہ خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں: میں نے دروازہ کھولا: آنے والا شخص اس وقت تک باہر ہی کھڑا رہا جب تک میں پردے کے پیچھے نہ چلی گئی اور جب اس نے دیکھا کہ اب کمرے سے کسی کے چلنے کی آواز نہیں آ رہی تو وہ کمرے میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام

[1] مناقب ابن مغازلی، الریاض النظرۃ، کنزالعمال، الغدیر: ج ۳، ص ۱۸۶؛ بحار الانوار: ج ۴۰، ص ۲۶؛ نقل از عیون اخبار الرضاؑ: ص ۲۱۲.

present ziaraat.com

کیا۔ میں پردے کے پیچھے ہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ام سلمہؓ کیا اس شخص کو پہچانتی ہو؟ میں نے عرض کی: جی یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: هُوَ أَخِي سَجِيَّتُهُ سَجِيَّتِي وَ لَحْمُهُ مِنْ لَحْمِي وَ دَمُهُ مِنْ دَمِي يَا أُمَّ سَلَمَةَ هَذَا قَاضِي عِدَاتِي مِنْ بَعْدِي فَاسْمَعِي وَ اشْهَدِي يَا أُمَّ سَلَمَةَ هَذَا وَلِيِّي مِنْ بَعْدِي فَاسْمَعِي وَ اشْهَدِي يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا عَبَدَ اللَّهَ أَلْفَ سَنَةٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَ الْمَقَامِ وَ لَقِيَ اللَّهَ مُبْغِضاً لِهَذَا أَكَبَّهُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ یہ میرا بھائی ہے، اس کا خلق و خو میرا اخلق و خو ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے، اے ام سلمہؓ یہ شخص میرے بعد میرے وعدے نبھائے گا، اے ام سلمہؓ سن اور گواہی دے کہ یہ میرے بعد میری جانب سے امت کا سرپرست ہے۔ اے ام سلمہؓ سن اور گواہی دے، اگر ایک شخص رکن و مقام کے درمیان سالوں خدا کی عبادت میں مشغول رہے لیکن خدا سے علیؑ کے بغض کے ساتھ ملاقات کرے، تو خدا اسے جہنم رسید کرے گا۔[1]

۹۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں: منافقین کی علامت علیؑ کا بغض و کینہ تھا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ علیؑ مسجد میں داخل ہوئے اور سب کے پاس سے گزرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا بیٹھے، وہی جگہ جہاں علیؑ ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب دو افراد نے ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں شروع کر دیں، ان دونوں کو لوگ منافق سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا مقصود و مطلوب

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص۲۶۷، نقل از کشف الغمہ: ص۷۲، نقل از کتاب ابن خالویہ، و مناقب الخطیب؛ کشف الیقین: ص۲۲۴.

present ziaraat.com

سمجھ گئے، اور آپ کو اس قدر جلال آیا کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں ہو گئے، آپ نے فرمایا: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ عَبْدٌ الْجَنَّةَ حَتَّى يُحِبَّنِي أَلَا وَ كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُحِبُّنِي وَ هُوَ يُبْغِضُ هَذَا وَ أَخَذَ بِكَفِّ عَلِيٍّ ع فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ هَذِهِ الْآيَةَ فِي شَأْنِهِمَا ﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذا تَناجَيْتُمْ فَلا تَتَناجَوْا بِالْإِثْمِ وَ الْعُدْوانِ وَ مَعْصِيَةِ الرَّسُولِ﴾[1] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمدؐ کی جان ہے! کوئی شخص اس وقت تک داخل بہشت نہیں ہو سکتا جب تک مجھ سے محبت نہ رکھتا ہو اور جان لو کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ سوچتا ہے کہ وہ مجھ سے تو محبت کرتا ہے لیکن اس شخص (علی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) سے بغض رکھتا ہے۔ اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: اے مومنوں جب تم ایک دوسرے سے کانا پھوسی کر رہے ہو تو اس وقت گناہ اور معصیت پیغمبر میں مبتلا نہ ہونا، بلکہ نیکی اور تقوی اختیار کرنا، اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی جانب تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔[2]

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً فَقَدْ أَحَبَّنِي وَ مَنْ أَبْغَضَ عَلِيّاً فَقَدْ أَبْغَضَنِي۔ جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔[3]

---

[1] مجادلہ: ۹.

[2] بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۷۰، نقل از امالی شیخ طوسی: ص ۳۱.

[3] حاکم نے مستدرک اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت سند کا اعتراف کیا ہے. الجامع الصغیر (سیوطی): ج ۲، ص ۵۵۴؛ اہلسنت کے دیگر مصادر کے جاننے کے لیے رجوع کیجیے الغدیر: ج ۳، ص ۳۵؛ بحار الانوار: ج ۲۹، ص ۶۴۴.

present ziaraat.com

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يَا عَلِيُّ مَنْ فَارَقَنِي فَارَقَ اللّٰهَ وَ مَنْ فَارَقَكَ يَا عَلِيُّ فَارَقَنِي۔ یا علیؑ! جو مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہوا اور جو تجھ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا۔[1]

اے بریرہ کیا منافق ہو گئے ہو!؟

۱۲۔ عبداللہ بن بریرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ اور خالد بن ولید کو الگ الگ روانہ کیا، اور اس کے بعد فرمایا: جب تم دونوں (منزل مقصود پر) پہنچ جاؤ تو علیؑ امیر ہونگے۔ بریرہ کہتے ہیں: ہم جس طرف بھی گئے، علیؑ (ہم سے پہلے) مال غنیمت پر قابض تھے، انہوں نے مال غنیمت میں سے کچھ اپنے لیے رکھ لیا، علیؑ سے کینے کے معاملے میں میں سب سے زیادہ تھا[2]، اور یہ بات خالد بن ولید بھی جانتا تھا، جب خالد کے پاس مختلف ذرائع سے یہ خبر پہنچی کہ علیؑ نے اپنے لیے ایک کنیز رکھ لی ہے تو اس نے مجھے بلایا اور ایک نامہ لکھ کر مجھے پکڑایا اور بولا: یہ نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دو، میں نے نامہ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ سے نامہ لیا اور جس طرح قرآن نے کہا ہے: رسول پڑھتے لکھتے نہیں ہیں۔ میں نے سر نیچے جھکایا اور علیؑ کی برائیاں کرنا شروع کر دیں، جب میں نے بات ختم کی اور اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر جلال میں ہیں

---

[1] حاکم نے مستدرک میں اس کی سند کو صحیح شمار کیا ہے، ج۳، ص۱۲۳؛ میزان الاعتدال (ذہبی): ج۱، ص۳۲۳؛ کشف الغمہ: (ط۔ قدیمہ) ج۱، ص۹۴.

[2] معلوم نہیں اس کی وجہ کیا تھی؟ شاید اس کی وجہ زمانہ جاہلیت میں علیؑ کے ہاتھوں بریرہ کے بزرگان کا قتل ہونا تھا یا پھر یہ تعصب و حسادت کی وجہ سے تھا.

present ziaraat.com

کہ بنی قریضۃ اور بنی نضیر سے جنگ کے دن ہی رسول اللہ ﷺ کو اس قدر جلال میں دیکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے میری جانب نگاہ کی اور فرمایا: إِنَّ عَلِيّاً وَلِيُّكُمْ بَعْدِي فَأَحِبَّ عَلِيّاً فَإِنَّمَا يَفْعَلُ مَا يُؤْمَرُ۔ اے بریرہ علیؑ میرے بعد تمہارا سرپرست ہے، اس سے محبت کرو کیونکہ وہ حکم کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ بریرہ نے کہا: میں وہاں سے اٹھا اس حال میں کہ علیؑ سے زیادہ کوئی میرے نزدیک محبوب تر نہ تھا۔ عبداللہ بن عطا نے کہا: جب میں نے یہ حدیث حرب بن سعید بن غفلہ کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا: عبداللہ بن بریرہ نے اس حدیث کا ایک حصہ بیان نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ سے یہ بھی فرمایا تھا: أَ نَافَقْتَ بَعْدِي يَا بُرَيْدَة. اے بریرہ کیا میرے بعد (یعنی مجھ سے کچھ عرصہ دور رہنے کے بعد) منافق ہو گئے ہو؟[1] مذکورہ حدیث شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں معتبر ترین احادیث میں سے ہے۔[2]

۱۳۔ عقبہ بن عامر کہتا ہے: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ علیؑ سے فرما رہے تھے: لَا تَلُومَنَّ النَّاسَ عَلَى حُبِّكَ فَإِنَّ حُبَّكَ مَخْزُونٌ تَحْتَ الْعَرْشِ لَا يَنَالُ حُبَّكَ مَنْ يُرِيدُ إِنَّمَا يُنْزَلُ مِنَ السَّمَاءِ بِقَدَرٍ. لوگوں کو اپنی ذات سے محبت نہ کرنے کے معاملے میں سرزنش نہ کر، تیری

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص ۲۸۲، نقل از بشارۃ المصطفی: ص ۱۴۶۔

[2] مسند احمد بن حنبل: ج۵، ص ۳۵۶، اس کتاب کے محقق احمد الزین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے؛ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ج۵، ص ۲۶۲، میں البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ساتھ ہی ابن تیمیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کس طرح اس حدیث کو جھٹلانے کی جرات کی؛ البانی کہتا ہے: میں اس میں کسی جہت سے جھوٹ نہیں پاتا مگر یہ کہ (کسی کو) شیعوں کے رد کرنے میں جلدی اور مبالغے سے کام لینا ہو۔ (حقوق العترۃ النبویہ: ص ۲۴۶، سید محمد ہاشم مدنی)۔

present ziaraat.com

محبت تحت عرش چھپی ہوئی ہے، اور یہ ہر ایک کو نہیں ملتی، (بلکہ) تیری محبت تو آسمان سے ایک خاص اندازے کے مطابق نازل ہوتی ہے۔[1]

۱۴۔ حبّۃ العرنی سے ابن ابی الحدید نقل کرتے ہیں کہ علیؑ نے کہا: جو کوئی بھی مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ ہے اگر تو ہر دن روزے رکھے اور ساری ساری رات شب زندہ داری کرے، اور میان صفا و مروہ، یا فرمایا: میان رکن و مقام قتل ہو جائے، تب بھی خدا تجھے قیامت میں مبعوث نہیں کرے گا مگر اس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ تو علاقہ رکھتا تھا، اگر وہ بہشت میں ہوا تو تو بھی بہشت میں اور اگر وہ جہنم میں ہوا تو تو بھی (اس کے ساتھ) جہنم میں جائے گا۔[2]

۱۵۔ سالم بن جعد کہتا ہے: میں نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے اس وقت جب پیری کی وجہ سے ان کی پلکیں ان کی آنکھوں پر آپڑی تھیں، پوچھا: کچھ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں کہو، اس وقت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی ابروؤں کو اوپر اٹھایا اور بولے: ذَاكَ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ لَا يُبْغِضُهُ إِلَّا مُنَافِقٌ وَلَا يَشُكُّ فِيهِ إِلَّا كَافِرٌ۔ علیؑ خلق میں بہترین ہیں، انہیں منافق کے علاوہ کوئی دشمن نہیں رکھتا، اور ان (کے معاملے) میں سوائے کافر کے کوئی شک نہیں کرتا۔[3]

۱۶۔ ابوالطفیل سے طبرانی روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا: میں نے ہمسر رسول ام سلمہؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّ عَلِيّاً فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ

[1] بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۸۶، نقل از بشارۃ المصطفی: ص ۱۹۷.

[2] شرح نہج البلاغہ: ج ۱، ص ۴۸۶.

[3] بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۲۶۵، نقل از امالی شیخ مفید: ص ۳۷.

present ziaraat.com

اللّٰہَ، وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيّاً فَقَدْ أَبْغَضَنِي، وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللّٰہ. جو بھی علی کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور جو کوئی علیؑ سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ خدا سے بغض رکھتا ہے۔[1]

ایک صحیح حدیث کے مقابل بے جا تعصب

۱۷۔ابن عباس سے سند صحیح کے ساتھ ابوالازھر احمد بن ازھر نیشاپوری روایت نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: يَا عَلِيُّ أَنْتَ سَيِّدٌ فِي الدُّنْيَا وَسَيِّدٌ فِي الْآخِرَةِ حَبِيبُكَ حَبِيبِي وَ حَبِيبِي حَبِيبُ اللّٰہ عَدُوُّكَ عَدُوِّي وَ عَدُوِّي عَدُوُّ اللّٰہ فَالْوَيْلُ لِمَنْ أَبْغَضَكَ بَعْدِي. یا علیؑ تم دنیا میں بھی سید و سردار ہو اور آخرت میں بھی، تیرا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے، تیرا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے،

---

[1] المعجم الکبیر: ج۲۳، ص۳۸۰؛ مجمع الزوائد (ہیثمی): ج۹، ص۱۳۳، حدیث کو حسن کہا ہے؛ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حدیث کو صحیح کہا ہے؛ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ج۳، ص۲۸۷، میں صحیح کہا ہے؛ اسی حدیث کو تلخیص کے ساتھ حاکم نے مستدرک اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں صحیح شمار کیا ہے، مناوی نے فیض القدیر: ج۶، ص۴۲، میں حدیث کو حسن شمار کیا ہے؛ اور البانی نے بھی صحیح الجامع الصغیر میں اسے صحیح مانا ہے. نقل از تلخیص کتاب آئمۃ اہلبیت فی کتاب اھل السنۃ. (شیعہ منابع: امالی طوسی: ص۲۴۸ و ۳۰۹؛ بشارۃ المصطفی: ص۱۲۰).

present ziaraat.com

وائے ہو اس پر جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے۔[1]

[1] مستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص۱۳۸، میں حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، اس کے علاوہ دوسرے بزرگان اہلسنت نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے جیسے: مناقب امام علیؑ (مغازلی)؛ تاریخ بغداد؛ مناقب خوارزمی؛ تاریخ دمشق؛ الریاض النظرۃ؛ البدایۃ و النھایۃ: مجمع الزوائد۔۔۔ نقل از مقدمہ دلائل الصدق: ج۱، ص۱۲.

دلچسپ بات یہ ہے کہ ابوالازہر جن کے توسط سے یہ حدیث منتشر ہوئی اور سب ان کی وثاقت پر اعتبار کرتے ہیں، جب صنعاء (یمن) سے بغداد آئے تو انہوں نے اہل بغداد میں یہ حدیث بیان کی۔ یحیی بن معین جو اہلسنت کے علمائے متقدمین علم الرجال میں سے ہے، نے اس حدیث کا انکار کیا اور اپنے درس میں کہنے لگا: یہ جھوٹا نیشاپوری کون ہے جو اس حدیث کو ابن الرزاق سے روایت کرتا ہے؟! ابولازہر اسی مجلس میں موجود تھے، وہ کھڑے ہو گئے اور بولے: وہ شخص میں ہوں، یحیی ہنسا اور بولا: تم تو جھوٹے نہیں ہو، اور اس کے بعد حدیث کے صحیح ہونے پر تعجب کرتے ہوئے کہنے لگا: اس مورد میں گناہ دوسرے پر ہے۔ اس کے بعد ابو الازہر سے پوچھا: یہ کیا ہے کہ عبدالرزاق نے یہ حدیث فقط تجھ سے بیان کی کسی اور سے نہیں؟ ابوالازہر نے کہا: میں صنعاء گیا تھا، عبدالرزاق ایک دور افتادہ دیہات میں تھے، میں اس حال میں کہ بیمار بھی تھا اس کے پاس گیا، خراسان سے پوچھا اور اس سے حدیث نقل کر کے لکھی، جب میں اس سے وداع لینے لگا، تو اس نے کہا: تیرا حق مجھ پر لازم ہے، میں تجھے ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو آج تک تیرے سوا کسی نے بھی مجھ سے نہیں سنی ہو گی! اور خدا کی قسم! اس کے بعد یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ میرے سامنے نقل کی۔ جب یحیی نے یہ کلام سنا تو ابوالازہر کی تصدیق کی، اور اس سے معافی مانگی. (تہذیب التہذیب: ج۱، ص۴۴) عجیب بات یہ ہے کہ پہلے تو یحیی بنا تحقیق کے اس حدیث اور اس کے راوی کو جھوٹا کہہ دیتا ہے۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ عین اس حال میں جبکہ تمام سند بزرگ علماء اور ثقات پر مشتمل ہے، یعنی: احمد بن الازھر نیشاپوری عن عبدالرزاق بن ھمام عن معمر بن راشد ازدی عن محمد بن مسلم زھری عن عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور عن

present ziaraat.com

تین قسم کے افراد علیؑ سے محبت نہیں کرتے

۱۸۔ابو ایوب انصاری کہتے ہیں: اپنے بچوں کے سامنے علیؑ کی محبت پیش کرو، جو بھی ان سے محبت کرے وہ تم سے ہے، اور جو بھی ان سے بغض رکھے تو اس کی ماں سے پوچھو کہ اسے کہاں سے لائی ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا:

لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ أَوْ وَلَدُ زِنْيَةٍ أَوْ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهِيَ طَامِثٌ۔

تجھ سے محبت نہیں کرتا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھتا سوائے منافق یا زنازادہ، یا وہ کہ جس کی ماں حالت حیض میں حاملہ ہوئی تھی۔[1]

ابن تیمیہ اور ان جیسوں کی ستیزہ کاری کا جواب

آپ نے اس حدیث مبارکہ کے معتبر منابع کی کثرت ملاحظہ فرمائی، حتی مسلم نے بھی اسے اپنی صحیح میں نقل کر کے اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے جو کہ اہلسنت کی معتبر ترین کتاب ہے۔ البتہ بے انصافی اور بے شرمی کی انتہا دیکھئے کہ ابن تیمیہ، ذہبی، ابو علی طوسی اور دار القطنی

عبد اللہ ابن عباس، کہتا ہے: اس حدیث کے معاملے میں گناہ دوسرے کے کندھے پر ہے! کون سا گناہ اور کس پر؟ ذہبی، کہ اس کا اپنا باطن بھی امیر المومنینؑ کے فضائل کے ساتھ سازگار نہیں تھا، اس حدیث کی صحت کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی ایک ناہنجار کوشش کرتا ہے تاکہ کسی صورت اس حدیث کے مضمون کو رد کر سکے، وہ کمال بے شرمی کے ساتھ کہتا ہے: یشھد القلب انه باطل! دل گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۱، ص۸۲) أفي قلوبهم مرض و الله لا يهدي القوم الظالمين. (اس کے علاوہ یہ حدیث شیعہ منابع میں بھی تعبیرات کے اختلاف کے ساتھ وافر مقدار میں نقل ہوئی ہے۔ مترجم)

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص۳۰۱، نقل از علل الشرائع: ص۵۹.

present ziaraat.com

جیسوں نے اپنا پورا زور لگا کر یہ مذبوحانہ کوشش کی کہ کسی طرح سے اس حدیث کے مقصود و مطلوب کو سست کر دیں۔

ابن تیمیہ ایک حدیث نقل کرتا ہے کہ: انصار کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے (ہم بعد میں اس بارے میں گزارشات پیش کریں گے) اس کے بعد کہتا ہے: منافقین کی پہچان کے سلسلے میں بغض انصار کو اولیت حاصل ہے، چونکہ یہ احادیث، اس حدیث سے جسے علیؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی: مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور دشمنی نہیں رکھے گا مگر منافق، زیادہ صحیح ہے، یہ روایت جسے عدی بن ثابت نے زر بن جیش سے نقل کیا ہے، بخاری نے اس سے اعراض برتا ہے، برخلاف احادیث انصار کے اس پر صاحبان صحیح چاہے وہ بخاری ہو یا دوسرے، سب نے اس پر اتفاق کیا ہے، اہل علم کو یقین ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئی ہے، برخلاف حدیث علیؑ کہ اس میں کچھ اہل علم شک و تردید رکھتے ہیں۔[1]

قاری ابن تیمیہ کے لحن اور انداز سے بخوبی اُس بغض کی بو سونگھ سکتا ہے جو ابن تیمیہ کے باطن میں امیر المومنینؑ کے فضائل کے لیے موجود تھا، وہ اور تمام اہل علم جانتے ہیں کہ حدیث انصار (بنا بر فرض صحت) اور حدیث علیؑ میں کوئی تضاد نہیں جو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مقائسہ کرنے کی ضرورت پیش آئے، لیکن ابن تیمیہ کا بیمار قلب جو امیر المومنینؑ کی اس فضیلت کو قبول کرنے کے لیے کسی طور راضی نہیں، اس حدیث کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا۔ اور وہ اس جہت سے حق بھی رکھتا ہے کیونکہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اگر اس نے یہ حدیث قبول کر لی تو اس کا

---

[1] منہاج السنۃ: ج ۴، ص ۴۰۔

present ziaraat.com

اپنا نفاق سب پر آشکار ہو جائے گا۔ البتہ اس حدیث کی صحت میں شک و شبہہ ایجاد کرنا یا اس میں بعض افراد کا تردید کا شکار ہونا، اس حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر یہ کہ کوئی ابن تیمیہ جیسا ہو، ورنہ بخاری کا کسی حدیث سے اعراض برتنا مسلم یا کسی اور کی احادیث کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے، کون اس بات کا قائل ہوا ہے کہ فقط بخاری کی احادیث صحیح ہیں اور باقیوں کی روایت کردہ احادیث صحیح نہیں حتی مسلم کی بھی نہیں، کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر دیگر کتب اہلسنت یہاں تک کہ صحاح پر بھی فاتحہ پڑھ دینی چاہیے۔

مؤلف مطمئن ہے کہ ابن تیمیہ اس قسم کے سادہ مطالب سے بہت اچھے سے واقف تھا، لیکن اس کا بیمار قلب حقیقت کے اعتراف کی راہ میں مانع ہوا، اس صورت میں کہ وہ اہلسنت کی دوسری معتبر ترین کتاب مسلم (اور بعض کے مطابق تو صحیح مسلم اولین کتاب ہے اور بخاری سے افضل ہے)، جس نے مذکورہ حدیث نقل کی ہے، کی تضعیف کرتا ہے، تاکہ یہ حدیث جو امیر المومنینؑ کی اس کلیدی فضیلت کو جو ابن تیمیہ جیسوں کی رسوائی کا سبب ہے، ثابت نہ کر دے۔ اور ایسے ہی دار القطنی ہے کہ جس نے مسلم پر فقط اس لیے نکتہ چینی کی کیونکہ مسلم نے یہ حدیث نقل کی جبکہ بخاری نے اسے نقل نہیں کیا، اور پھر اس کی سند (کے بارے میں کہتا ہے کہ اس) میں عدی بن ثابت[1] ہے جسے ابن معین نے افراطی شیعہ کہا ہے، ہر چند کہ وہ ثقہ اور قابل اعتماد ہے، لیکن اہل علم کے یہاں اگر ثقہ شخص کی کوئی روایت اس کی بدعت کے موافق ہو تو وہ اسے مردود جانتے ہیں۔[2]

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ج۲، ص ۲۷ (ط۔ الرسالہ)؛ نقل از دار القطنی التتبع: ص ۲۷۴.

[2] مسند احمد بن حنبل: ج۲، ص ۲۷ (ط۔ الرسالہ).

present ziaraat.com

جواباً عرض ہے:

اولاً: عدی بن ثابت کی بزرگ علمائے علم الرجال نے توثیق کی ہے، جیسے احمد بن حنبل، ابو حاتم، عجلی، نسائی، ابن شاہین وغیرہ۔[1] ہر چند اسے شیعہ یا افراطی شیعہ جانا ہے، لیکن کتب اہلسنت اور صحاح میں، مخالفین سے کثیر تعداد میں روایات مروی ہیں، انہوں نے ان پر اعتماد کیا ہے اور انہیں مستثناء قرار نہیں دیا۔

ذہبی اپنے تعصب کے باوجود تصریح کرتا ہے: تابعین اور ان کے پیروکار جو اہل دین و تقوی و صداقت تھے میں تشیع یا غلو در تشیع فراوان تھا، گزشتہ زمانے میں غالی شیعہ اسے کہتے تھے جو عثمان، زبیر، طلحہ، معاویہ اور اُن افراد کی جنہوں نے علیؑ کے ساتھ جنگ کی تھی، برائی اور بدگوئی کرتا تھا، ان کی روایات مقبول ہیں، کیونکہ اگر ان کی احادیث مردود شمار کی جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث ہمارے ہاتھ سے چلی جائیں گی، اور یہ آشکار مصیبت و فساد ہے۔[2]

ثانیاً: مذکورہ حدیث جو امیر المومنینؑ کو مومن اور منافق کی تشخیص کا معیار بتاتی ہے میں کون سی بدعت موجود ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ (اس بارے میں ایک) شیعہ کی حدیث مردود ہے؟ کیا دار قطنی جیسوں کے یہاں امیر المومنینؑ کا میزان ایمان ہونا بدعت ہے؟كبرت كلمة تخرج من افواههم۔

---

[1] تہذیب التہذیب: ج۵، ص۵۲۹.

[2] میزان الاعتدال: ج۱، ص۵.

present ziaraat.com

ثالثاً: مذکورہ حدیث فقط عدی بن ثابت کے طریق سے روایت نہیں ہوئی بلکہ اسے اصحاب کے ایک گروہ نے نقل کیا ہے، جیسا کہ ابن عبدالبر نے اس کا اعتراف کیا ہے[1] من جملہ ام سلمہؓ کہ ترمذی نے جامع: ج ۲، ص ۲۱۳ پر ان سے یہی روایت نقل کر کے اسے صحیح شمار کیا ہے۔[2]

رابعاً: اہلسنت کے یہاں مخالفین کی روایات کا اعتبار یا عدم اعتبار معرکۃ الآراء امر ہے، ان میں سے بہت سو نے مخالفین کی روایات ثقہ ہونے کی شرط پر قبول کی ہیں، جیسے شافعی کہتا ہے: جو اہل بدعت (جن کی تکفیر نہ کی گئی ہو) اپنے مذہب یا اصحاب کی نصرت میں جھوٹ بولنا جائز نہ سمجھتے ہوں، ان کی روایات مقبول ہیں۔[3]

سیوطی کہتا ہے: اہل بدعت اگر منکر ضروریات یا متواترات دین یا ان کے مخالف (امور) کے معتقد نہ ہوں، ضابط اور اہل تقوی ہوں، تو ان کی روایت مقبول ہے۔[4] اس کے بعد کوئی کس طرح مسلم پر نکتہ چینی کر سکتا ہے جبکہ یہ احتمال موجود ہے کہ اس کا (احادیث کے سلسلے میں) مذہب ایسا ہی ہو؟

علیؑ کیوں میزان ایمان ہیں؟

کسی شخص کی محبت و دشمنی کا محورِ ایمان و نفاق ہونا ایک حساس اور اہم مسئلہ ہے، اگر اس

---

[1] الاستیعاب: ج ۳، ص ۳۷؛ نقل از الغدیر: ج ۳، ص ۱۸۳.

[2] الغدیر: ج ۳، ص ۱۸۵.

[3] التقریب والتفسیر: ص ۲۱.

[4] تقریب الراوی: ص ۲۱.

present ziaraat.com

کے پنہاں راز آشکار ہو جائیں تو یہ امیر المومنینؑ کی ایک ایسی عظمت کو اجاگر کرے گا جو غیر قابل توصیف ہو گی۔

عام افراد تو در کنار، مومنین با تقوی اور اطاعت الٰہی میں کوشاں افراد بھی اس مرتبے کو نہیں پا سکے کہ میزان ایمان و نفاق قرار پائیں۔ یہ مقام فقط اسی کو مل سکتا ہے جس کا وجود اسلام اور ایمان میں ضم ہو چکا ہو، وہ حقیقی معنوں میں ایمان کا مظہر، جلوہ اور پرچم (دار) ہو اس صورت میں کہ اس کی حقیقت اسلام کے ساتھ متلازم ہو جائے، وہ اسلام مجسم ہو اس صورت میں کہ اس کے تمام حالات وصفاتِ ذاتی اسلام میں محو ہو جائیں، اس کا تصور اسلام کے تصور سے جدا نہ ہو، اور ایسی شخصیت بعد از پیغمبرؐ علی بن ابی طالبؑ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

علیؑ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا بھی اس حقیقت کو پایہ اثبات تک پہنچا دے گا، وہ شخصیت جو خانہ کعبہ میں متولد ہوئی، دوران طفولیت سے ہی آغوش رسالت و وحی میں تربیت پائی ایسے کہ اس کا سارا وجود خدائی والٰہی ہو گیا، وہ خود ہی فرماتے ہیں: وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي [حَجْرِهِ] حِجْرِهِ وَ أَنَا وَلَدٌ [وَلِيدٌ] يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ وَ يَكْنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ وَ يُمِسُّنِي جَسَدَهُ وَ يُشِمُّنِي عَرْفَهُ وَ كَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ وَ مَا وَجَدَ لِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ وَ لَا خَطْلَةً فِي .... وَ لَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الْفَصِيلِ أَثَرَ أُمِّهِ يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ عَلَماً وَ يَأْمُرُنِي بِالاقْتِدَاءِ بِهِ وَ لَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ فَأَرَاهُ وَ لَا يَرَاهُ غَيْرِي وَ لَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ خَدِيجَةَ وَ أَنَا ثَالِثُهُمَا أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ وَ أَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ وَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ ص فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الرَّنَّةُ فَقَالَ هَذَا الشَّيْطَانُ قَدْ

present ziaraat.com

أَیِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ إِنَّکَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرَی مَا أَرَی إِلَّا أَنَّکَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ وَلٰکِنَّکَ لَوَزِیرٌ وَإِنَّکَ لَعَلَی خَیْرٍ. تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا، میں بچہ ہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گود لے لیا، آپ مجھے سینے سے چمٹائے رکھتے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے، اپنا جسم مبارک مجھ سے مس کرتے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپ (خود) کسی چیز کو چباتے اور پھر اس کے لقمے بنا بنا کر میرے منہ میں دیتے، انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں کوئی لغزش و کمزوری دیکھی... میں ان کے پیچھے یوں لگا رہتا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند فرماتے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے، آپ ہر سال کوہ حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے، اور وہاں میرے علاوہ اور کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ کے گھر کے سوا کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا۔ البتہ ان کا تیسرا میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آواز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ میرے جانشین اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔[1]

[1] نہج البلاغہ: خطبہ قاصعہ (۱۹۲)؛ ترجمہ مفتی جعفر حسین: (اس کے مطابق خطبہ ۱۹۰)

present ziaraat.com

(وہ شخص جو)اسلام کے ظہور کے بعد تمام عمر رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی خدمت میں رہا، سخت سے سخت ماموریتوں اور احکام کو بجالایا، تمام افراد نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے رویے اور لگاؤ کو دیکھ اور سن رکھا تھا، وہ رسول کا بھائی، داماد، سخت سے سخت میدان جنگ میں بھی ہمیشہ فاتح رہنے والا، ایمان کا سر سخت مدافع کہ مومنین کے دل جس کی شہامت اور رشادت سے استوار جبکہ اس نے سفاک دشمنوں کی آنکھوں کی نیند چھین لی تھی۔ اس نے مشرکوں کو پیوند زمین کیا جس کی وجہ سے کون کون سے کینے تھے جو مشرکین و منافقین کے دل میں اس کے لیے نہ تھے۔ اس کی شخصیت ایسی تھی کہ جب وہ جنگ خندق میں مشرکین کے سردار عمرو بن عبدود کے مقابل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلُّهُ إِلَى الشِّرْكِ كُلِّهِ؛ آج کل کا کل ایمان کل کے کل شرک کے مقابلے پر جا رہا ہے۔[1]

علیؑ خود ہی فرماتے ہیں: محمد ﷺ کے اصحاب میں جو حافظان تھے وہ جانتے ہیں کہ میں کبھی بھی خدا اور رسول ﷺ کے فرمان سے نہیں پھرا، اپنی جان لے کر اس میدان جنگ میں جس میں بڑے بڑے پہلوان فرار کر جاتے اور پیچھے ہٹ جاتے تھے، فداکاری دکھاتا۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اس وقت آپ کا سر میرے سینے پر تھا، آپ کی روح میرے ہاتھوں میں نکلی، میں نے آپ کے روئے مبارک پر ہاتھ پھیرا، میں

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱۳، ص۲۶۱؛ کشف الغمہ: ج۱، ص۲۰۵؛ بحار الانوار: ج۲۰، ص۲۰۵؛ اور بعض احادیث میں ایمان و شرک کی جگہ اسلام و کفر کی تعبیر بھی آئی ہے۔

present ziaraat.com

نے آپ کو غسل دیا جبکہ فرشتے میری مدد کر رہے تھے۔۔۔ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حیات اور بعد رحلت (انکی قرابت کے سلسلے میں) مجھ سے زیادہ سزاوار ہو؟[1]

یہ اس شخصیت کے بلند معنوی والٰہی مقامات ہیں، جس نے علماء وفقہاء وزہاد و حکماء وغیرہ کو حیرت میں ڈال رکھا ہے، اس صورت میں کہ وہ علیؑ سے نسبت پر افتخار کرتے ہیں۔ علیؑ کا ممتاز خصوصیات جیسے کہ اعلی اخلاقی صفات مثلاً حلم، وجود، صبر، مروت اور بیسیوں دوسری صفات کا حامل ہونا۔ عبودیت کے معاملے میں غیر قابل توصیف رابطے اور عجز و مناجات الٰہی میں مشغول رہنا، بے شمار فضائل کا انبوہ، اور پھر آخر کار ماہ رمضان مبارک جو بہترین مہینہ ہے میں سحر کے وقت جو بہترین ساعت ہے میں نماز کی حالت میں جو بہترین حالت ہے، جب سر سجدے میں تھا جو کہ نماز کا بہترین رکن ہے، جبکہ لیلۃ القدر کی رات تھی جو مبارک ترین رات ہے، خانہ خدا کے اندر جو بہترین مکان ہے میں ضرب کھائی اور بعد میں منزل شہادت پر فائز ہوئے۔

کیا سچ میں تاریخ اسلام میں ایسی شخصیت مومن و منافق کی نظر میں تجسم اسلام و ایمان نہیں؟ کیا اس بات میں کوئی تردید ہو سکتی ہے کہ ایسی بے مثل شخصیت، جلوئے اسلام ہے، اس صورت میں کہ رنگ وبوئے الٰہی و ایمانی اس میں رچ بس گئی تھی؟ کیا ہر وہ مومن جو ایمان سے ذرا برابر بھی علاقہ رکھتا ہے اس کے پاس علیؑ سے محبت کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ ہے؟ اور کیا ہر وہ منافق جو اسلام سے بیزار ہے اس کے پاس علیؑ سے بغض رکھنے کے سوا کوئی اور راستہ ہے؟ یہ ہے امیر المومنینؑ کی وہ بے نظیر فضیلت جو آپ کو ایمان اور نفاق کے درمیان میزان بنا

[1] نہج البلاغہ: خطبہ: ۱۸۸۔

present ziaraat.com

دیتی ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا امیر المومنینؑ کی محبت و بغض کو ایمان اور نفاق کی دلیل قرار دیا۔

منافقین قابل اعتماد اور محترم ہو گئے۔۔۔؟!

پیروان اسلام ورسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امید تو یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ افراد کی بطور منافق پہچان کروادیں، تو مسلمان ان کی تحقیر وتضعیف کریں اور ان جیسوں کے ساتھ وہ رویہ اپنائیں جو دشمنوں کے ساتھ اپنایا جاتا ہے، ان پر اعتماد کرنے سے پرہیز کریں، (ان سے دور رہیں، انہیں اپنے درمیان گھسنے نہ دیں) کیونکہ خداوند متعال منافقین کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ.﴾[1] منافقین تمہارے اصلی دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو، اور فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُنافِقِينَ يُخادِعُونَ اللّٰهَ وَ هُوَ خادِعُهُمْ﴾[2] منافقین خدا کے ساتھ حیلہ کرتے ہیں، اور فرمایا: ﴿ يا أَيُّهَا النَّبِيُّ جاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنافِقِينَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾[3] اے پیغمبرؐ کفار و منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ، لیکن بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ متقدمین و متاخرین بزرگان اہلسنت نے نہ فقط یہ کہ دشمنان امیر المومنینؑ جو نص صریح پیغمبرؐ کے مطابق منافق ہیں کی تضعیف کر کے ان سے اپنا دامن نہیں چھڑایا بلکہ انہوں نے تو الٹا ان کی تمجید و توثیق بیان کی اور ان کے دامن سے وابستہ

---

[1] منافقون: ۴.

[2] نساء: ۱۴۲.

[3] توبہ: ۷۳.

present ziaraat.com

ہو گئے۔!! ہم یہاں نمونے کے طور پر کچھ ایسے دشمنان امیر المومنینؑ جو بدترین نواصبین میں سے تھے کا ذکر کر رہے ہیں جن کی علمائے اہلسنت نے باقاعدہ طور پر تمجید و توثیق بیان کی اور ان پر اعتماد بھی کیا۔

ا۔ معاویہ بن ابی سفیان: یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی شورش اور بدعت گزاری کے ذریعے مولا علیؑ پر سب و شتم کروانے کا آغاز کیا، شریعت اسلام میں اپنے اعمال سے تحریف کی، لیکن مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان تمام قبیح اعمال کو صرف یہ کہہ کر ان دیکھا کر دیا کہ وہ صحابی ہے ،اس کی تمجید کی بلکہ بعض نے تو اس کی مدح میں کتابیں بھی لکھ ماریں۔

کیا غدیر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ جملہ کہ: اللھم عاد من عاداہ، خدایا علیؑ کے دشمن سے دشمنی رکھ، کہ جس کی صحت پر تمام مسلمین کا اتفاق ہے، معاویہ کو شامل نہیں کہ جو دشمنان علیؑ کا سرغنہ تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا: علیؑ کو منافق کے سوا اور کوئی دشمن نہیں رکھتا، معاویہ کو شامل نہیں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ برادران اہلسنت نے اپنا دین معاویہ اور اس جیسے دوسرے افراد سے اخذ کیا ہے اور اپنی کتابوں میں اس جیسوں سے کثیر تعداد میں حدیثیں اور اپنے فتاوی نقل کیے ہیں؟

امیر المومنینؑ نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسے آپ نے اصبغ بن نباتہ کے توسط سے ارسال فرمایا: اصبغ کہتے ہیں: میں معاویہ کے پاس پہنچا تو دیکھا وہ دو سبز تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور کچھ لوگ اس کے اطراف میں موجود ہیں، جن میں عمرو ابن العاص، ولید اور ان کے مقابل ابوہریرہ بھی تھا۔۔۔ جب معاویہ خط پڑھ چکا تو بولا: علیؑ قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا، اصبغ کہتے ہیں: میں نے معاویہ سے کہا: اے معاویہ! عثمان کے خون کو بہانہ نہ بنا، تو

present ziaraat.com

حکومت کے چکر میں ہے، اگر تو عثمان کی مدد ہی کرنا چاہتا تھا تو اس وقت کیوں نہ کی جب وہ زندہ تھا، لیکن تو نے اس وقت عمداً اس کام سے ہاتھ کھینچ لیا تاکہ وہ مارا جائے اور تو اسے حکومت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دے، معاویہ سیخ پا ہو گیا، میں نے چاہا اسے اور جلاؤں، سو ابوہریرہ سے کہا: اے ابوہریرہ! تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں، جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، میں تجھے حق حبیب اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی قسم دیتا ہوں، بتا کہ کیا تو غدیر کے میدان میں موجود تھا یا نہیں؟ ابوہریرہ نے کہا: ہاں میں موجود تھا، میں نے کہا: علیؑ کے حق میں رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا تھا؟ اس نے کہا: میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا: من كنت مولاه فعلی مولاه اللّهم وال من والاه و عاد من عاداه و انصر من نصره و اخذل من خذله ۔ یعنی جس جس کا میں مولا اس اس کے علیؑ مولا، خدا اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو اس سے دشمنی کرے، اس کے مددگار کی مدد فرما اور جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔ میں نے کہا: اے ابوہریرہ! تو نے کیا کیا؟ تو نے تو علیؑ کے دشمن کے ساتھ دوستی کر لی جبکہ ان کے دوست کے ساتھ دشمنی مول لی!! اس وقت ابوہریرہ نے ایک لمبی سانس بھری اور کہا: انا لله و انا اليه راجعون۔[1]

ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب ابوہریرہ معاویہ کے ساتھ کوفے آیا، تو ایک جوان نے اس سے یہی سوال کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا: اے خدا جو علیؑ سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ، جیسے ہی ابوہریرہ نے اعتراف کیا کہ اس نے یہ جملہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، اس جوان نے کہا: میں خدا کو گواہ

---

[1] تذکرۃ الخواص، ص ۴۸؛ مناقب حنفی، ص ۱۳۰؛ الغدیر: ج ۱، ص ۲۰۳۔

present ziaraat.com

بناتاہوں کہ تونے علیؑ کے دشمن کے ساتھ دوستی اور علیؑ کے دوست کے ساتھ دشمنی کی ہے، اوراس کے بعدوہ مجلس سے اٹھ کر چل دیا۔[1]

۲۔ مروان بن حکم، یہ شخص ملعون ابن ملعون ہے، تاریخی کتابیں اس کے کالے کرتوتوں سے بھری پڑی ہیں، اس نے اسلام و مسلمین، بلخصوص امیر المومنینؑ اور اہلبیت رسالتؐ کے لیے کئی فتنے برپا کیے، یہ اعلانیہ طورپر امیر المومنینؑ، امام حسن وامام حسین علیہم السلام پرسب و شتم کیا کرتا تھا۔ مگراس کے باوجود بھی اہلسنت کے بزرگان علم حدیث من جملہ بخاری، مالک وغیرہ (بجز مسلم) نے اس پر اعتماد کیا، اس سے حدیث نقل کی، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ جب رسالت مآب کاانتقال ہواتووہ ۹ سال کا تھاسووہ صحابی ہے اور تمام صحابی چاہے وہ کیسی ہی آلودگی میں کیوں نہ لتھڑے پڑے ہوں، عادل ہیں!!

۳۔ زیاد بن ابیہ وہ شخص ہے جو زمانہ جاہلیت کی غیر شریف وناپاک وناجائزاولاد ہے، اس نے عدوات امیر المومنینؑ کی وجہ سے آپ کے بے شمار پیروان کاخون پانی کی طرح بہایااور یہ سارے کام معاویہ کے حکم پر کیے، اس نے ایسے ایسے ہولناک جرائم انجام دیے کہ قلم انہیں بیان کرتے ہوئے بھی لرز جاتاہے۔

یہ وہی فاسق ہے جس نے امام حسنؑ کوسعید بن سرح کی سفارش کے معاملے میں بہت ہی نازیباالفاظ لکھے تھے۔ اس لعین نے سعید، ان کی زوجہ اور بچوں کو قید اور ان کے اموال کو غصب کر لیا، امام حسنؑ نے اسے خط لکھاکہ انہیں رہاکردے، اس نے امام حسنؑ کوایک جسارت آمیز خط لکھاجس میں اس نے کہا: مجھے جو گوشت سب سے زیادہ پسند ہے وہ وہ گوشت ہے جس

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید؛ الغدیر: ج۱، ص ۲۰۴.

present ziaraat.com

سے تم ہو۔۔۔ میں نے اگر سعید کو بخش بھی دیا تو وہ تیری سفارش کی وجہ سے نہیں ہو گا لیکن اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو وہ تیری محبت اور دوستی کی وجہ سے ہو گا۔۔۔ امام حسنؑ نے اس کے جواب میں لکھا: حسن بن فاطمہؑ کی جانب سے زیادہ بن سمیہ کے نام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ شوہر کے لیے ہے اور زنا کرنے والے کا حصہ سنگ ساری ہے، والسلام۔[1]

اس سب کے باوجود بھی اہلسنت کے بعض علمائے علم الرجال جیسے خلیفہ بن خیاط اس کے بارے میں کہتا ہے: کان یعد الزھاد؛ وہ زاہدوں میں شمار ہوتا ہے! اور احمد بن صالح کہتا ہے: زیاد بن ابیہ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں ہے!![2]

۴۔ **عمر بن سعد لعنۃ اللہ علیہ**، یزید کی سفاک و ظالم سپاہ کا فرمانروا، قاتل سید الشہداء، ریحانۃ الرسول و خاندان پیغمبر و اصحاب امام، کہ جس کے طرفداروں اور خود اس کے مظالم نے تاریخ کا منہ کالا کر دیا، جس نے اسلام و اہلبیت پیمبر کے لیے قیامت برپا کر دی، لیکن اس کے باوجود بھی اہلسنت کے عالم جرح و تعدیل عجلی نے اسے قابل اعتماد کہا،[3] اور ابن حجر عسقلانی نے اس سے روایت نقل کی اور ساتھ ہی کہا: عمر بن سعد، وہی شخص جس نے حسین بن علیؑ کو قتل کیا، تابعی و ثقہ ہے۔[4] محمد بن عقیل علوی نے اسی مورد میں بطور طنز ایک شعر کہا:

---

[1] اعیان الشیعہ: ج ۱، ص ۵۷۳؛ النصب والنواصب: ص ۳۲۳.

[2] تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۴۰۶ و ۴۱۴.

[3] الغدیر، ج ۵، ص ۲۹۴؛ نقل از اسد الغابہ والاستیعاب، ترجمہ بُسر بن ارطاۃ.

[4] تہذیب التہذیب: ج ۷، ص ۳۸۱.

present ziaraat.com

ان کان هذا نبیا فالکلب لا شک ربی [1]

یعنی: اگر یہ شخص پیغمبر ہے تو پھر بلا شک کتا میرا خدا ہے۔

۵۔ بُسر بن ارطاۃ، یہ ظالم و ناصبی شخص معاویہ کا وریز تھا جس نے معاویہ کے حکم پر کثیر مسلمین بلخصوص طرفداران امیر المومنینؑ کے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا۔

یہ ظالم شخص معاویہ کی طرف سے اس امر پر مامور تھا کہ جو بھی علیؑ کا پیرو یا فرماں بردار ہاتھ لگے اس کی زندگی کا چراغ بجھادے، ابن اثیر کہتا ہے: اس نے مدینے میں یورش کی اور ایک کثیر جمیعت کو تہہ تیغ کر ڈالا، قبیلہ ہمدان پر حملہ کیا اور مسلمان خواتین کو اسیر بنالیا، اسلام میں یہ پہلی بار تھا جب مسلمان خواتین کو اسیر کیا گیا (اور کنیزوں کی طرح فروخت کیا گیا)، اس نے یمن میں امیر المومنینؑ کی جانب سے مقررہ وزیر عبداللہ بن عباس کے دو خردسال بچوں کے سر ان کی ماں کی آنکھوں کے سامنے تن سے جدا کیے۔ معاویہ نے اسے حجاز اور یمن بھیجا تاکہ یہ وہاں پر موجود شیعان علیؑ کو قتل کرے اور لوگوں سے معاویہ کے لیے بیعت لے۔ [2]

لیکن یہ تمام جنایات اور رسول اللہ ﷺ کی وہ روایات جن میں آپ نے دشمنان علی کو منافق کے نام سے یاد کیا، ان دیکھی کر دی گئیں اور اہلسنت کی معتبر کتب جیسے مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، تاریخ کبیر بخاری وغیرہ میں اس سے حدیث نقل کی گئیں، اس پر

[1] العتب الجمیل: ۱۱۴.

[2] اسد الغابہ: ج۱، ص۲۴۸.

present ziaraat.com

اعتماد کیا گیا، فقط اس لیے کیونکہ کہ وہ صحابی ہے اور اس نے اپنے بچپنے میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا۔[1]

۶۔ عِکرِمہ غلام ابن عباس، یہ بربری خارجی اور کذاب و ملعون ابن عباس پر جھوٹ باندھتا اور خوارج کی رائے کا معتقد تھا، احمد بن حنبل کہتا ہے: عکرمہ بہت دانا شخص تھا لیکن صفریہ (خوارج کا ایک گروہ) کی رائے کا معتقد تھا، ابن عباس کے بیٹے نے اسے بیت الخلاء کے ساتھ باندھ رکھا تھا، اس سے کہا گیا: کیا اپنے طرفداروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ شخص میرے بابا پر جھوٹ باندھتا ہے۔[2]

ذہبی نے کئی افراد سے نقل کیا کہ عکرمہ خوارج کے مختلف گروہوں جیسے، صفریہ، نجدہً حروری اور اباضیہ کا طرفدار تھا، جو غالیان خوارج اور امیر المومنینؑ کے شدید دشمن تھے۔[3] لیکن اس سب کے باوجود اہلسنت کے بزرگ علماء جیسے ابن معین، عجلی، ابو حاتم اور نسائی نے اس کی توثیق کی اور اسے قابل اعتماد جانا۔ بخاری کہتا ہے: ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو عکرمہ کی حدیث سے احتجاج نہ کرتا ہو، بلکہ ابن معین سے نقل ہوا ہے کہ:

---

[1] اسد الغابہ: ج۱، ص۲۴۸.

[2] قاموس الرجال: ج۷، ص۲۲۳، نقل از تہذیب التہذیب: ج۷، ص۲۳۱.

[3] الفصول المہمۃ: ص۲۱، نقل از میزان الاعتدال.

present ziaraat.com

عکرمہ جس کسی کی بھی بدگوئی کرے اس کے اسلام میں تردید ہے۔[1]

۷۔ **خالد بن عبداللہ القسری** (م ۱۲۶) ملعون وسفاک ناصبی، جو منبر پر کھڑا ہو کر کہتا تھا: علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کرو کہ وہ چور ہے اور اس کا باپ بھی چور ہے! (معاذاللہ)۔ وہ دینی اعتبار سے بھی ایک فاسق وفاجر شخص تھا جو بے دینی میں مشہور تھا، اس نے اپنی نصرانی ماں کے لیے گھر کے اندر ایک کنیت بنارکھی تھی، اور یہ مقدسات کی توہین کیا کرتا تھا،[2] اس کے باوجود اہلسنت کے عالم علم الرجال ابن حبان نے اسے ثقہ اور قابل اعتماد جانا ہے۔[3]

۸۔ **علی بن جہم بن بدر** (م ۲۴۹) گستاخ شاعر اور امیر المومنینؑ کا شدید دشمن جو ایک بہت ہی بری بیماری میں مبتلا تھا، ابو العیناء نے اس سے کہا: تو اس لیے علیؑ کا دشمن ہے کیونکہ وہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دے گا، اور تو ان میں سے ایک ہے، ابن جہم نے ابن العیناء سے کہا: اے مفعول (یعنی لواط کی بیماری کے مارے ہوئے) ابو العیناء نے اس کے مقابل یہ آیت پڑھی: وَ ضَرَبَ لَنا مَثَلًا وَ نَسِيَ خَلْقَه[4] ہمارے لیے مثال دی اور اپنی خلقت بھول گیا۔[5] یہ

---

[1] تہذیب التہذیب: ج۷، ص ۲۳۲. (آپ نے بے شرمی کی معراج تو ملاحظہ فرما ہی لی ہو گی؛ جب ہم امیر المومنینؑ کو میزان ایمان و اسلام کہتے ہیں تو لوگوں کے ہاضمے بگڑ جاتے ہیں لیکن عکرمہ جیسے خارجی کی بدگوئی کو اسلام کی میزان ماننے میں کوئی چیز مانع نہیں، عقیدت کے کرشمے۔۔! مترجم)

[2] الغدیر: ج۵، ص ۲۹۴؛ نقل از میزان الاعتدال، شرح ابن ابی الحدید، تاریخ ابن کثیر.

[3] تاریخ ابن کثیر: ج۱۰، ص ۲۰.

[4] یسین: ۷۹.

[5] سفینۃ البحار: ج۲، ص ۳۰۴؛ قاموس الرجال: ج۷، ص ۳۹۰.

present ziaraat.com

اپنے باپ پر فقط اس لیے لعنت کیا کرتا تھا کیونکہ اس نے اس کا نام علی رکھا تھا۔[1] وہ متوکل عباسی ناصبی کا ہمدم تھا، لیکن اس سب کے باوجود ابن کثیر اس کے بارے میں کہتا ہے: وہ مشہور دیندار اور معتبر شعراء میں سے تھا، جو علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت کلام کیا کرتا تھا۔[2]

علامہ امینی فرماتے ہیں: گویا اس کا امیر المومنینؑ کے بارے میں سخت کلام کرنا ہی ابن کثیر کی نظر میں اس کے دیندار اور معتبر ہونے کی وجہ ہے، چلو جانے دو کہ (ہم کہتے ہیں) ابن کثیر بھی ایسا ہی ہو الی اللہ المنتھی۔ ایک اور نے اسے فاضل اور متدین شمار کیا ہے۔[3]

۹۔ خالد بن سلمۃ بن عاص معروف بہ فافاء: یہ امیر المومنینؑ کے شدید دشمن گروہ مرجئہ میں سے تھا، اور بنی مروان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بد گوئی میں اشعار پڑھا کرتا تھا۔[4]

اس کے باوجود بزرگان اہلسنت، جیسے مسلم نے صحیح میں نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث نقل اور اس کی توثیق و تمجید بیان کی ہے۔[5] احمد بن حنبل، یحیی بن معین

---

[1] مروج الذہب: ج ۲، ص ۴۰۷.

[2] تاریخ ابن کثیر: ج ۱۱، ص ۴؛ الغدیر: ج ۵، ص ۲۹۴ و ۲۴۴.

[3] النصب والنواصب: ص ۴۱۸.

[4] تہذیب التہذیب: ج ۳، ص ۸۹.

[5] دلائل الصدق: ج ۱، ص ۱۱۰.

present ziaraat.com

اور ابن المدینی نے اس کی توثیق کی جبکہ ابن عدی کہتا ہے: وہ مرجئہ کا رئیس اور علیؑ کا دشمن تھا۔[1]

۱۰۔ حریز بن عثمان (م ۱۶۳): بخاری، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث نقل کی اور ذہبی، ابن معین اور ابن عدی نے اس کی توثیق بیان کی، جبکہ وہ ناصبی اور امیر المومنینؑ کے دشمنوں میں سے تھا، اس کا امیر المومنینؑ پر سب کرنا مشہور ہے، یہاں تک کہ اس کے بارے میں کہا گیا ہے: وہ مسجد سے اس وقت تک باہر نہیں نکلتا تھا جب تک کہ امیر المومنینؑ پر ستر مرتبہ لعنت نہ بھیج لیتا۔ اور کہا کرتا تھا: لا احب علیا انه قتل آبائی، میں علیؑ سے محبت نہیں کرتا کیونکہ وہ میرے اجداد کا قاتل ہے۔

اسماعیل بن عیاش کہتا ہے: میں مصر سے مکے تک اس کا ہمسفر تھا، وہ پورے راستے علیؑ پر لعنت کرتا رہا، ایک دن میں نے اس سے کہا: یہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کے لیے ارشاد فرمائی: یا علیؑ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسی سے تھی؟ (کے بارے میں تیرا کیا کہنا ہے) اس نے کہا حدیث صحیح ہے مگر راوی سے غلطی سرزد ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو موسی کو قارون سے تھی۔۔۔!

اس سب کے باوجود بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے احادیث نقل کیں اور اس پر اعتماد کیا، صاحب ریاض النضرہ کہتا ہے: وہ ثقہ ہے لیکن دشمن علیؑ ہے۔

[1] تہذیب التہذیب: ج۳، ص۸۸.

present ziaraat.com

۱۱۔ابراہیم بن یعقوب جوزجانی (م۲۵۹)، اہلسنت کے علمائے رجال میں سے ہے، لیکن پرلے درجے کا ناصبی، ذہبی اسے ثقہ، حافظ اور پیشوایان جرح و تعدیل کے عنوان سے یاد کرتا ہے۔[1]

دارقطنی کہتا ہے: وہ علیؑ سے منحرف تھا، کچھ اصحاب حدیث اس کے گھر کے ساتھ کھڑے تھے، کہ اس کا غلام ایک چوزہ ذبح کرنے کے لیے لایا، البتہ کوئی ایسا نہ ملا جو اسے ذبح کرتا، جوزجانی نے کہا: سبحان اللہ! ایک چوزے کو ذبح کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں، لیکن علیؑ نے ایک دن میں بیس ہزار سے زائد مسلمان ذبح کر ڈالے۔ اس کے باوجود ابن حبان نے اسے ثقہ جانا ہے۔ وہ اس کے حق میں کہتا ہے: اس کا مذہب حروری (خوارج) تھا، وہ سنت پر عمل کرنے کے معاملے میں بہت پکا تھا، ہر چند کہ اپنے اس کٹّرپن میں کبھی کبھی اپنی حدود سے خارج ہو جاتا تھا۔[2]

ابو بکر الخلال کہتا ہے: ابراہیم نہایت ہی عظیم شخص ہے، احمد بن حنبل کا اس سے مکاتبہ چلا کرتا تھا، اور وہ اس کا بہت احترام کرتے تھے۔[3] ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے اس سے حدیث نقل کی ہے۔

۱۲۔اسماعیل بن اوسط بجلی، یہ کوفے کے امراء اور حجاج بن یوسف کے دوستوں میں سے تھا ، سعید بن جبیر کو اسی ظالم نے گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ انہیں قتل کر دے۔ وہ

---

[1] میزان الاعتدال: ج۱، ص۷۵.

[2] الثقات: ج۸، ص۸۱.

[3] تہذیب الکمال: ج۲، ص۲۴۸.

present ziaraat.com

خارجی اور دشمن علیؑ تھا، لیکن ابن نُمیر، عجلی، ابو علی حافظ، ابو داؤد، ابن سعد اور احمد نے اس کی توثیق بیان کی ہے، ابن معین اس کے بارے میں کہتا ہے: ثقہ اور مامون، ابو حاتم نے اسے صدوق شمار کیا ہے۔[1] مسلم نے صحیح میں، نسائی اور ابو داؤد نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے حدیث نقل کی ہے۔

۱۳۔ عمران بن حطان الدوسی، امیر المومنینؑ کا دشمن اور خوارج میں سے تھا جس نے اپنے اشعار میں ابن ملجم کی مدح سرائی کی، وہ کہتا ہے:

یا ضربة من تقی ما اراد بها　　　الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی لا ذکره یوما فاحسبه　　　اوفی البریة عندالله میزانا

یعنی: کیا ضرب تھی اس پرہیزگار کی جو رضائے حق تک پہنچنے کے سوا کوئی اور نیت نہ رکھتا تھا۔ میں اسے یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اس کے اعمال میزان میں تمام انسانوں سے زیادہ وزنی ہیں۔[2] اس سب کے باوجود بخاری، نسائی اور ابو داؤد نے اس سے احادیث نقل کی ہیں۔

۱۴۔ عبداللہ بن زبیر (م ۷۳) یہ امیر المومنینؑ کے مشہور و معروف دشمنوں میں سے تھا۔ جناب امیرؑ نے اس کے بارے میں فرمایا: زبیر اس وقت تک ہمارے ساتھ تھا جب تک اس کا منحوس بیٹا عبداللہ بڑا نہیں ہوا۔[3]

---

[1] تہذیب التہذیب: ج۱، ص۳۱۶.

[2] تاریخ دمشق: ج۴۳، ص۴۹۵.

[3] شرح نہج البلاغہ: ج۲۰، ص۱۰۲؛ قاموس الرجال، ج۶، ص۳۵۰.

present ziaraat.com

وہ جنگ جمل کے فتنے کی آگ بھڑکانے والوں میں سے تھا، جس نے بصرہ میں لوگوں کو طیش دلانے کے لیے خطبے میں کہا: خدا کی قسم! اگر علیؑ تم پر غالب آگیا تو تمہارے دین و دنیا کو برباد کر دے گا۔[1] اس نے اپنے ایام خلافت (بزعم خود) میں چالیس جمعے رسول اللہ ﷺ پر صلوات نہیں بھیجی اور اس کی علت یہ بیان کی: رسول اللہ ﷺ کا خانوادہ ایک برا خاندان ہے، (جب بھی میں صلوات پڑھتا ہوں) تو وہ خود پر فخر کرتے ہوئے اپنے سر بلند کر کر کے دیکھتے ہیں! اس نے ابن عباس سے کہا: چالیس سال ہو گئے کہ میں تم اہلبیتؑ کا کینہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہوں۔[2]

یہ گلیاری زبان کا حامل بد دہن شخص تھا، بنو ہاشم سے دشمنی رکھتا تھا، اور امیر المومنینؑ پر لعن و سب کیا کرتا تھا۔[3] یہ وہی نامرد و بزدل انسان ہے جس نے تمام بنو ہاشم من جملہ محمد حنفیہ کو مکے کے ایک درے میں قید کر کے ایندھن فراہم کیا، تاکہ انہیں اس وجہ سے کہ وہ اس کی بیعت نہیں کرتے زندہ کباب کر دے، لیکن مختار کی فوج نے ان پر حملہ کر کے بنو ہاشم کو رہا کروا لیا۔[4]

لیکن ان تمام جنایات و مظالم کے باوجود، وہ اہلسنت کے نزدیک عادل، صالح، مورد اعتماد اور اہل بہشت میں سے ہے، فقط اس لیے کیونکہ اس نے بچپنے میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا،

---

[1] الجمل: ص ۱۷۴.

[2] شرح نہج البلاغہ: ج ۴، ص ۶۲؛ قاموس الرجال: ج ۷، ص ۳۴۹.

[3] النصب والنواصب: ۳۵۸؛ شرح نہج البلاغہ: ج ۴، ص ۶۱.

[4] النصب والنواصب: ۳۵۹، نقل از مروج الذہب؛ قاموس الرجال: ج ۶، ص ۳۵۱.

present ziaraat.com

اور آپؐ کی وفات کے وقت اس کی عمر ۹ سال تھی، اس کے تمام مفاسد کی توجیہ کے لیے یہی صحابی ہونا کافی ہے!! ۔ جیسا کہ ابن حجر عسقلانی اس کے مظالم کا ذکر کیے بغیر لکھتا ہے: عبداللہ کے مناقب اور احادیث کثیر ہیں ۔۔۔ وہ ۸۰ سال کی عمر میں جب اس کے ساتھیوں نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا مسجد الحرام کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہوا، خدا اس پر رحمت کرے اور اس سے راضی ہو ۔۔!![1]

ابن تیمیہ اور ابن حجر عسقلانی کے کلام میں تامل

امیر المومنینؑ کے محب اور دشمن کے بارے میں ابن حجر نے ایک عجیب بات کہی ہے، جسے سننے کے بعد خدا سے پناہ طلب کرنے کے سوا اور کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا، کیونکہ وہ بات شیعوں کی مذمت سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک اور ان پر طعن ہے۔ وہ شیعوں کو جو امیر المومنینؑ کے محب ہیں، جھوٹا اور بددیانت جبکہ ناصبیوں کو دیندار اور سچا شمار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: جب میں علمائے اہلسنت کو اکثر ناصبیوں کی توثیق جبکہ شیعوں کی مطلقاً تضعیف کرتے دیکھتا، تو اس بات پر اعتراض کیا کرتا تھا، بالخصوص اس حدیث کو پڑھنے کے بعد جو علیؑ کے حق میں آئی ہے کہ: ان سے کوئی محبت نہیں رکھے گا سوائے مومن کے اور کوئی بغض نہیں رکھے گا سوائے منافق کے ۔۔۔ اس کے علاوہ (یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ) جن افراد کو ناصبی شمار کیا گیا

---

[1] تہذیب التہذیب: ج۵، ص ۱۹۲.

present ziaraat.com

ہے وہ دین پر عمل کرنے اور اپنی سچائی میں مشہور ہیں! لیکن اس کے برعکس رافضی جھوٹے اور بے دین ہیں۔[1]

ابن تیمیہ کہتا ہے: خوارج دین سے خارج ہیں لیکن پھر بھی سچے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: خوارج کی حدیث صحیح ترین حدیث ہے۔[2]

ابن حجر عسقلانی سے پوچھنا چاہیے: **اولاً:** اگر ایسا ہی ہے، تو پھر کیا وجہ تھی کہ اس صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کے محبوں کو مومن اور ان کے دشمنوں کو منافق قرار دیا؟ تم کس طرح امیر المومنینؑ کے دشمن کو اہل صداقت و ورع اور دیندار مانتے ہو، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منافق جانا ہے؟ قرآن کہتا ہے: هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ.[3] منافقین تمہارے اصلی دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو، اور فرمایا: وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنافِقِينَ لَكاذِبُونَ*[4] اور خدا گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ لیکن ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسے کہتے ہیں کہ منافقین تو سچے ہیں!! اور ارشاد ہوتا ہے: إِنَّ الْمُنافِقِينَ هُمُ الْفاسِقُونَ*[5] بے شک منافقین ہی فاسق ہیں۔ لیکن ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسوں کو یہ اہل دیانت اور پرہیزگار دکھائی دیتے ہیں!!

---

[1] تہذیب التہذیب: ج۶، ص۴۰۴، ترجمہ ناصبی ملعون لمازۃ بن زبار ابو لبید بصری.

[2] منہاج السنۃ: ج۱، ص۱۵، نقل از الدرسات: ص۳۸۳، محمد علی قاسم العمری.

[3] منافقون: ۴.

[4] منافقون: ۱.

[5] توبہ: ۶۷.

present ziaraat.com

ثانیاً: بہتر ہو گا کہ ابن حجر جیسے افراد جو شیعوں کو (بنا دلیل) جھوٹا کہتے ہیں، اپنے علمائے علم الرجال کی کتب کی جانب رجوع کریں اور راویان اہلسنت پر ایک نظر ڈال کر ان کے جھوٹ کے جوبن کا نظارہ کریں۔

اہلسنت کے بزرگ عالم علم الرجال یحیی بن سعید قطان جو متقدمین میں سے ہیں اس بارے میں کہتے ہیں: ما رایت الصالحین فی شی اکذب منھم فی الحدیث۔ یعنی: میں نے اچھے اور شائستہ افراد کو کسی چیز میں حدیث کی طرح جھوٹا نہیں پایا![1] وہی ایک اور جگہ کہتے ہیں: اگر میں انہی افراد سے روایت کروں جن سے روایت کرنا پسند کرتا ہوں تو پانچ افراد کے علاوہ کسی اور سے روایت نقل نہ کروں۔[2] سفیان بن ثوری کہ جسے امیر المومنین فی الحدیث کہا گیا ہے کہتا ہے: اگر ہم تم سے حدیث کو ویسے ہی بیان کرنا چاہیں جیسے ہم نے سنی ہے تو پھر ہم ایک حدیث بھی بیان نہیں کر سکتے![3]

عابدوزاہد دروغگو حضرات!!

اہلسنت کے راویوں میں سے کچھ نمونے یہ ہیں:

۱۔ **میثم طائی؛** جو ساری ساری رات نماز پڑھا کرتا تھا لیکن صبح بیٹھ کر جھوٹ بولا کرتا تھا!

---

[1] مقدمہ صحیح مسلم، تاریخ بغداد: ج۲، ص۹۸، نقل از الغدیر: ج۵، ص۲۷۵؛ اور اسی کی شبیہ اللئالی المصنوعۃ کے خاتمے میں.

[2] میزان الاعتدال: ،ج۱، ص۲۰۹، ترجمہ اسرائیل بن یونس.

[3] تذکرۃ الحفاظ: ج۱، ص۲۰۴، نقل از دلائل الصدق، ج۱، ص۱۳۲.

present ziaraat.com

۲۔ محمد بن ابراہیم شامی؛ زاہدوں میں سے تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اسے کذاب اور چیزیں گھڑنے والا شمار کیا گیا ہے !

۳۔ حافظ عبد المغیث حنبلی؛ زہد، وثاقت، دین، صداقت، امانت، صلاح اور سنت کی پیروی کرنے جیسی صفات سے متصف کیا گیا، لیکن عین اس حال میں یزید بن معاویہ کے بارے میں جھوٹے فضائل پر مبنی کتاب لکھتا ہے !

۴۔ معلی بن صبیح؛ موصل کے عبادت گزار افراد میں سے تھا جو حدیث جعل کیا کرتے تھے !

۵۔ معلیٰ بن حلال؛ عابد لیکن کذاب تھا۔

۶۔ محمد بن عکاشہ؛ یہ وہ ہے جو قرآن کی قرائت کرتے وقت زار و قطار روتا تھا، لیکن اس کے بارے میں کہنے والوں نے کہا: جھوٹوں کا جھوٹا! جو حدیثیں گھڑا کرتا تھا!

۷۔ احمد باہلی؛ بزرگ زاہدوں میں شمار کیا گیا ہے، لیکن یہ کذّاب و وضّاع (گھڑنے والا) تھا!

۸۔ وہب بن حفص؛ صالح افراد میں سے تھا جس نے بیس سال کسی سے کلام نہیں کیا، لیکن آشکار جھوٹ بولا کرتا تھا!

۹۔ ابو داؤد نخعی؛ سب لوگوں سے زیادہ شب زندہ دار اور دنوں میں روزے رکھنے والا، لیکن وضّاع تھا!

۱۰۔ ابو بشر مروزی؛ فقیہ اور زبردست مدافع تھا لیکن حدیث گھڑا کرتا تھا!

۱۱۔ ابو یحییٰ وکار؛ عظیم جھوٹوں میں سے ہے، لیکن عین اس حال میں اسے شائستہ، عابد اور فقیہ افراد میں شمار کیا گیا ہے !

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

علامہ امینیؒ نے اہلسنت راویان میں سے [۴۲] افراد کے نام درج کیے ہیں جن کی [۶۸۴] احادیث میں سے [۴۰۸] احادیث متروک اور غیر صحیح شمار کی گئی ہیں۔[1] اہلسنت حضرات کی روایات میں کثرت سے جھوٹے افراد کے ہونے کی وجہ سے بخاری کہتا ہے: مجھے دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں حفظ ہیں۔[2] ابوداؤد کہتا ہے: میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے [۴۸۰۰] احادیث کا انتخاب کیا، اور بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے (باحذف مکررات) [۲۷۶۱] احادیث چنیں، مسلم نے تین لاکھ احادیث میں سے [۴۰۰۰] احادیث منتخب کر کے اپنی صحیح میں درج کیں، احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں تیس ہزار حدیثیں درج کیں جو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کی گئی تھیں، وہ کہتا ہے: اسے دس لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔[3] علامہ امینیؒ نے حوالوں کے ساتھ سات سو راویان اہلسنت کے نام درج کیے ہیں جن کے بارے میں اہلسنت خود اعتراف کرتے ہیں کہ وہ جھوٹے اور حدیثیں گھڑنے والے تھے۔[4]

لگتا ہے کہ ابن حجر خوارج کے بارے میں اپنی کہی بات خود ہی بھول گیا، اس نے ابوداؤد کے اس کلام کے نقل کرنے کے بعد کہ: خوارج کی حدیث صاحبان ہوا کے درمیان صحیح ترین حدیث ہے! کہتا ہے: یہ جملہ عمومیت نہیں رکھتا کیونکہ ابن لہیعہ (عبداللہ بن عقبۃ مصری) نے

---

[1] الغدیر: ج۵، ص۲۹۰.

[2] ارشادالساری، قسطلانی: ج۱، ص۳۳.

[3] طبقات الحفاظ، ذہبی؛ ارشاد الساری، نقل از الغدیر: ج۵، ص۲۹۲و۲۹۳.

[4] الغدیر: ج۵، ص۲۰۸تا۲۷۵.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بعض خوارج سے جنہوں نے توبہ کرلی تھی نقل کیا ہے: خوارج جب بھی کوئی چیز چاہتے تھے تو اس کے لیے حدیث گھڑا کرتے تھے۔[1]

جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں اس کے بعد عالم متعصب ذہبی کے قول کی تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی، ذہبی حدیث میزان ایمان کی صحت کا اعتراف کرتا ہے اس صورت میں کہ اسے حدیث طیر اور حدیث غدیر سے بھی زیادہ صحیح تصور کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود کہتا ہے: اس حدیث (کا ہضم کرنا) ان دو حدیثوں (حدیث غدیر و حدیث طیر) سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ علیؑ سے ایک گروہ (شیعہ) محبت کرتا ہے جنہیں (اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا) اور ایک گروہ جو نواصب کا ہے ان سے از روئے نادانی دشمنی رکھتا ہے، واللہ اعلم۔[2]

کیا امیر المومنینؑ کا اس فضیلت میں کوئی ثانی ہے؟

جو کچھ کہا گیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ (امیر المومنینؑ کا) میزان ایمان از نفاق ہونا فقط دل جوئی یا خیر مقدم کی نیت سے نہیں، بلکہ یہ تو اجتماع کا نیاز مند، شرائط کی فراہمی، اور حالات و صفات واقدامات کا حامل ہے تا کہ ایک شخص کو ایمان کے عَلم اور نشان کے طور پر پیش کرے۔ لہذا ابن شاہین (جو مشاہیر علمائے اہلسنت میں سے ہے) حدیث میزان ایمان نقل کرنے کے

---

[1] تہذیب التہذیب: ج۶، ص۲۳۶.

[2] سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۱۶۹. ذرا ذہبی کے جملے میں تامل تو کیجیے کہ کس طرح امیر المومنینؑ کے محبوں کی توہین کرتا ہے لیکن نواصب کی بار فقط نادانی کی نسبت دے کر زیر لب تبسم کے ساتھ آگے بڑھ جاتا ہے!

present ziaraat.com

بعد کہتا ہے: علیؑ ابن ابی طالب اس فضیلت میں تنہا ہیں اور کوئی بھی اس میں ان کا شریک نہیں۔[1]

علامہ امینیؒ بھی کہتے ہیں: اس حدیث کے مطابق امیر المومنینؑ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میزان ایمان و معیار ہدایت ہیں، اور یہ صفت آپؑ ہی سے خاص ہے جو امامت عامہ سے جدا نہیں، مومنین میں سے کسی ایک کو بھی اس فضیلت کے ساتھ زینت نہیں بخشی گئی، کسی مومن کی محبت ایمان کی اور کسی کا بغض نفاق کی علامت نہیں، بلکہ مومنین کا بغض (اگر بنا بر حق ہو) تو فقط ایمان کے نقص اور کمال کی کمی کا سبب ہے، اس وقت تک جب تک مومن کے ایمان کی وجہ سے نہ ہو، لیکن یہ کہ کسی کا بغض بنا کسی شرط و قید کے علامت نفاق قرار پائے، تو یہ فقط امیر المومنینؑ کے حق میں وارد ہوا ہے جو غیر از معیار امامت متناسب نہیں۔[2]

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک روایت جسے ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں میں جناب امیرؑ نے فرمایا: فاطمہؑ کے دونوں بیٹوں (حسنؑ و حسینؑ) سے ہر نیک و بد محبت کرتا ہے لیکن میرے بارے میں یہ طے پایا ہے کہ مجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھے گا۔

---

[1] شرح مذاہب اہلسنۃ: ج۵، ص۶۴۳: (قال: تفرد بھذہ الفضیلۃ علی بن ابی طالب لم یشرکه فیھا احد.)

[2] الغدیر: ج۳، ص۱۸۷.

present ziaraat.com

فضائل اہلبیتؑ کا مقابلہ کرنے کی نامعقول کوشش

یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بعض افراد نے (اپنی عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر) کوشش کی کہ کسی طرح یہ فضیلت و خصوصیت دوسرے افراد کے لیے بھی ثابت کی جائے۔ اپنے مطلوب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے دو راہیں نکالیں؛

- قیاس
- جعلی احادیث

قیاس کے بل بوتے پر کہا گیا: اس حدیث (کا حکم) اعیان صحابہ کے لیے بھی جاری ہے کیونکہ وہ سب ہی اکرام اور بزرگی میں مشترک ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سارے ہی از لحاظ دین توانا اور خوبیوں سے بے نیاز ہیں۔[1] لیکن جو کچھ اس حدیث (کی شرح) کے ضمن میں نکات کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس سے اس مقائسے کا غیر صحیح ہونا واضح ہے۔ کیونکہ:

اولاً؛ امیر المومنینؑ کو میزان ایمان قرار دینا کوئی احترام یا دینی توانائی سے متعلق مسئلہ نہیں، بلکہ یہ خصوصیت تو امیر المومنینؑ کی ذات میں منحصر ہے اور آپؑ اس میں فرد ہیں، کہ آپ کو عَلَم ونشان اسلام، مجسم دین اور جلوۂ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ صحابیوں میں سے کون ہے (چاہے وہ کتنا ہی گرانقدر کیوں نہ ہو)، جو علی بن ابی طالبؑ کی طرح باطنی صفات، سوابق دینی، اسلام کے لیے فداکاری، کفار کی آنکھوں کا کانٹا اور ان کے لیے باہیبت اور صاحب جلال شخصیت کا مالک تھا؟ اگر ہم اس حدیث پر خصوصی توجہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس میں دو اہم نکتے بیان کیے گئے

---

[1] الانتصار الاھل السنۃ والحدیث: عبد المحسن بن حمد: ص۵۷؛ قال: و ھذا جار باطراد فی اعیان الصحابة لتحقق مشترک الاکرام لما لھم من حسن الغناء فی الدین---

present ziaraat.com

ہیں: ایک علامت ایمان جو محبت امیر المومنینؑ ہے، جسے تجسم اسلام و ایمان کی ضرورت ہے، اور دوسری علامت نفاق، جو بغض امیر المومنینؑ ہے جسے ایمان کے جلوے کے ساتھ کفار پر مہلک و محکم مار اور گھیرا تنگ کرنے کی ضرورت ہے۔اور یہ دونوں صفتیں کسی دوسرے پر کسی صورت منطبق نہیں ہو سکتیں بلخصوص اس زمانے میں جب یہ حدیث صادر ہوئی تھی۔

ثانیاً: اس قیاس کے مطابق تو وہ تمام فقہاء و علمائے اسلام جو طول تاریخ میں آتے رہے یا آئندہ آئیں گے، اور جو از لحاظ دین توانا، قوی اور بے نیاز تھے یا ہیں، بھی اس حدیث میں شامل ہونگے ؟!

کیا بزرگ و اشراف صحابہ از لحاظ علم بے نیاز تھے؟

ثالثاً: بزرگ و اشراف صحابہ کہ جن سے حدیث اور فتوے اخذ کیے گئے ہیں ان میں ابو بکر، عمر، عثمان، عائشہ، ابو سعید خدری، ابن عباس، ابن عمر، انس بن مالک، ابو موسی اشعری، ابو ہریرہ اور انہی کے جیسے دوسرے افراد شامل ہیں۔ان میں سے کون ایسا ہے جو دینی لحاظ سے اس بے نیازی اور غناء کی حد تک پہنچ گیا تھا کہ انہیں (بنا بر فرض) اس امر میں شامل کر لیا جائے ؟

ان میں سے ابو بکر و عمر (کسی حد تک اپنے) علم و دانش میں مشہور ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان دونوں نے بارہا دین فہمی کے معاملے میں عجز و ناتوانی کا اعتراف اور کئی مرتبہ اپنی (علمی) غلطیوں پر اظہار ندامت کیا ہے۔

present ziaraat.com

فقط امیر المومنینؑ وہ ہستی ہیں کہ جنہوں نے (علمی مسائل میں) کسی کی جانب رجوع نہیں کیا، البتہ تمام صحابہ قضاوت و دیگر مشکلات میں علیؑ کی طرف رجوع کرتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف موارد میں (بہانے بہانے سے) جناب امیرؑ کی علمیت کی تصریح فرمائی۔

من جملہ: اپنی لخت جگر فاطمہؑ سے فرمایا: میں نے تیرا عقد اپنی امت کے سب سے افضل اور اعلم شخص سے کیا ہے۔۔۔[1]

آپؐ ہی نے فرمایا: اقضاکم علی[2] تم میں بہترین قضاوت کرنے والے علیؑ ہیں۔ اور فرمایا: انا مدینۃ العلم و علی بابھا[3] میں علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ عائشہ کہتی ہیں: علی اعلم الناس بالسنۃ[4] علی لوگوں میں سنت کے حوالے سے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ اور ابن عباس کہتے ہیں: خدا کی قسم! علم کے دس حصوں میں سے نو علیؑ کو دیے گئے، اور خدا کی قسم! علیؑ دوسروں کے ساتھ اس دسویں حصے میں بھی شریک ہیں۔[5]

---

[1] جمع الجوامع سیوطی، مستدرک حاکم، مسند احمد، الاستیعاب، الریاض النظرۃ، مجمع الزوائد میں دو اسناد کے ساتھ جن میں سے ایک صحیح اور دوسری موثق ہے. نقل از الغدیر: ج۳، ص۹۵ و ۹۶.

[2] الاستیعاب، ج۳، ص۳۸؛ شرح ابن الحدید معتزلی... نقل از الغدیر: ج۳، ص۹۶.

[3] علامہ امینیؒ نے یہ حدیث [۱۴۳] علمائے اہلسنت سے نقل کی ہے. الغدیر: ج۶، ص۶۱. ان بزرگان میں حاکم، خطیب بغدادی، طبری، ابن معین، سیوطی، اور بہت سے دوسرے افراد شامل ہیں کہ جنہوں اس حدیث کو صحیح مانا ہے. الغدیر؛ ج۶، ص۷۸.

[4] الاستیعاب؛ الصواعق المحرقۃ، تاریخ الخلفاء... نقل از الغدیر: ج۳، ص۸۷.

[5] الاستیعاب؛ الریاض النظرۃ، مطالب السؤل۔۔۔ نقل از الغدیر: ج۳، ص۹۸.

present ziaraat.com

اس کے علاوہ صحابہ کا امیر المومنینؑ کی جانب رجوع کرنا، انہیں مختلف احکامات میں غلطی اور جہل کے مواقع میں امیر المومنینؑ کی (علمی مدد) کی ضرورت پڑنا (تاریخ میں) فراوان ہے۔ اس حوالے سے کافی ہے کہ الغدیر: ج۶، ص۸۳تا۳۳۰، بحث نوادر الاثر فی علم عمر کی جانب رجوع کیا جائے، کہ اس بحث میں بہت سے ایسے موارد ذکر کیے گئے ہیں جن میں عمر نے [۲۵] اصحاب سے جن میں سر فہرست امیر المومنینؑ ہیں مختلف مطالب پوچھے، عمر نے ان موارد میں اس قسم کے جملے کہے: لو لا علی لھلک عمر (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) اے خدا مجھے کسی ایسی مشکل میں گرفتار نہ کرنا جس سے نکالنے کے لیے ابن ابی طالبؑ موجود نہ ہو۔۔۔ بلکہ بعض اوقات تو یوں کہتا تھا: تمام لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی۔۔۔ یہ سب وہ موارد ہیں جو عمر اور بقیہ صحابہ پر امیر المومنینؑ کے تقدم علمی کو ثابت کرتے ہیں۔[1] ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ اور ابن حزم اندلسی نے الفصل میں عمر کی علمی برتری ثابت کرنے کے لیے بہت زور لگایا اور بے سروپا، موہوم باتیں کی ہیں جو دعوی بے دلیل اور مضحکہ خیز (کلام) سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ دوم جو منبر پر کھڑے ہو کر کہتا ہے: جسے قرآن میں سے کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، جسے حلال و حرام کے بارے میں پوچھنا ہو وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے، جسے فرائض کے بارے میں جاننا ہو وہ زید بن ثابت کے پاس جائے اور جسے مال کے بارے میں پوچھنا ہو وہ میرے پاس

---

[1] الغدیر: ج۶، ص۳۲۷و۳۲۸۔ اہلسنت کے متعدد منابع سے نقل کیا ہے.

present ziaraat.com

آئے؛[1] اس کا امیر المومنینؑ کے ساتھ مقائسہ کیا جائے جو منبر و غیر منبر پر فرمایا کرتے تھے: مجھ سے پوچھ لو اس سے پہلے کہ تم مجھ کھو دو، تمہیں میرے بعد سوال کرنے کے لیے مجھ جیسا نہیں ملے گا۔[2]

اس حوالے سے کافی ہے کہ کتب تفسیر، حدیث، فقہ، کلام وغیرہ کی جانب رجوع کیا جائے، تاکہ ان موارد میں مرجعیت امیر المومنینؑ واضح ہو جائے۔ رہی بات خلیفہ اول کی تو ان سے کچھ مطالب نقل ضرور ہوئے ہیں لیکن وہ ایسے نہیں کہ ان کی علمی ظرفیت (کی وسعت) پر دلیل بن سکیں تاکہ انہیں امیر المومنینؑ کے ساتھ مقائسہ کیا جائے۔ یہی ابو بکر ہیں کہ جب ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا جاتا ہے: ﴿وَ فاكِهَةً وَ أَبًّا﴾ تو کہتے ہیں: کون سا آسمان میرے سر پر سایہ کرے گا، اور کون سی زمین میرا بوجھ اٹھائی گی اگر میں قرآن کے بارے میں وہ بات کہوں جو میں نہیں جانتا۔[3] جبکہ یہ عربی جملہ ہے اور اس آیت کے بعد دوسری آیت بھی موجود ہے:

---

[1] اس خطبے کو صحیح اسناد کے ساتھ اہلسنت کی اہم کتابوں جیسے الاموال ابو عبید (م ۲۲۴)، مستدرک حاکم ج ۳، ص ۲۷۱۔ میں نقل کیا گیا ہے.

[2] مستدرک حاکم اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس حدیث کو صحیح شمار کیا ہے؛ نقل از الغدیر: ج ۶، ص ۱۹۳.

[3] تفسیر قرطبیؒ: ج ۱، ص ۲۹؛ ابن تیمیہ نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں: ص ۳۰؛ زمخشری نے کشاف میں: ج ۳، ص ۲۵۳؛ الدر المنثور (سیوطی) ج ۶، ص ۳۱۷؛ فتح الباری (ابن حجر): ج ۱۳، ص ۲۳۰؛ تفسیر ابن کثیر: ج ۱، ص ۶؛ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں، اور آخری دو افراد نے سند صحیح شمار کی ہے۔ نقل از الغدیر: ج ۷، ص ۱۰۴.

www.ziaraat.com

﴿مَتاعاً لَكُمْ وَ لِأَنْعامِكُمْ﴾[1] یعنی: (اس میں) تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے فائدہ ہے جس سے یہ مطلب کاملاً سمجھا جا سکتا ہے کہ **فاکھة** سے مراد پھل ہیں اور اب سے مراد چراگاہیں اور سبزہ ہے۔

(ان سب باتوں کے بعد ہم کہتے ہیں) کہاں خلیفہ اول اور کہاں امیر المومنینؑ؟ سیوطی ابو الطفیل سے روایت کرتا ہے کہ جناب امیرؑ نے خطبے میں ارشاد فرمایا: سَلُونِي فَوَ اللهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ وَ اسْأَلُونِي عَنْ كِتَابِ اللهِ فَوَ اللهِ مَا مِنْ آيَةٍ إِلَّا وَ أَنَا أَعْلَمُ أَ بِلَيْلٍ نَزَلَتْ أَمْ نَهَارٍ أَمْ فِي سَهْلٍ أَمْ فِي جَبَل. مجھ سے پوچھو، سوگند بخدا تم مجھ سے جو بھی پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دونگا، مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو، خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں، دشت میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔[2]

یہ شیخین سے سرزد ہونے والی وہ غلطیاں تھی جن کے سدھارنے میں دوسروں نے ان کی رہنمائی کی اور جو تاریخ کے دامن میں ثبت ہیں۔[3]

اس طرح اعیان صحابہ کا ایک دوسرے سے بے نیاز ہونے کا دعوی طشت از بام ہو جاتا ہے۔ ان افراد کا امیر المومنینؑ سے مشورت ورجوع ان کی علمی ناصوابی کی دلیل ہے۔

---

[1] عبس: ۳۰ و ۳۱.

[2] الاتقان: ج ۲، ص ۳۲۸۔ نقل از الغدیر: ج ۷، ص ۱۰۷.

[3] الغدیر: ج ۷، ص ۱۰۲ تا ۱۳۲۔ ج ۶، ص ۸۳ تا ۳۳۰.

present ziaraat.com

دوسروں کے لیے حدیث میزان کے مشابہ حدیث گھڑنا

حدیث میزان ایمان کو جھٹلانے اور اس کے مطالب کو سست کرنے کے لیے دوسری ناکام کوشش، غیروں کے لیے انہیں مطالب پر مشتمل حدیث گھڑنا تھی، جیسے کہ اکثر فضائل امیرالمومنینؑ کے ساتھ یہی کیا گیا۔ ایسی ہی حدیث خلیفہ اول و دوم کے حق میں جعل کی گئیں، تاکہ علیؑ اس فضیلت میں یکتا نہ رہیں، ان میں برابری قائم ہو جائے اور شیعہ اس حدیث کے ذریعے سے حجت قائم نہ کر سکیں۔ ہم ان گھڑی ہوئی حدیثوں میں سے چند بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ سہل بن سعد سے روایت کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حب ابی بکر و شکرہ واجب علی امتی. ابو بکر کی محبت اور اس کا شکرادا کرنا میری امت پر واجب ہے۔[1]

لیکن یہ حدیث از لحاظ سند انتہائی ضعیف ہے، یہاں تک کہ اپنے تمام تعصبات کے باوجود ذہبی اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے: ھذا منکرا جدا۔ اور دارالقطنی نے اس حدیث کے راوی عمر بن ابراہیم المعروف بہ کُردی کو کذاب اور خبیث کہا ہے۔ سیوطی نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ وہ اس حدیث کو غیر صحیح اور عمر بن ابراہیم کو حدیث گھڑنے والا جانتا ہے۔[2]

[1] جامع الاحادیث: ج۳، ص۸۰۷؛ از فضائل الصحابہ (ابو نعیم): تاریخ بغداد: ج۳، ص۷۰.

[2] اللئالی الصنوعۃ، نقل از شوارق النصوص: ج۱، ص۳۲۳۔ البتہ مزے کی بات یہ ہے کہ سیوطی مذکورہ کتاب میں تو اس حدیث کو ضعیف کہتا ہے لیکن تاریخ الخلفاء میں اسی حدیث کو فضائل ابو بکر کے ذیل میں نقل کرتا ہے.!!

present ziaraat.com

۲۔ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا یبغض ابا بکر و عمر مومن و لا یحبھما منافق۔ابو بکر و عمر سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا اور ان سے منافق کے سوا کوئی بغض نہیں رکھے گا۔[1] لیکن اس حدیث کے راویوں میں مجہول، ضعیف اور حدیث گھڑنے والے افراد موجود ہیں جس کی وجہ سے ابن جوزی نے اسے ضعیف شمار کیا ہے۔[2]

ذھبی احمد بن عیسی خشاب کے بارے میں ابن طاہر سے نقل کرتا ہے: وہ جھوٹا تھا اور حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔[3] ابراہیم بن براء جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہے کو بھی ضعیف شمار کیا گیا ہے۔[4] معلی بن ہلال طحان جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہے کے بارے میں احمد بن حنبل کہتا ہے: اس کی تمام حدیثیں جعلی ہیں۔[5]

---

[1] مذکورہ حدیث اہلسنت کتب میں مختلف تعبیروں کے ساتھ آئی ہے، مثلا: تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۳۰، ص ۱۴۱ و ج ۴۴، ص ۲۲۹؛ تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۲۳۴ و ۱۴۱.

[2] اس وجہ سے کہ حسن نے ابوہریرہ سے کوئی حدیث نقل نہیں کی، اور ابراہیم بن مالک انصاری کے بارے میں ابن عدی کہتا ہے: وہ (اپنے دامن میں) گھڑی ہوئی حدیثیں رکھتا ہے، اور احمد بن عیسی کے بارے میں ابن حیان کہتا ہے: وہ ناشناش افراد سے نامعقول امور نقل کرتا ہے۔ العلل المتناھیۃ (ابن جوزی): ج ۱، ص ۲۰۰.

[3] میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۲۶۹.

[4] الغدیر: ج ۷، ص ۲۹۸ و ج ۵، ص ۳۲۶.

[5] الغدیر: ج ۵، ص ۳۲۳.

present ziaraat.com

۳۔ اصحاب میں سے تین افراد یعنی ابو ہریرہ، عبداللہ بن اوفی اور ابن عمر سے روایت کی گئی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن علیؑ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ ابو بکر اور عمر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا: یا ابا الحسن احبهما فبحبهما تدخل الجنة۔ ان دونوں سے محبت کرو کیونکہ تم ان دونوں کی محبت کے طفیل بہشت میں داخل ہو گے۔[1] اس حدیث کو بزرگان اہلسنت نے جعلی اور مردود جانا ہے، جیسے ابن جوزی نے اس حدیث کو جعلی اور اس کے راوی ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم اشنانی کو حدیثیں گھڑنے والا کہا ہے۔[2] ابن العراق اور محمد بن شوکانی نے بھی اس حدیث کو اشنانی کی پیداوار جانا ہے۔[3] ذہبی کہتا ہے: حسن بن مکی (اس حدیث کا ایک راوی) باطل حدیثوں کے لیے صحیح سند (گھڑ کر) روایت کیا کرتا تھا۔ سیوطی نے بھی اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے ہر چند کہ اس کی تائید کرنے کے لیے بلاوجہ کی ٹامکٹوئیاں ماریں ہیں۔[4]

۴۔ انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضهما نفاق ابو بکر و عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔[5] لیکن

---

[1] اللئالی المصنوعۃ (سیوطی): ج۱، ص۲۸۰؛ میزان الاعتدال: ج۲، ص۲۷۶؛ تاریخ بغداد: ج۱، ص۲۶۱؛ الموضوعات (ابن جوزی): ج۱، ص۲۴۰...

[2] الموضوعات: ج۱، ص۲۴۹.

[3] تنزیۃ الشریعۃ: ج۱، ص۳۴۷؛ الفوائد المجموعۃ شوکانی: ص۳۲۸.

[4] اللئالی المصنوعۃ (سیوطی): ج۱، ص۲۸.

[5] الکامل فی الضعفاء الرجال: ج۳، ص۵۲۹.

present ziaraat.com

اس حدیث کا راوی حازم بن الحسین ابو اسحاق حمیسی کوفی ہے جس کے بارے میں یحیی بن معین کہتا ہے: لیس بشیئ، اس کی کوئی قیمت نہیں۔[1]

۵۔انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر و عمر کے دشمن اس امت کے یہود ہیں۔ وہ مسلمان نہیں، الا لعنة الله علی مبغض ابی بکر و عمر (خدا ابو بکر اور عمر سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کرے)۔[2] خطیب بغدادی نے اس حدیث کو صریح جھوٹ کہا ہے، اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مسرۃ بن عبداللہ کی بنائی ہوئی ہے۔[3] اس حدیث کو ذہبی، ابن العراق اور ابن شوکانی نے بھی موضوع کہا ہے۔[4]

۶۔ابن عباس سے ابو بکر کا غار حرا میں پیاسا ہونا اور ان کی پیاس بجھانے کے لیے غار میں ایک بہشتی نہر کا جاری ہونا نقل کیا گیا ہے۔ اس کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: والذی بعثنی بالحق نبیاً لا یدخل الجنة مبغضک و لو کان له عمل سبعین نبیا! اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اے ابو بکر تیرا دشمن

---

[1] الکامل فی الضعفاء الرجال: ج۳، ص۵۲۹۔

[2] تاریخ بغداد: ج۱۳، ص۲۷۰؛ میزان الاعتدال: ج۶، ص۴۰۵۔

[3] اس نے اس حدیث کے ابوزعہ سے سننے کا سال ۲۶۸ بتایا ہے جبکہ ابوزعہ ۲۶۴ میں ہی اس دنیا سے سدھار گیا تھا۔ تاریخ بغداد: ج۱۳، ص۲۷۰؛ الموضوعات: ج۱، ص۲۴۱۔

[4] اللئالی المصنوعۃ: ج۱، ص۲۸۱؛ تنزیۃ الشریعۃ، الفوائد المجموعۃ، نقل از شوارق النصوص: ج۲، ص۱۷۶۔

present ziaraat.com

بہشت میں داخل نہیں ہوگا چاہے اس کے پاس ستر انبیاء کے برابر ہی اعمال کیوں نہ ہوں۔![1]
لیکن سیوطی کہتا ہے: ابن عساکر نے اس حدیث کو بے قیمت سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔[2]

۷۔ جابر سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز نہیں پڑھی اور فرمایا: انه كان يبغض عثمان فابغضه الله۔[3] یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا، سو خدا اس سے بغض رکھتا ہے۔ یہ حدیث اس قدر بے ارزش ہے کہ ترمذی نے بھی اس کے راوی کے بارے میں کہا ہے: ضعيف جدا۔[4]

احمد بن حنبل اس کے بارے میں کہتا ہے: كذاب خبيث يضع الحديث۔ وہ جھوٹا اور خبیث تھا جو حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ یحیی بن معین، سعدی اور دار القطنی نے اسے جھوٹا کہا ہے، ابن حبان کہتا ہے: وہ حدیث گھڑ کر اس کی نسبت معتمد افراد کی جانب دیا کرتا تھا۔[5]

کیا سعد بن عبادہ بھی منافق تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اس حدیث کے مضمون کو قبول کریں اور خلیفہ اول و دوم و سوم کے دشمنوں کو منافق، ملعون ور مبغوض خدا جانیں، تو پھر ان اصحاب کے بارے میں کیا کہا

---

[1] الریاض النظرۃ: ج۱، ص۱۷؛ مرقاۃ الوصول: ص۱۱۴؛ نقل از الغدیر: ج۶، ص۲۹۶.

[2] الخصائص: ج۱، ص۱۸۷.

[3] سنن ترمذی: ج۵، ص۵۸۸.

[4] سنن ترمذی: ج۵، ص۵۸۸.

[5] الموضوعات: ج۲، ص۳۳۲.

present ziaraat.com

جائے گا جنہوں نے عثمان پر شورش کی تھی؟!

رسول کے بزرگ صحابی سعد بن عبادہ کے بارے میں کیا کہیں گے جنہوں نے اپنی آخری عمر تک ابو بکر و عمر کی بیعت نہیں کی، وہ ان دونوں کے ساتھ حج کے لیے نہیں جاتے تھے یہاں تک کہ عمر کی خلافت کے اوائل میں شام کے ایک علاقے میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔[1] جب ان سے کہا گیا: آؤ اور بیعت کرو (کیونکہ) تمہاری قوم نے بیعت کر لی ہے تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم! جب تک میرے پاس ایک بھی تیر باقی ہے میں اسے تمہاری طرف چلاتا رہوں گا، میں اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگین کروں گا، جب تک شمشیر میرے ہاتھ میں موجود ہے میں (اس سے تمہیں ضربیں) لگاتار ہوں گا، میں اپنے خاندان اور اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ جو میرے فرماں بردار ہیں تم سے جنگ کرتا رہوں گا، اور اگر انسانوں کے ساتھ ساتھ جن بھی تمہارے ساتھ ہو جائیں تب بھی تمہاری بیعت نہیں کرونگا یہاں تک کہ تمہیں خدا کے سامنے پیش کروں اور جان لوں کہ میرا حساب کتاب کیا ہے؟[2]

کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ: خلیفہ اول و دوم کے بغض کی وجہ سے سعد بن عبادہ منافق تھے؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ طبری سعد بن عبادہ کے اس اقدام پر برہم ہو کر کہتا ہے: ایک شخص کی مخالفت جس میں جاہلیت کا عناد و تعصب ظاہر ہو، (ابو بکر کی خلافت) پر موجود اجماع کو نقصان

---

[1] الریاض النظرۃ: ج۲، ص۲۱۶. البتہ ان کے مرنے کی کیفیت کے بارے میں کافی کلام ہے کہ انہیں قتل کر کے ان کا خون (ان دیکھے) جنوں کی گردن پر ڈال دیا گیا!

[2] تاریخ طبری: ج۳، ص۲۲۳.

present ziaraat.com

نہیں پہنچا سکتی۔[1]

حیرت اس لیے کیونکہ طبری نے خلیفہ اول کے دفاع کی خاطر (اپنے مذہب کی) اصل مسلم یعنی عدالت صحابہ اور حرمت توہین و سب صحابہ کو پائمال کرتے ہوئے اس بزرگ صحابی پر جاہلیت کے عناد و تعصب کا الزام دھر دیا۔ دوسری طرف جب سعد نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تو پھر ان کا امام زمان کون ہو گا؟ نیز ان کی اس حدیث کی بنا پر: من مات و لا يعرف امام زمانه مات ميتة الجاهلية؛ (کہ جو بھی امام وقت کی معرفت کے بغیر مرے وہ جاہلیت کی موت مرا) شرعی ذمہ داری کیا ہو گی؟

دختر رسول ﷺ کی ناراضگی کا کیا رہا؟

سعد سے زیادہ اہم بات تو بضعۃ الرسول، صدیقہ الطاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا ابو بکر پر ارث کی ممانعت کی وجہ سے غضبناک ہونا ہے، اس صورت میں کہ آپؑ آخر عمر تک ابو بکر سے ناراض تھیں اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ بخاری کہتا ہے: جب ابو بکر نے فاطمہؑ کو ان کی وراثت دینے سے انکار کیا؛ فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيّت۔ فاطمہ ابو بکر پر غضبناک ہوئیں اور اس سے قطع تعلق کر لیا، اور اس سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔[2] ایک اور جگہ پر کہتا ہے: فغضبت فاطمة بنت رسول الله ﷺ فهجرت ابوبكر فلم تزل مهاجرته

---

[1] الریاض النظرۃ: ج۲، ص۲۱۶.

[2] صحیح بخاری: ج۵، ص۸۲.

present ziaraat.com

حتی توفیّت۔ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہو گئیں اور انہوں نے ابو بکر سے قطع تعلق کر لیا اور یہ سلسلہ یونہی برقرار رہا یہاں تک کہ فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔[1]

اسی کتاب میں ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ پر اکیلے نماز جنازہ پڑھی، انہیں دفن کیا لیکن ابو بکر کو اطلاع نہیں دی۔[2] کیا واقعی میں یہ کہا جا سکتا ہے: چونکہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر پر غضبناک تھیں اور ان سے بے تعلق ہو گئی تھیں، لہذا معاذاللہ وہ منافق ہیں اور خدا کے عذاب کی مستحق قرار پائیں گی، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہیں جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔[3] رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے: فاطمة بضعة منی یوذینی ما آذاها: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔[4]

حقیقت یہی ہے کہ دوسروں کی فضیلت میں اس قسم کی احادیث جاہل متعصبین نے گھڑی ہیں تاکہ وہ پیروان اہلبیتؑ سے کسی افتخار میں پیچھے نہ رہ جائیں، اور یہ کام معاویہ، اس کے کارندوں اور بنوامیہ (کے حدیثی ٹکسال ساز کارخانے) کا ہے۔

اور پھر تعجب اس بات پر کہ انہوں نے اس حدیث کو اس طرح منتشر کیا کہ قاضی القضاۃ جیسے المغنی میں اس حدیث کے مقابلے میں: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس غضبناک کیا اس

---

[1] صحیح بخاری: ج۴، ص۴۲.

[2] صحیح بخاری: ج۵، ص۸۲؛ صحیح مسلم: ج۲، ص۷۲.

[3] صحیح بخاری: ج۴، ص۲۱۰.

[4] صحیح بخاری: ج۷، ص۱۴۱.

present ziaraat.com

نے مجھے غضبناک کیا، یہ مجعول حدیث کہ: ابو بکر و عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے ؛لے کر آتا ہے۔[1]

کس حدیث کے مقابل کون سی حدیث؟

یہ جھوٹی حدیثیں اس قدر منتشر ہو گئی تھیں کہ انہیں امام صادقؑ سے بھی نسبت دی گئی کہ آپ نے فرمایا: ابو بکر و عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے! کچھ سادہ لوح افراد امام صادقؑ کے پاس آئے اور یہی حدیث قول صادقؑ کہہ کر پیش کی۔ امام نے ان سے فرمایا: اگر جس شخص سے تم یہ قول نقل کر رہے ہو (یعنی خود امام صادقؑ) تم سے یہ کہے: میں نے یہ بات نہیں کہی یہ جھوٹ ہے تو کیا تم اس کی بات مان کر اس کی تصدیق کرو گے؟ ان افراد نے کہا: نہیں کیونکہ اس حدیث پر ان افراد نے گواہی دی ہے کہ اگر کسی غلام کے آزاد ہونے پر شہادت دے دیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی۔۔۔[2]

دوہرا معیار...!

ہم اگر شیخین کے میزان ایمان ہونے سے متعلق احادیث قبول بھی کر لیں (جبکہ وہ قابل قبول نہیں) تب بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ: شیخین بھی امیر المومنینؑ کے ساتھ معیار ایمان ہیں۔ لیکن مسلم علماء میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کا دشمن شیخین اور دشمن امیر المومنینؑ کے لیے معیار دوہرا ہے، اگر کوئی شیخین کا دشمن ہو تو وہ اس کے ساتھ بہت شدت اور سختی سے پیش

[1] شرح ابن ابی الحدید: ج۱۶، ص ۲۷۲.

[2] بحار الانوار: ج۴۷، ص ۳۵۵، نقل از رجال کشی.

present ziaraat.com

آتے ہیں، اسے ہر امتیاز سے ساقط سمجھتے ہیں، حتی اسے واجب القتل جانتے ہیں؛ لیکن اگر کوئی امیر المومنینؑ کو دشنام دے، یا انہیں ناسزا کہے تو اس کے پاس سے بڑی نرمی سے گزر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت ہی سادہ اور ملائم لہجے اور تعبیروں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

مثلا: جب بات شیخین کو ناسزا کہنے کی چل نکلے تو ذہبی اسے بدعت کبری کہتا دکھائی دیتا ہے؛ وہ ان ناسزا کہنے والوں کے بارے میں کہتا ہے: ان کی روایات قابل احتجاج نہیں۔[1] سیوطی بھی ذہبی کی قطعی طور پر تائید کرنے کے بعد شافعی، شریک اور ابن مبارک کا قول نقل کرتا ہے کہ روافض (یعنی جو شیخین کی بدگوئی کرتے ہوں) کی روایات قابل قبول نہیں۔[2] ابن حجر کہتا ہے: شیعوں کی اکثریت جھوٹی اور بے تقویٰ ہے۔[3] لیکن جب یہی لوگ ناصبیوں اور امیر امومنینؑ کی بدگوئی کرنے والے پر پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں: وہ غالبا سچے اور اہل دیانت ہوتے ہیں۔[4] ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو خوارج کی صداقت پر تقریباً اجماع کا دعوی کرتے ہیں۔[5] اور معاویہ، مروان، زیاد بن ابیہ، عمر بن سعد قاتل سید الشہداء، عمران بن حطان مداح ابن ملجم، خالد قسری، حریز بن عثمان اور اسے قبیل کے بیسیوں نواصب کو مورد اعتماد اور وثوق قرار دیتے ہیں۔

---

[1] میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۵.

[2] تدریب الراوی: ص ۲۱٦.

[3] تہذیب التہذیب.

[4] تہذیب التہذیب.

[5] دراسات فی منہج النقد: ص ۳۸۵.

present ziaraat.com

بلکہ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی (م۲۵۹) جس کے لیے تصریح کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ وہ ناصبی تھا کو علم جرح و تعدیل کے پیشوا و امام کے عنوان سے پیش کرتے اور اس کے اقوال کتب رجال میں ذکر کرتے ہیں۔

ذہبی اس کے بارے میں کہتا ہے: الثقة الحافظ احد آئمة الجرح و التعدیل۔۔۔۔یعنی وہ مورد اعتماد اور احادیث میں بلند مرتبے کا حامل اور علم جرح و تعدیل کے اماموں میں سے ہے۔ اس کے بعد کہتا ہے: وہ علی کی بدگوئی کرنے میں شدت کے ساتھ اہل دمشق کے مذہب کا حامل تھا۔[1] اس کے باوجود احمد بن حنبل اس کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔[2] لیکن یہی احمد بن حنبل جب یہ سنتے ہیں کہ عبید اللہ بن موسی معاویہ کی بدگوئی کرتا ہے تو اس سے حدیث لینے سے انکار کر دیتے ہیں اور یحییٰ بن معین کو بھی پیغام بھجواتے ہیں کہ اس سے حدیث نقل نہ کرے۔[3] ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ناصبیوں کی اس طرح تعریف و تمجید کرتے ہیں کہ انہیں اولیائے الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں، جیسے کہ عبد اللہ بن شفیق ناصبی کو نہ فقط یہ کہ ثقہ کہا بلکہ اسے مستجاب الدعوات بھی لکھا گیا جس نے بادلوں کو حکم دیا کہ انہیں کہاں برسنا ہے!![4] ذہبی جب عُقیلی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے علی بن مدینی (جو کہ جرح و

---

[1] میزان الاعتدال: ج۱، ص۷۵ و۷۶.

[2] تہذیب الکمال: ج۲، ص۲۴۸.

[3] تاریخ بغداد: ج۴، ص۴۲۷، نقل از الغدیر: ج۵، ص۲۹۵.

[4] تہذیب التہذیب: ج۴، ص۳۳۷، نقل از دلائل الصدق: ج۱، ص۱۶۵. یہ واقعہ اگر بر فرض محال صحیح ہو تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بادل بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک رحمانی؛ دوسرے شیطانی!!

present ziaraat.com

تعدیل کے اماموں میں سے ہے) کو ضعیف افراد کی صف میں شمار کیا ہے تو وہ اس بات پر برہم ہو کر کہتا ہے: اے عقیلی کیا تیرے پاس عقل نہیں ہے؟ کیا معلوم ہے تو کس کے بارے میں کلام کر رہا ہے؟[1]

لیکن یہی ذہبی امام صادقؑ کو بزرگ آئمہ دین، سچا اور جلیل القدر ماننے[2] کے باوجود جب آپؑ کے بارے میں یحیی بن سعید کا ناہنجار جملہ نقل کرتا ہے کہ: مجالد بن سعید میرے نزدیک جعفر صادقؑ سے زیادہ محبوب ہے اور میرے دل میں جعفر کے لیے کچھ (ٹیڑھا پن) ہے، تو ذہبی یحیی بن معین کی بات پر اعتراض نہیں کرتا؛[3] جبکہ یہی مجالد ہے جسے یحیی، عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔[4] یا جب ذہبی عمر بن سعد بن ابی وقاص (لعنۃ اللہ علیہ) کے حالات پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے: وہ فی نفسہ بدنام نہیں (قابل اعتماد ہے) لیکن اس نے حسینؑ کے ساتھ جنگ کی اور یہ کام (جنگ کربلا اور قتل خاندان رسالت) انجام دیے!! اس کے بعد عجلی سے نقل کرتا ہے: تابعی ثقة؛ لیکن ابن معین نے کہا ہے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا وہ ثقہ ہو؟[5] ابن حجر کہتا ہے: عمر بن سعد سچا ہے لیکن

---

[1] میزان الاعتدال: ج۳، ص۱۴۰.

[2] میزان الاعتدال: ج۱، ص۴۱۴.

[3] المغنی فی الضعفاء: ج۱، ص۱۳۴.

[4] تہذیب التہذیب: ترجمہ مجالد بن سعید الکوفی.

[5] میزان الاعتدال: ج۳، ص۱۹۸.

present ziaraat.com

کیونکہ وہ اس لشکر کا سالار تھا جس نے امام حسینؑ کو قتل کیا، اس وجہ سے لوگ اس سے دشمنی رکھتے ہیں۔[1]

جی ہاں! یہ لوگ اتنی ہی نرمی سے عمر بن سعد جیسوں کے ظلم و جنایتوں سے کنارہ کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں، لیکن جب شیخین کے مخالفین پر پہنچتے ہیں تو برہم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ نزاکتوں اور گفتار میں ادب کی رعایت بھی نہیں کرتے۔ ہم نے دیکھا کہ جب ذہبی ابراہیم بن یعقوب جوزجانی ناصبی و خبیث کے حالات پر پہنچتا ہے تو کتنے آرام اور سکون سے کنارے کنارے (چھوتا ہوا) گزر جاتا ہے، یا عمر بن سعد کے حالات میں بھی کتنے تحمل اور ٹھنڈے خون کے ساتھ آگے بڑھ جاتا ہے، اور ایسے ہی ابن حجر بھی کہ جو عجلی سے نقل کرتا ہے: هو تابعی ثقه و هو الذی قتل الحسین[2] لیکن یہی ذہبی جب اپنی رجال کی کتاب میں جریر بن یزید سے نقل کرتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کی طرف سے جعفر الضّبعی سے کہا: میں نے سنا ہے کہ تو ابو بکر و عمر کو ناسزا کہتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں ناسزا تو نہیں کہتا، لیکن (ان کے لیے) جس قدر کینہ تم چاہو (میرے دل میں ہے)۔ میں نے اسے رافضیوں کی طرح گدھا پایا! (تو یہاں پر آکر ذہبی کا خون جوش مارنے لگتا ہے) اس کے باوجود کہ ذہبی خود اسے زاہدوں میں شمار کرتا ہے اور ابن معین بھی اسے ثقہ جانتا ہے اور ذہبی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔[3] لیکن پھر بھی کہتا

---

[1] تقریب التہذیب: ج۱، ص۷۱۷.

[2] تہذیب التہذیب: ج۶، ص۵۶.

[3] میزان الاعتدال: ج۱، ص۴۰۸؛ ترجمہ جعفر بن سلیمان الضبعی.

present ziaraat.com

ہے: رافضی کتنے کے پلے ہیں۔[1] یا ذہبی عبدالرحمن بن یوسف (ابن خراش۔ م ۲۸۳) جو اہلسنت کے اہم رجالیوں میں سے ایک ہے اور ذہبی خود بھی اس کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ حافظ زمان اور علم فراوان کا مالک تھا، لیکن کیونکہ اس نے مطاعن شیخین کے بارے میں کتاب لکھی تھی۔ لہذا اسے حمیر الرافضۃ، رافضیوں کا گدھا کہتا ہے۔ ذہبی کی عبارت یہ ہے: فلا عتب علی حمیر الرافضة و حواثر جزیّن و مشغرا۔[2]

امیرالمومنینؑ کے سوا کوئی اس افتخار کے لائق نہیں

ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ محورِ ایمان اور میزانِ اسلام و نفاق بننے کے لیے کچھ شرائط اور خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے فقط علم و تقوی اور عام خصوصیات کفایت نہیں کرتیں، بلکہ یہاں تو خصوصیات کو اس قدر آشکار اور عظیم ہونا چاہیے کہ (ان کی بناپر) ایک شخص کو علم اور نشان دین قرار دیا جاسکے، اس صورت میں کہ ہر حقیقی مسلمان اس سے محبت کا احساس کرے جبکہ ہر دشمن دین اس سے ہراساں دکھائی دے۔

کیا واقعاً ابوبکر و عمر، ان خصوصیات سے بہرہ مند تھے؟ ہم صحابہ کے حقیقی فضائل و مناقب کے منکر نہیں، لیکن کیا زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انہیں علامت اسلام اور اسلام مجسم کے

---

[1] میزان الاعتدال: ج ۳، ص ۲۳۶۔ رقم ۶۷۵۲.

[2] میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۶۰۰. اخیر کے دو کلمے مہملات میں سے ہیں جو تعصب وغصے کی شدت کو بیان کررہے ہیں.

present ziaraat.com

عنوان سے دیکھا جاتا تھا؟ کیا ہر مسلمان انہیں مظہر اسلام جانتا تھا؟ اور کیا ہر کافر ان سے ان کی فداکاری اور اسلام کی خاطر جھیلی گئی مشکلات کی وجہ سے بیزار تھا؟

مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ (ان دونوں نے) اپنی آدھی سے زیادہ زندگی شرک میں گزاری، زمانہ جاہلیت میں دوسروں کی طرح کارھائے جاہلی میں ملوث رہے، خلیفہ دوم تو اسلام قبول کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے، کسی جنگ میں بھی ان کی بہادری کی داستان یا کسی مشرک و کافر کو ان سے کوئی نقصان پہنچنے کی خبر نقل نہیں ہوئی اور کوئی کافر ان کے ہاتھوں واصل جہنم نہیں ہوا، بلکہ (معاملہ اس کے برعکس ہے کہ) ان کا احد و حنین جیسی جنگوں سے فرار اظہر من الشمس ہے؛ جنگ خیبر میں سپاہ اسلام کا سر شرمندگی سے جھکا کر میدان سے واپس لے آنے کا سہرا بھی انہیں کے سر ہے۔ خلیفہ دوم سے متعدد مقامات پر تلخ کلامیاں اور تند مزاجیاں بھی نقل ہوئی ہیں (ہر چند کے بعض افراد نے ان کے بارے میں کثیر تعداد میں توجیہات گھڑنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا) کیا ان تمام سوابق کے ساتھ ان افراد کو میزان ایمان و نفاق قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہمارا مقصد ہر گز کسی کی توہین و تضعیف یا انکار فضائل صحابہ نہیں (معاذاللہ) لیکن اس سوال کی توجا بہر حال باقی ہے کہ: وہ منافقین جو ظاہراً اسلام کا اظہار کرنے کے باجود باطن میں مشرک رہے، وہ کس خاص وجہ سے شیخین کے تو دشمن دکھائی دیں مگر کسی دوسرے مسلمان کے نہ ہوں؟ جو ان کی دشمنی میزان شناخت مومن و منافق قرار پائے۔ (یعنی ان دونوں میں دوسرے مسلمانوں سے ہٹ کر ایسی کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر وہ ان کے دشمن تو ہوں پر کسی دوسرے مسلمان کے نہ ہوں) اگر امیر المومنینؑ کی جگہ کہا جائے: بغض سلمان یا مقداد یا ابو سفیان یا مغیرہ یا انس بن مالک یا ابو سعید

present ziaraat.com

خدری یا انس بن مالک یا ابو موسی اشعری اور اس قبیل کے دوسرے افراد کا بغض، علامت نفاق ہے، تو کیا سوال کی جا نہیں ہو گی کہ ان افراد کے پاس کون سا امتیاز ہے جس کی وجہ سے یہ میزان ایمان و نفاق قرار پائیں؟

لیکن اگر ہم اس مسئلے کا مقائسہ امیر المومنینؑ کی ذات والا صفات سے کریں تو معاملہ مکمل طور پر مختلف دکھائی دے گا؛ وہ اول مسلم ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک لحظے کے لیے بھی بت پرستی نہیں کی، پیغمبر ﷺ کے دامن رحمت میں پلے بڑھے، اخلاق نبوی ﷺ آپ کی تربیت میں کار فرما رہے، رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ایک لحظے کے لیے بھی سر پیچی نہیں کی بلکہ ساری زندگی اپنے تمام وجود کے ساتھ اسلام و رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے، میدان نبرد میں کیا کیا نا قابل انکار فداکاریاں دکھائیں، ان جنگوں میں متعدد بار موت کے منہ تک جا پہنچے، تمام مسلمان خود کو ان کے جہاد و اخلاص کا قرضدار جانتے، اور تمام مشرکین کے دل ان کے کینے سے مملو رہے، کیونکہ انہوں نے ان کے سرداروں اور دلاوروں کا قلع قمع کیا، ان کی ناک خاک ذلت پر رگڑ ڈالی؛ آپ کے سوابق اور فضائل اخلاقی و معنوی کا انبوہ، آپ کو اس لائق بناتا ہے کہ آپ مومن و منافق کے درمیان میزان و علامت ایمان قرار پائیں۔

ابن حجر عسقلانی کے کلام کا جائزہ

ابن حجر عسقلانی کہتا ہے: میں اس بات پر کہ علمائے اہلسنت غالبا نواصب کی توثیق کرتے اور انہیں قابل اعتماد شمار کرتے ہیں جبکہ تمام شیعوں کو ضعیف جانتے ہیں، اعتراض کیا کرتا تھا،

present ziaraat.com

بلخصوص جب علیؑ کے حق میں یہ حدیث آئی ہے کہ: ان سے کوئی محبت نہیں کرے گا مگر مومن کے اوران سے کوئی دشمنی نہیں رکھے گا سوائے منافق کے۔

توجہاں تک میں اس بات کا جواب ڈھونڈ پایا ہوں وہ یہ ہے کہ: بغض اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کے ساتھ مقید ہے [یعنی جو کوئی بھی علیؑ سے اس لیے بغض رکھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی تو وہ منافق ہے لیکن اگر یہ بغض کسی دوسری وجہ سے ہو تو پھر ایسا نہیں ہے] اس کی علت یہ ہے کہ انسانی طبع ایسی ہی ہے کہ جو کوئی بھی اس کے ساتھ برائی کرے گا، وہ اسے برا سمجھے گا اور محبت اس کے برعکس ہے۔ علیؑ کے ساتھ بغض زیادہ تر دنیاوی امور کی وجہ سے تھا۔ یہ روایت جو حب و بغض علیؑ کے ضمن میں وارد ہوئی ہے، عمومیت نہیں رکھتی، کیونکہ ایک گروہ نے علیؑ کی محبت میں زیادہ روی کی یہاں تک کہ انہیں رسول یا خدا جاننے لگے۔تعالی اللہ عن افکهم

جو کچھ علیؑ کے بارے میں نقل ہوا ہے وہی انصار کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے اور علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ: بغض انصار اگر نصرت رسول کی وجہ سے ہو تو علامت نفاق ہے اور اس کے برعکس۔۔۔، سو علیؑ کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا۔

اور اسی طرح [دشمنان علی کی وثاقت پر دلیل یہ ہے کہ] اکثر ناصبی دینداری اور سچائی میں مشہور ہیں جبکہ شیعوں کی اکثریت جھوٹی ہے اور یہ روایات نقل کرتے ہوئے (جھوٹ سے) پرہیز نہیں کرتے۔ اس مسئلے کی جڑ یہی تھی کہ نواصب اس بات کے معتقد تھے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل یا اس کے قاتلوں کی مدد کی ہے، پس ان کی علیؑ سے دشمنی ایک دینی اعتقاد کی وجہ سے تھی نہ اس وجہ سے کہ وہ علیؑ کو دین کے مددگار ہونے کی وجہ سے دشمن رکھتے تھے، اس

present ziaraat.com

کے علاوہ ان میں سے بعض کے اقرباء ان جنگوں میں مارے گئے تھے جو علیؑ کے ساتھ لڑی گئیں (اور ان کی علیؑ سے دشمنی دنیاوی غرض سے تھی نہ کہ

دینی وجہ سے جو وہ رسول کی اس حدیث میں شامل ہو کر منافق کے طور پر پہچانے جائیں)[1]

ابن حجر کے کلام میں متعدد مطالب ہیں جن کا ہم اختصار کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں:

یہ جو اعتراف کیا گیا ہے کہ علمائے اہلسنت غالبا نواصب کی توثیق کرتے ہیں، صحیح بات ہے؛ بلکہ ابن تیمیہ تو اس بات کا مدعی ہے کہ تمام خوارج سچے ہیں[2] یا للعجب کہ ابن ملجم جو خارجی ملعون ہے اور جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کا شقی ترین شخص یا اشقی الاخرین کہا ہے،[3] ابن تیمیہ کے بقول وہ بھی سچا اور دیندار ہے۔

اور ایسے ہی خوارج نہروان کہ جنہیں ابن حجر عسقلانی ایک دینی شبہے کی وجہ سے حدیث میزان ایمان کے مضمون سے خارج سمجھتا ہے، لیکن پیغمبر ﷺ اپنی معجزاتی پیشگوئی میں انہیں مارقین اور دین سے خارج ہو جانے والوں کے نام سے پہچنواتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ

---

[1] تہذیب التہذیب؛ ج۷، ص۳۹۹، ترجمہ لمازۃ بن زبّار ابو لبید بصری؛ کہ ابن سعد اور عجلی نے اسے ثقہ اور دوسروں نے اسے صالح الحدیث کہا ہے، اس کے باوجود کہ انہوں نے خود ہی تصریح فرمائی ہے کہ وہ علیؑ کی بہت زیادہ بدگوئی کرتا تھا اور اس کی علت یہ بیان کرتا تھا: میں کس طرح علیؑ سے محبت کروں جبکہ اس نے ایک ہی صبح میں میری قوم کے چھ ہزار افراد کو تہہ تیغ کر ڈالا۔

[2] منہاج السنۃ: ج۷، ص۳۶، نقل از تشیید المراجعات: ج۳، ص۱۴۱۔

[3] مسند احمد، خصائص نسائی، مستدرک حاکم، الاستعیاب، جح الجوامع، البدایۃ والنہایۃ۔۔۔ نقل از حاشیہ العتب الجمیل: ص۲۵۔

present ziaraat.com

نے عراق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وہاں سے ایک گروہ خروج کرے گا جو قرآن پڑھتا ہو گا لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جیسے تیر کمان سے خارج ہو جاتا ہے۔[1]

ابن حجر جیسے اُن افراد کی توثیق کرتے ہیں جن کے بارے میں اہلسنت کے بزرگ عالم دین منادی لکھتے ہیں: حجاز و عراق کے فقہاء چاہے وہ محدثین میں سے ہوں یا اہل رائے میں سے، از جملہ مالک، شافعی، ابو حنیفہ، اوزاعی، اور اکثریت متکلمین و مسلمین کا اعتقاد ہے کہ صفین و جمل کی جنگ میں حق علیؑ کے ساتھ تھا اور ستمگار و ظالم وہ تھے جنہوں نے شورش کی تھی۔[2]

اور رہی بات شیعوں کی تضعیف اور ان پر بے تقویٰ ہونے کے الزام کی، تو اس کا معاملہ ہم اہل تقوی و دانش کے سپرد کرتے ہیں، البتہ عجیب یہ ہے کہ ابن حجر کہتا ہے: اہلسنت علماء تمام شیعوں کی تضعیف و توہین کرتے ہیں اور پھر خود ہی کہتا ہے: ان کی اکثریت جھوٹی ہے! (ایک طرف تمام کا اور دوسری طرف اکثریت کا لفظ استعمال کرتا ہے)

ابن حجر کو جھٹلانے کے لیے ذہبی کا یہی قول کافی ہے: تابعین اور ان کے پیروکار جو اہل دین و تقوی و صداقت تھے میں تشیع یا غلو در تشیع فراوان تھا، گزشتہ زمانے میں غالی شیعہ اسے کہتے تھے جو عثمان، زبیر، طلحہ، معاویہ اور اُن افراد کی جنہوں نے علیؑ کے ساتھ جنگ کی تھی، برائی

---

[1] صحیح البخاری؛ متعدد متواتر روایات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوارج کی علیؑ سے جنگ کے بارے میں نقل ہوئی ہیں اور جن میں آپؐ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ نقل از دلائل الصدق: ج۱، ص ۴۳، حاشیہ۔

[2] فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر: ج۶، ص۳۶۶، نقل از تشیید المراجعات: ج۳، ص۱۴۲۔

present ziaraat.com

اور بد گوئی کرتا تھا، ان کی روایات مقبول ہیں، کیونکہ اگر ان کی احادیث مردود شمار کی جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث ہمارے ہاتھ سے چلی جائیں گی، اور یہ آشکار مصیبت و فساد ہے۔[1]

اگر ابن حجر چاہتا ہے کہ فاسق و بے تقویٰ راویوں کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ عالم محدث زاہر بن طاہر کے حالات زندگی کا مطالعہ کرے جو اعلانیہ طور پر نماز پڑھنے میں کوتاہی کرتا تھا۔[2] یا عمر بن حمد المعروف بہ ابن طبرزد جو کہ اپنے زمانے کے بزرگ علماء میں شمار ہوتا تھا، لیکن نماز نہیں پڑھتا تھا اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتا اور بنا طہارت کیے ہی چل پڑتا تھا۔[3]

یا قاضی موصل حافظ بارع علامہ محمد بن عمر جعابی جو کہ شرابی تھا۔[4] یا وہ علماء جن کی الامام الحافظ البارع یا الحافظ العالم الجوال یا شیخ المسند الکبیر کے نام سے تعریف کی گئی ہے لیکن وہ ساتھ میں شرابی بھی تھے؛ جیسے نصر بن احمد بن نصر[5]، علی بن سراج[6]، ابو بکر احمد بن محمد بن حسن[7] اور عبد اللہ بن محمد شرقی[8]؛ یا احمد بن فرج حجازی جو کہ نسائی، ابن جریر اور ابن حاتم کے مشائخ میں

---

[1] میزان الاعتدال: ج۱، ص۵.

[2] سیر اعلام النبلاء: ج۲۰، ص۹.

[3] سیر اعلام النبلاء: ج۲۱، ص۵۰۷.

[4] سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۸۸.

[5] سیر اعلام النبلاء: ج۱۳، ص۵۳۸.

[6] سیر اعلام النبلاء: ج۱۴، ص۲۸۴.

[7] سیر اعلام النبلاء: ج۱۴، ص۴۶۱.

[8] سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۱۴۷.

present ziaraat.com

سے ہے کے حالات میں نقل ہوا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا، شراب پیتا تھا اور ہم جنسی کے مرض میں مبتلا تھا۔[1]

یا خطیب بغدادی کہ جسے ذہبی امام یگانہ، علامہ و مفتی اور خاتمہ الحفاظ جانتا ہے کے بارے میں کہتے ہیں: اس کے دمشق سے نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس ایک خوبرو نوجوان کا آنا جانا تھا اور لوگ اس بارے میں باتیں کیا کرتے تھے۔[2]

یا اسماعیل بن عبداللہ، ابن الانماطی کہ جس کی الشیخ العالم الحافظ کے نام سے تعریف بیان کی گئی ہے لیکن اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: وہ نوجوان لڑکوں کے ساتھ (ہم جنس) بازی کیا کرتا تھا۔[3]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ: بغض امیر المومنینؑ ہمیشہ نفاق کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ فقط اس صورت میں علامت نفاق قرار پائے گا جب علیؑ سے اس وجہ سے بغض رکھا جائے کہ وہ مددگار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور اسی صورت میں بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اولاً: حدیث رسولؐ بنا کسی قید کے دشمن علی کو منافق کہتی ہے، چاہے وہ مذکورہ وجہ سے ہو یا دوسری وجوہات کی وجہ سے؛ یہ جو کہا گیا ہے کہ: انسان کی فطرت اس قسم کی ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ برائی کرتا ہے، یہ اسے دشمن جانتا ہے؛ یہ کہنا صحیح ہے، لیکن مسلمان وہ ہے کہ جس کی فطرت و طبع، عقل و شرع کے ہمگام ہو، اور اگر دین

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲، ص ۵۸۵.

[2] سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۲۸۱.

[3] سیر اعلام النبلاء: ج ۱۵، ص ۴۸۷؛ نقل از تشیید المراجعات: ج ۳، ص ۹۴.

present ziaraat.com

سے اسے کوئی نقصان پہنچے، مثلا: اس پر قصاص یا جرمانہ عائد کیا جائے (تو مسلمان پر لازم ہے کہ) حکم خدا کو قبول کرے چاہے یہ اس پر ناگوار ہی کیوں نہ ہو؛ نہ یہ کہ دین سے بد ظن ہو کر دشنام گوئی کرے اور ابن حجر جیسے (آکر اس کا دفاع اور) اس کے لیے عذر و بہانے تلاش کریں۔

جب رسول اللہ ﷺ علیؑ کی دشمنی کو حرام جانتے ہیں، تو پھر کوئی بھی کسی بھی بہانے سے بغض علی رکھنے کا حق ہی نہیں رکھتا چاہے اس کے گمراہ آباؤ واجداد اور قریبی رشتے دار حضرت کے ہاتھ سے مارے ہی کیوں نہ گئے ہوں۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: قریش جو کینہ رسول اللہ ﷺ سے رکھتے تھے اس کا اظہار انہوں نے میرے بارے میں کیا اور بہت جلد میرے بعد میرے بچوں کے بارے میں بھی کریں گے، مجھے قریش سے کیا کام؟ میں نے تو انہیں خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے تحت مارا، کیا جو شخص خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟ اگر وہ مسلمان ہوں![1]

ثانیاً: اگر اس توجیہ کو قبول کیا جائے تو اس حدیث میں امیر المومنینؑ کی کوئی مدح اور امتیاز باقی نہیں رہے گا، جبکہ ہر عاقل اور باانصاف انسان اس حدیث کو سنتے ہی عظمت امیر المومنینؑ کا سراغ پالیتا ہے، اور جیسے کہ ہم پہلے اس کا ذکر کر چکے ہیں کہ خود امیر المومنینؑ نے اس حدیث پر افتخار فرمایا ہے، ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان بلکہ ہر کافر یا حیوان یا کسی بھی جسم

[1] شرح نہج البلاغہ: ج ۲، ص ۳۲۸؛ ینابیع المودۃ: ج ۱، ص ۴۰۷.

present ziaraat.com

سے اگر اسلام کی وجہ سے دشمنی رکھی جائے تو یہ نفاق و کفر کی علامت ہو گی، اور یہ (کوئی ایسی) چیز نہیں جو امیر المومنینؑ سے اختصاص رکھتی ہو۔

اگر کوئی معطم بن عدی مشرک کو اس کوشش کی وجہ سے دشمن رکھے جو اس نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کے ذیل میں کی تھی، تو وہ منافق ہے، بلکہ اگر کوئی ایک مکان کو مثل غاز ثور اس لیے دشمن رکھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں پناہ لی تھی، تو وہ منافق ہے؛ کیا واقعاً یہ حدیث شریف اس سادے سے نکتے کی جانب اشارہ کرتی ہے؟ اگر امیر المومنینؑ کی جگہ، رسول اللہ ﷺ سے دشمنی علامت نفاق قرار دی جاتی، تو کیا یہ لوگ ایسی ہی ٹھنڈی و سست توجیہات کرتے؟

اور یہ جو کہا گیا ہے: انصار کے بارے میں بھی یہی وارد ہوا ہے کہ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق کی علامت ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: اولاً: یہ حدیث فقط اہل سنت کی کتب میں وارد ہوئی ہے اور شیعوں کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

ثانیاً: کیا مشکل ہے کہ اگر دو چیزیں ایمان اور نفاق کی علامت ہوں، اور اگر علماء نے حدیث انصار کی توجیہ کی ہے تو ضروری ہے کہ اس کی دلیل پیش کی جائے تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح بھی ہے تو کیا وہ حدیث امیر المومنینؑ کے لیے توجیہ کنندہ ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

ثالثاً: روایت انصار (بر فرض صحت) میں کیونکہ ایک جمیعت کا ذکر صفت انصار کے ساتھ ہوا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ کوئی اس حکم کو اس وصف کے ساتھ مقید جانے (ہر چند کہ یہ

present ziaraat.com

ہمارے نزدیک مورد تردید ہے کیونکہ اگر اسے قبول کیا جائے تو پھر یہ انصار کے لیے امتیاز نہیں ہوگا) لیکن امیر المومنینؑ کے بارے میں (معاملہ یکسر مختلف ہے کیونکہ وہاں) آپ کا نام استعمال کر کے علامت نفاق وایمان ہونا بیان کیا گیا ہے، نہ کہ کسی اور عنوان سے مثل نصرت یا ہجرت اور ایسے ہی دوسرے امور؛ لہذا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت سے دشمنی جس وجہ سے بھی ہو علامت نفاق ہے۔

اور یہ جو دعوی کیا گیا ہے کہ: اکثر ناصبی اور دشمنانِ علی سچے اور دیندار ہیں۔

تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر دہن دریدگی اور طعن ہے۔ حدیث تو جناب امیرؑ کے دشمنوں کو منافق اور خوارج کو بے دین کہتی ہے؛ لیکن ابن حجر انہیں دیندار کہتا ہے، خداوند عالم منافقین کو کہ خوارج بھی انہیں میں سے ہیں، فاسق، دشمن اور جھوٹا کہتا ہے، ان سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے لیکن ابن حجر انہیں متدین، راستگو اور قابل اعتماد جانتا ہے!!

اور یہ جو دعوی کیا گیا ہے کہ: ناصبی اپنے اعتقاد کی بنا پر جناب امیرؑ سے، دینی حوالے سے بغض رکھتے ہیں اور ان کے دل میں موجود کینہ حضرت کا ان کے اقرباء کو تہہ تیغ کرنے کی وجہ سے ہے اور اس قسم کے کینے اس حدیث میں شامل نہیں۔

تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اولاً: ابن حجر اس بات کو خود قبول کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث طول تاریخ میں کارآمد رہی ہے، اگر ایسا ہے تو وہ کون سا مسلمان ہے جو اس بات کا مدعی ہو کہ میں مسلمان ہوں مگر علیؑ کو اس لیے دشمن رکھتا ہوں کیونکہ وہ رسول

present ziaraat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کا دفاع کیا کرتے تھے؟ اگر ابن حجر کے اعتراف کے مطابق نواصب بھی ایسے نہ ہوں تو پھر اس حدیث کا مصداق ہے کون؟

ثانیاً: کیا ہر کوئی جو دین کے نام پر ناقص اعتقاد رکھتا ہے جیسے کہ یہود و نصاری، وہ اس حدیث کے موضوع سے خارج ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر کیا وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کو (اس کے باوجود کہ ظاہر میں انتہائی دیندار تھے یہاں تک کہ گناہ صغیرہ کو بھی کفر سمجھتے تھے) بے دین کہا؟

ثالثاً: اگر اقرباء کا قتل خوارج کے ہولناک عمل کا توجیہ گر بن سکتا ہے تو پھر مشرکین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھنے کے معاملے میں معذور ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بزرگان کو تہہ تیغ کیا اور انہیں شدید نقصانات پہنچائے۔

رابعاً: اگر باطل دینی اعتقاد کی وجہ سے امیر المومنینؑ سے بغض رکھنا نواصب کو معذور قرار دیتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہی بات شیخین کے بارے میں نہیں کی جاتی؟ شیعوں کا (دینی) اعتقاد ہے کہ شیخین نے ناحق خلافت ہتیائی؛ بر فرض کہ یہ تمہاری نظر میں نواصب کے اعتقاد کی طرح باطل ہی سہی لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اعتقاد شیعہ تو اس بات کا سبب بنے کہ ان کی روایات، اور وہ خود بھی قابل اعتماد اور غیر متدین ہوں، اور ان سب کی توہین کی جائے، جیسے کہ تمہارے علماء نے کہا ہے، لیکن نواصب کا اعتقاد جرح و ضعف کا سبب نہ بنے؟ کیا یہ کسی مسلمان بلکہ ایک مسلمان عالم کے شایان شان ہے کہ وہ امیر المومنینؑ کے محبوں کی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن کہا ہے توہین و تضعیف کرے اور دشمنان علیؑ کہ جنہیں رسول

present ziaraat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کہا ہے کی پہلے طرفداری کرے اور پھر ان کی توثیق بیان کر کے دیندار قرار دے؟فما لکم کیف تحکمون؟

اس بات کو اعجاز الہی سمجھنا چاہیے کہ امیر المومنینؑ، مکتب نورانی اہلبیتؑ اور ان کے سچے پیروکاروں اور فداکاروں نے، ان تمام سیاسی، نظامی، اقتصادی اور ثقافتی دباؤ بلخصوص عالم نما افراد کے اس مکتب کو نابود کرنے اور مخالف مکتب کی ترویج کی کوششوں کے باوجود بھی حق کو مٹنے نہ دیا۔ امیر المومنینؑ اور اہلبیتؑ کے یہ تمام فضائل ہاتھوں سے جانے نہیں دیے، مکتب اہلبیت کو ماند نہیں پڑنے دیا، اور طول تاریخ میں ان کے سچے پیروکار بشریت کی سعادتمندی کی جانب رہنمائی کرتے رہے۔ ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِؤُا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ يَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبین کی عظمت اور ان کے دشمنوں کی پستی

یعقوب بن میثم تمار جو امام سجادؑ کے چاہنے والوں میں سے تھے کہتے ہیں: میں امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ پر فدا! میں نے اپنے بابا کی تحریروں میں دیکھا ہے کہ مولا علیؑ نے میرے بابا سے فرمایا: أَحْبِبْ حَبِيبَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ إِنْ كَانَ فَاسِقاً زَانِياً، وَ أَبْغِضْ مُبْغِضَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ إِنْ كَانَ صَوَّاماً قَوَّاما؛ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست سے محبت کر چاہے وہ فاسق و زانی ہی کیوں نہ ہو اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کو دشمن رکھ چاہے وہ روزہ دار اور شب زندہ دار ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ اس کے بعد اسی حدیث میں امام باقرؑ نے

present ziaraat.com

آگے چل کر فرمایا: هَكَذَا هُوَ عِيَاناً فِي كِتَابِ عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلاَمُ). ہم نے یہ حدیث اسی طرح کتاب علیؑ میں دیکھی ہے۔[1]

عبدالحمید کہتا ہے: میں نے امام باقرؑ کی خدمت میں عرض کی: إِنَّ لَنَا جَاراً يَنْتَهِكُ الْمَحَارِمَ كُلَّهَا حَتَّى إِنَّهُ لَيَدَعُ الصَّلاَةَ فَضْلاً فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ أَعْظَمَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ أَلاَ أُخْبِرُكَ بِمَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ قُلْتُ بَلَى قَالَ النَّاصِبُ لَنَا شَرٌّ مِنْه؛ ہمارا ہمسایہ تمام گناہ انجام دیتا ہے یہاں تک کہ نماز بھی نہیں پڑھتا چہ جائے کہ دوسرے امور؟ امام نے فرمایا: سبحان اللہ! (یہ بات امام پر بہت گراں گزری) اس کے بعد امام نے فرمایا: کیا تو جاننا چاہتا ہے کہ اس سے بھی بدتر کون ہے؟ میں نے عرض کی: جی ارشاد فرمایئے؛ امام نے فرمایا: وہ ناصبی جو ہم سے دشمنی رکھے، اس شخص سے بھی بدتر ہے۔[2]

امام صادقؑ فرماتے ہیں: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيَشْفَعُ لِحَمِيمِهِ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ نَاصِباً وَ لَوْ أَنَّ نَاصِباً شَفَعَ لَهُ كُلُّ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ وَ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ مَا شُفِّعُوا؛ مومن اپنے دوستوں کی شفاعت کرے گا مگر یہ کہ

---

[1] امالی شیخ طوسیؒ: ص۷۰۴؛ وسائل الشیعہ: ج۱۶، ص۱۶۹؛ بحار الانوار: ج۲۷، ص۲۲۰ البتہ یہ جملہ: اگروہ فاسق و زانی ہو، ایک فرض اور تعظیم محبت محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض سے بیان کیا گیا ہے ورنہ ان کے محبوں کو ایسے گناہ ہرگز زیب نہیں دیتے.

[2] محاسن برقی: ج۱، ص۱۸۶؛ کافی: ج۸، ص۱۰۱ (ط۔ اسلامیہ)؛ ثواب الاعمال (صدوق): ص۲۱۱؛ بحار الانوار: ج۲۷، ص۲۳۷.

present ziaraat.com

وہ ناصبی ہو، اگر تمام پیغمبر مرسل اور مقرب فرشتے بھی ناصبی کی شفاعت کریں، تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ [1]

محبان علیؑ کو رحمت الٰہی مبارک ہو

حارث اعور کہتے ہیں: میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا (گویا وقت متعارف نہیں تھا) آپ نے فرمایا: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَعْوَرُ قَالَ قُلْتُ حُبُّكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ اللَّهَ قُلْتُ اللَّهَ فَنَاشَدَنِي ثَلَاثاً ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مِمَّنِ امْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ بِالْإِيمَانِ إِلَّا وَ هُوَ يَجِدُ مَوَدَّتَنَا عَلَى قَلْبِهِ فَهُوَ يُحِبُّنَا وَ لَيْسَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مِمَّنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِلَّا وَ هُوَ يَجِدُ بُغْضَنَا عَلَى قَلْبِهِ فَهُوَ يُبْغِضُنَا فَأَصْبَحَ مُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ فَكَأَنَّ أَبْوَابَ الرَّحْمَةِ قَدْ فُتِحَتْ لَهُ وَ أَصْبَحَ مُبْغِضُنَا عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَهَنِيئاً لِأَهْلِ الرَّحْمَةِ رَحْمَتُهُمْ وَ تَعْساً لِأَهْلِ النَّارِ مَثْوَاهُمْ؛ کس لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: آپ کی محبت (مجھے یہاں تک لے آئی ہے) یا امیر المومنینؑ! حضرت نے فرمایا: کیا واقعی؟ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! جناب امیرؑ نے مجھے تین بار قسم دی اور اس کے بعد فرمایا: خدا کے ان بندوں میں سے جن کے دلوں کا امتحان لیا جا چکا ہے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو اور وہ ہمیں دوست نہ رکھتا ہو، اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو خدا کے غضب کا شکار ہوا ہو مگر یہ کہ اس کے دل میں ہمارا بغض ہو گا اور وہ ہمیں دشمن رکھتا ہو گا۔ یوں ہمارے محب خدا کی رحمت کے منتظر ہیں، گویا ان پر رحمت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں، اور ہمارے دشمن ایک ایسی کھائی کے کنارے کھڑے ہیں

---

[1] محاسن برقی: ج۱، ص۱۸۶؛ بحار الانوار: ج۲۷، ص۲۳۶.

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

(جہاں سے انہیں) جہنم میں پھینکا جائے گا، اہل رحمت کو رحمت الٰہی مبارک ہو، اور اہل آتش پر ان کے اپنے مقام میں موت۔[1]

ایک اور مقام پر اسی روایت میں یہ اضافی جملے وارد ہوئے ہیں کہ آپ نے فرمایا: إِنَّ عَبْداً لَنْ يَقْصُرَ فِي حُبِّنَا لِخَيْرٍ جَعَلَهُ اللهُ فِي قَلْبِهِ وَلَنْ يُحِبَّنَا مَنْ يُحِبُّ مُبْغِضَنَا إِنَّ ذَلِكَ لَا يَجْتَمِعُ فِي قَلْبٍ وَاحِدٍ **مَا جَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ** يُحِبُّ بِهَذَا قَوْماً وَيُحِبُّ بِالْآخَرِ عَدُوَّهُمْ وَالَّذِي يُحِبُّنَا فَهُوَ يُخْلِصُ حُبَّنَا كَمَا يُخْلِصُ الذَّهَبَ لَا غِشَّ فِيهِ؛ وہ شخص ہرگز ہم سے محبت نہیں کرتا جو ہمارے دشمن سے محبت کرتا ہے، یہ دونوں ایک دل میں نہیں سما سکتیں، خدا نے کسی کو بھی دو دل نہیں دیے تاکہ وہ ایک دل میں ایک گروہ کی محبت اور دوسرے دل میں پہلے گروہ کے دشمن کی محبت رکھے۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے، اس کی محبت خالص ہے اس سونے کی طرح جس میں ملاوٹ نہیں ہوتی۔۔۔[2]

مختصر کلام: ہمارے دوست ان دو انگلیوں کی طرح ہمارے ساتھ ہونگے

روایت میں ہے: کچھ افراد امام حسینؑ کے مہمان ہوئے اور کہنے لگے: ہمارے ساتھ والے معاویہ کے پاس چلے گئے لیکن ہم آپ کے پاس آئے ہیں، حضرت نے فرمایا: إِذَنْ أُجِيزُكُمْ بِأَكْثَرَ مِمَّا يُجِيزُهُمْ؛ میں تمہیں معاویہ سے زیادہ بخشش سے نوازوں گا، انہوں نے کہا: ہم آپ

---

[1] امالی مفیدؒ: ۲۷۱؛ امالی طوسیؒ: ص۳۴؛ بشارۃ المصطفیؐ: ص۴۸؛ کشف الغمۃ: ج۱، ص۳۸۲؛ بحار الانوار: ج۲۷، ص۸۰.

[2] امالی شیخ طوسی: ص۱۴۸؛ بشارۃ المصطفیؐ: ص۸۷؛ بحار الانوار: ج۲۷، ص۸۳.

present ziaraat.com

پر قربان! ہم (آپ کے پاس) اپنے دین کی خاطر آئے ہیں (نہ کہ بخش و عطا کی لالچ میں) امام حسینؑ نے اپنے سر کو حرکت دی اس حال میں کہ آپ انگلی یا لکڑی زمین پر مار رہے تھے، کچھ دیر تک آپ نے سر جھکائے رکھا، اس کے بعد سر اٹھا کر بولے: فَقَالَ قَصِیرَۃٌ مِنْ طَوِیلَۃٍ مَنْ أَحَبَّنَا لَمْ یُحِبَّنَا لِقَرَابَۃٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَہُ وَلَا لِمَعْرُوفٍ أَسْدَیْنَاہُ إِلَیْہِ إِنَّمَا أَحَبَّنَا لِلّٰہِ وَ رَسُولِہِ جَاءَ مَعَنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَھَاتَیْنِ وَ قَرَنَ بَیْنَ سَبَّابَتَیْہِ؛ ایک مختصر بات کہتا ہوں: جو کوئی بھی ہم سے اللہ اور رسول ﷺ کی خاطر محبت رکھے نہ کہ ہمارے خاندان اور اس بخشش دنیاوی کی وجہ سے جو ہم نے اسے عطا کی، تو روز قیامت وہ ان دو انگلیوں کی طرح ہمارے ساتھ ہو گا۔[1]

الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ امیرالمومنینؑ و اولادہ المعصومین لا سیما بقیۃ اللہ فی الارضین حجۃ بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف

اللھم ثبتنا علی ولایتھم و وفقنا لمتابعتھم و ارزقنا رضاھم و شفاعتھم فی الدینا و الآخرۃ آمین رب العالمین۔

الحمد للہ اولا و آخرا

قم المقدس: سید محمد نجفی یزدی

۹-۵-۱۳۹۴ ھ شمسی

[1] بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۱۲۷؛ اسی مطلب پر مشتمل روایت محاسن برقی: ج ۱، ص ۱۶۵ پر امام سجادؑ سے کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ نقل ہوئی ہے.

present ziaraat.com

۵ رجب المرجب ۱۴۳۷ ہجری، بروز ولادت باسعادت امام علی نقی الہادیؑ بمطابق ۱۴ اپریل، ۲۰۱۶، رات ۲:۴۰ اپر اس کتاب کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔ آمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد و آلہ الطاہرین

بندۂ ثقلین، سید سبطین علی نقوی امروہوی
مقیم حال، عش آل محمد، قم المقدس ایران

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

علیؑ مولود کعبہ

(یعنی امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبہ پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب)

www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین

و لعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین۔

مقدمہ مترجم

زیر نظر کتاب استاد محترم حجۃ السلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی دامت برکاتہ کے رزق قلم کا ایک اور شاہکار ہے۔ اس رسالے میں جناب امیر المومنینؑ کے اس اعزاز کی بابت تحقیق پیش کی گئی ہے جو پوری کائنات میں فقط آپ ہی سے خاص ہے اور اولین و آخرین میں یہ خصوصیت آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، یعنی صفحہ ہستی پر پہلے شخص کی پیدائش سے لے کر آج تک پیدا ہونے والے انسانوں میں کوئی شخص بھی جوفِ کعبہ میں متولد نہیں ہوا الا علی بن ابی طالبؑ۔ زیر نظر رسالے میں اسی بات کا اثبات کیا گیا ہے۔ ویسے تو استاد محترم نے اس موضوع پر کافی و شافی قلم چلایا تھا، لیکن چونکہ بعض ناعاقبت اندیش افراد کی جانب سے گزشتہ کچھ سالوں سے اس موضوع پر بہت زیادہ انگشت اعتراض بلند کی جارہی تھی اور وہ کسی بھی صورت اس کے انکار پر مصر تھے لہذا جہاں کہیں بھی ضروری سمجھا گیا، وہاں حاشیہ لگانے سے پرہیز نہیں کیا گیا اور ان حاشیوں و اضافات کو اس [...] قسم کے قوسین میں لکھا گیا ہے تاکہ مترجم کے اضافات مؤلف کی تحریر کے ساتھ خلط نہ ہوں۔ اضافات کی غرض فقط یہ تھی کہ اردو زبان میں اس موضوع پر ایک جامع رسالہ قارئین کو ہدیہ کیا جاسکے۔

present ziaraat.com

امید ہے یہ کتاب بھی اس سے قبل شایع ہونے والی کتب کی طرح مومنین کے ایمان میں تقویت کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ حقیر پر تقصیر کی دنیا و آخرت میں خیر کا سامان فراہم کرے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عبدالعلی: سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

مقیم حال: قم المقدس؛ ۲۶ جمادی الثانی، ۱۴۳۸؛

بمطابق، ۲۵ مارچ، ۲۰۱۷.

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین
و لعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین.

مقدمہ:

خدا کے انسانی معاشرے پر کیے گئے عظیم الطاف و احسانات میں سے سفیران ہدایت و سعادت کے بھیجنے کے علاوہ (جنہیں انسانوں کے لیے ہر ہر مقام پر نمونہ عمل قرار دیا) یہ بھی ہے کہ اس نے ان سفیروں کو تمام فضائل و کمالات کا چلتا پھرتا مجسمہ قرار دیا؛ تاکہ سب ان فضائل و کمالات کا ان کی ذوات میں مشاہدہ کریں۔ چونکہ انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے لیے کسی نمونے اور پیشوا کی تلاش میں رہتا ہے اور اسے کسی نمونہ عمل کی پیروی کے بنا راہ ہدایت بھی نصیب نہیں ہوتی، اسی لیے خدائے منّان نے اہل البیتؑ کو تمام جہات اور پیمانوں میں نیز تمام فضائل کے باب میں نمونہ کامل قرار دیا۔ اور ان کے لیے کتنی ہی فضیلتیں مقرر کیں جو ان کی خلقت سے پہلی یا ان کی ولادت کے وقت رونما ہوئیں۔ یہ فضیلتیں بظاہر تو ان کے نمونہ عمل ہونے میں کوئی اثر نہیں رکھتی تھیں لیکن یہ لوگوں کی اکثریت کے دلوں کو ان کی جانب جذب کرنے اور انہیں ایک کامل نمونہ منوانے کی راہ میں فائدہ مند ثابت ہوئیں جیسے:

www.ziaraat.com

عالم مادہ کی خلقت سے قبل ان کے مقامات، ان کا عالم اشباح میں خدا کی تسبیح کرنا، عالم ہستی کے برترین صفحات جیسے عرش و بہشت وغیرہ پر ان کے ناموں کا کندہ ہونا وغیرہ۔

انہی نمایاں نعمات و فضائل میں سے ایک مولی الموحدین امیر المومنینؑ کی خانہ کعبہ میں ولادت کا ہونا ہے۔ جس سے ان کے باب فضائل میں ایک اور جہت کا اضافہ ہوتا ہے۔

جناب امیرؑ کی خانہ کعبہ میں ولادت کی تفصیل

کعبۃ اللہ جس کا نام خانہ خدا ہے، (ایک ایسا) مقدس ترین مکان ہے جس کی زمین جناب آدمؑ کے زمانے سے معین اور جس کی عمارت جناب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے توسط سے تعمیر ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز توحید اور قبلۃ المسلمین کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ گھر قدیم الایام سے ہی محترم رہا ہے بالخصوص عرب کے یہاں اور ان میں بھی خاص طور پر اہل مکہ کے لیے، کیونکہ ان کے تمام افتخارات و شرافت اسی سے وابستہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے جد اعلیٰ جناب قصی اس کے متولی اور نگہبان تھے۔ خاص ایام میں کعبے کے اندر آنا جانا اور اس کی عمارت کی ذمہ داری بھی انہی کی تھی اور ان کے بعد یہ ذمہ داری ان کے بیٹوں میں منتقل ہوئی یہاں تک کہ اٹھویں ہجری میں فتح مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ ذمہ داری قصی کی اولاد میں سے ایک شخص عثمان بن عبدالدار کے سپرد کی۔

present ziaraat.com

خانہ کعبہ راتوں میں بند رہتا تھا اور سوموار اور جمعرات کے دن کھلتا تھا اور وہاں پر مامور افراد لوگوں کے آنے جانے پر نگاہ رکھا کرتے تھے۔[1]

۳۰عام الفیل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے ۲۳ سال اور آپ ؐ کی بعثت سے ۱۲ سال قبل خاندان بنی ہاشم کی ایک برجستہ خاتون فاطمہؑ بنت اسد زوجہ ابو طالبؑ جنہیں امید سے ہوئے ۹ ماہ پورے ہو چلے تھے ، ان پر آثار ولادت فرزند نمودار ہوئے ، بعض روایات کے مطابق یہ نویں مہینے کا آخری دن تھا۔[2] جناب ابو طالبؑ پریشانی کے عالم میں گھر سے باہر تشریف لائے ،ایک خاتون بنام عمارہ بنت عبادۃ نے ان سے پوچھا: کیا واقعہ ہے ؟ابو طالبؑ گویا ہوئے: فاطمہؑ بنت اسد پر ولادت کے آثار شدت سے نمایاں ہیں۔اور اس کے بعد ابو طالبؑ نے پریشانی کے عالم میں اپنے ہاتھ چہرے پر رکھ لیے!

اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: چچا جان! معاملہ کیا ہے؟ جناب ابو طالبؑ نے عرض کی: فاطمہؑ بنت اسد کی حالت نازک ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ تھاما، خواتین بھی ان کے ساتھ اٹھیں اور رسول فاطمہؑ بنت اسد کو کعبے کے پاس لے آئے اور

---

[1] اخبار مکہ.

[2] الدر النظیم: ص ۲۳۴.

present ziaraat.com

فرمایا: خدا کے نام سے بیٹھ جایئے تاکہ یہ معاملہ اپنے اختتام کو پہنچے۔[1]

امام صادقؑ اپنے اباء واجداد سے روایت نقل کرتے ہیں: عباس بن عبد المطلب اور یزید بن قعنب، بنی ہاشم اور بنو عبد العزی کے کچھ افراد کے ساتھ کعبے کے پاس بیٹھے تھے، کہ دیکھا امیر المومنینؑ کی والدہ گرامی جناب فاطمہؑ بنت اسد داخل ہوئیں۔ انہیں امید سے ہوئے ۹ ماہ گزر چکے تھے اور یہ نویں مہینے کا آخری دن تھا اور اس وقت ان پر آثار ولادت بھی نمایاں تھے۔

وہ بیت الحرام کے سامنے آکھڑی ہوئیں، آنکھوں کو آسمان کی جانب کیا اور گویا ہوئیں:

أَيْ رَبِّ، إِنِّي مُؤْمِنَةٌ بِكَ، وَبِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِكَ الرَّسُولُ، وَبِكُلِّ نَبِيٍّ مِنْ أَنْبِيَائِكَ، وَبِكُلِّ كِتَابٍ أَنْزَلْتَهُ، وَإِنِّي مُصَدِّقَةٌ بِكَلَامِ جَدِّي إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ، وَإِنَّهُ بَنَى بَيْتَكَ الْعَتِيقَ. فَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ هَذَا الْبَيْتِ وَمَنْ بَنَاهُ، وَبِهَذَا الْمَوْلُودِ الَّذِي فِي أَحْشَائِي الَّذِي يُكَلِّمُنِي وَيُؤْنِسُنِي بِحَدِيثِهِ، وَأَنَا مُوقِنَةٌ أَنَّهُ إِحْدَى آيَاتِكَ وَدَلَائِلِكَ لَمَّا يَسَّرْتَ عَلَيَّ وِلَادَتِي. اے میرے خدا! میں تجھ پر اور جو کچھ تو نے بھیجا اور تیرے سارے نبیوں پر اور ہر اس کتاب پر جو تو نے نازل کی ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جد ابراہیمؑ کے قول کی تصدیق کرتی ہوں اور وہی تو اس بیت عتیق کے بانی ہیں۔

---

[1] الدر النظیم: ص ۲۲۵؛ مناقب الامام علی بن ابی طالبؑ: ص ۵۸. (البتہ یہ روایت اس مشہور روایت سے الگ ہے جو کم از کم اہل تشیع میں ہر خاص وعام نے سن رکھی ہے اور عنقریب اس روایت کو بھی پیش کیا جائے گا. مترجم)

present ziaraat.com

[1] میں تجھ سے التجاء کرتی ہوں اور تجھے اس گھر کا اور اس کے بنانے والے اور اس مولود کا واسطہ دیتی ہوں جو اس وقت میرے بطن میں ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میرا مونس و ہمدم ہے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ یہ تیری آیات و دلائل میں سے ایک ہے، مجھ پر ولادت کو آسان فرما۔

عباس بن عبدالمطلب اور یزید بن قعنب کہتے ہیں: جیسے ہی فاطمہؑ بنت اسد نے یہ دعا کی، خانہ کعبہ کی عقبی دیوار پھٹی [2] اور جناب فاطمہؑ بنت اسد کعبے میں داخل ہو کر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں اور پھٹی ہوئی دیوار کے دونوں حصے پھر سے ایک دوسرے سے مل گئے! ہم نے بہت چاہا کہ کعبے کا دروازہ کھولیں تاکہ کچھ خواتین کو مادر علیؑ کی مدد کے لیے اندر بھیجیں، لیکن دروازہ کھل کر نہ دیا اور ہم سمجھ گئے کہ یہ امور الہی میں سے ایک امر ہے۔

فاطمہؑ بنت اسد تین دن تک کعبے میں رہیں اور تمام اہل مکہ میں اس واقعہ کا چرچا ہونے لگا، یہاں تک کہ یہ خانہ نشین عورتوں کا بھی موضوع سخن بن گیا۔ خصوصاً یہ سب دیوار کے پھٹنے،

---

[1] امیر المومنینؑ کی والدہ گرامی کا یہ قول اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اور ان کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی شرک اور بت پرستی کی آلودگی سے دور تھے اور توحید، نبوت اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے تھے.

[2] بعض روایات میں دروازے کا کھلنا بھی نقل ہوا ہے البتہ اکثر روایات میں دیوار کا شگافتہ ہونا ہی ذکر کیا گیا ہے.

present ziaraat.com

کعبے کے قفل کے نہ کھلنے، جناب فاطمہؑ بنت اسد کی زچگی کے معاملات، انہیں خواتین کی مدد کی ضرورت اور کھانے پینے کی چیزوں کی فراہمی کو لے کر پریشان تھے۔

تین دن کے بعد خانہ کعبہ کی دیوار اسی مقام سے دوبارہ شگافتہ ہوئی جہاں سے پہلے پھٹی تھی، جناب فاطمہؑ بنت اسد باہر تشریف لائیں اور اس وقت ان کے ہاتھوں پر علیؑ تھے۔

اس وقت آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا: مَعَاشِرَ النَّاسِ، إِنَّ اللهَ (عَزَّ وَ جَلَّ) اخْتَارَنِي مِنْ خَلْقِهِ، وَ فَضَّلَنِي عَلَى الْمُخْتَارَاتِ مِمَّنْ مَضَى قَبْلِي، وَ قَدِ اخْتَارَ اللهُ آسِيَةَ بِنْتَ مزاحم فَإِنَّهَا عَبَدَتِ اللهَ سِرّاً فِي مَوْضِعٍ لَا يُحِبُّ أَنْ يُعْبَدَ اللهُ فِيهِ إِلَّا اضْطِرَاراً، وَ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ حَيْثُ اخْتَارَهَا اللهُ، وَ يَسَّرَ عَلَيْهَا وِلَادَةَ عِيسَى، فَهَزَّتِ الْجِذْعَ الْيَابِسَ مِنَ النَّخْلَةِ فِي فَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ حَتَّى تُسَاقِطَ عَلَيْهَا رُطَباً جَنِيًّا، وَ إِنَّ اللهَ (تَعَالَى) اخْتَارَنِي وَ فَضَّلَنِي عَلَيْهِمَا، وَ عَلَى كُلِّ مَنْ مَضَى قَبْلِي مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ، لِأَنِّي وَلَدْتُ فِي بَيْتِهِ الْعَتِيقِ، وَ بَقِيتُ فِيهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ آكُلُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَ أَوْرَاقِهَا، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَخْرُجَ وَ وَلَدِي عَلَى يَدَيَّ هَتَفَ بِي هَاتِفٌ وَ قَالَ: يَا فَاطِمَةُ، سَمِّيهِ عَلِيّاً، فَأَنَا الْعَلِيُّ الْأَعْلَى، وَ إِنِّي خَلَقْتُهُ مِنْ قُدْرَتِي، وَ عِزِّ جَلَالِي، وَ قِسْطِ عَدْلِي، وَ اشْتَقَقْتُ اسْمَهُ مِنِ اسْمِي، وَ أَدَّبْتُهُ بِأَدَبِي، وَ فَوَّضْتُ إِلَيْهِ أَمْرِي، وَ وَقَّفْتُهُ عَلَى غَامِضِ عِلْمِي، وَ وُلِدَ فِي بَيْتِي، وَ هُوَ أَوَّلُ مَنْ يُؤَذِّنُ فَوْقَ بَيْتِي، وَ يَكْسِرُ الْأَصْنَامَ وَ يَرْمِيهَا عَلَى وَجْهِهَا، وَ يُعَظِّمُنِي وَ يُمَجِّدُنِي وَ يُهَلِّلُنِي، وَ هُوَ الْإِمَامُ بَعْدَ حَبِيبِي وَ نَبِيِّي وَ خِيَرَتِي مِنْ خَلْقِي مُحَمَّدٍ رَسُولِي، وَ وَصِيُّهُ، فَطُوبَى لِمَنْ أَحَبَّهُ وَ نَصَرَهُ، وَ الْوَيْلُ لِمَنْ عَصَاهُ وَ خَذَلَهُ وَ جَحَدَ حَقَّهُ.

present ziaraat.com

اے لوگوں! خداوند عزوجل نے مجھے اپنی خلقت میں سے چنا اور خواتین میں سے انتخاب کیا اور مجھے، مجھ سے قبل موجود خواتین پر فوقیت عطا کی۔ خدا نے جناب آسیہ بنت حزام زوجہ فرعون کو منتخب فرمایا وہ خدا کی اس مقام پر مخفیانہ عبادت کرتی تھیں (یعنی فرعون کا محل) جہاں پر مجبوری کے علاوہ عبادت کرنا سزاوار نہیں۔ اور ایسے ہی مریمؑ بنت عمران پر جب عیسیٰؑ کی ولادت کے مراحل آسان ہوئے تو انہوں نے بیابان میں کھجور کی ایک خشک ٹہنی کو ہلایا اور اس سے تازہ خرمے گرے۔ خدا نے مجھے منتخب کیا اور مریمؑ اور ان سب خواتین سے جو مجھ سے قبل تھیں برتری دی! کیونکہ میں نے خدا کے بیت عتیق میں علیؑ کو جنم دیا اور تین روز وہاں مہمان رہی جبکہ مجھے جنتی پھل اور غذائیں کھانے کے لیے ملتی رہیں! جب میں نے چاہا کہ اپنے اس بچے کو، جو میرے ہاتھوں پر تھا، لے کر باہر نکلوں تو ایک منادی کی آواز آئی: اے فاطمہ! اس بچے کا نام علیؑ رکھنا میں علی اعلیٰ ہوں اور میں نے اسے اپنی قدرت سے خلق کیا ہے اور اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے، اس کی اپنے ادب کے ساتھ تربیت کی ہے اور اپنے امر کو اس کے سپرد کیا ہے، اسے اپنے پنہاں علم سے آگاہ کیا ہے اور یہ میرے گھر میں متولد ہوا ہے۔ وہ پہلا شخص ہو گا جو میرے گھر کی چھت پر کھڑا ہو کر آذان دے گا اور بتوں کو توڑ کر انہیں اکھاڑ پھینکے گا، میری تحلیل و تعظیم کرے گا، یہی میرے حبیب اور پیغمبر، میری خلق میں سے میرے منتخب کردہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ میرا رسول ہے، اُس کے بعد امام اور اس کا وصی ہو گا۔ پس خوشا

present ziaraat.com

بحال ہے وہ شخص جو اس سے محبت رکھے اور اس کی مدد کرے اور وائے ہو اس پر جو اس کی نافرمانی کرے، اس سے رو گردانی کرے اور اس کے حق سے انکار کرے۔[1]

بعض روایات میں آیا ہے: فاطمہؑ بنت اسد کے یہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس کی ناف (پہلے سے ہی) منقطع تھی اور جو پاک صاف تھا اور آنکھ نے اس جیسا حسین بچہ نہیں دیکھا تھا۔[2] جب امیر المومنینؑ کی ولادت ہوئی رسول اللہ ﷺ ۳۰ سال کے تھے اور اپنی زوجہ جناب خدیجہؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس نومولود سے شدید الفت ہو گئی، آپ نے فاطمہ بنت اسد سے فرمایا: اس بچے کے جھولے کو میرے بستر کے نزدیک رکھیے گا! اس بچے کی زیادہ تر تربیت کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے کاندھے پر رہی۔ آپ اسے نہلانے دہلانے کے وقت تشریف لاتے، اسے دودھ پلاتے اور جب یہ سو رہا ہوتا تو اس کے جھولے کو جھلاتے، جب وہ بیدار ہو جاتا تو اس کے ساتھ باتیں کرتے اور اپنے سینے و گردن پر لٹاتے۔[3]

---

[1] مذکورہ واقعہ بہت سی شیعہ کتب میں عبارات میں جزوی اختلافات کے ساتھ نقل ہوا ہے، من جملہ: امالی شیخ طوسی: ص ۷۰۷؛ امالی شیخ صدوق: ص ۱۳۲؛ المناقب للعلوی (کتاب العتیق): ص ۷۴؛ الدر النظیم: ص ۱۸؛ الثاقب فی المناقب: ص ۱۹۷؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۱۷۳؛ علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۳۵؛ معانی الاخبار: ص ۶۲؛ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۷۶؛ بشارۃ المصطفیٰ: ص ۸؛ کشف الیقین: ص ۱۸؛ ارشاد القلوب: ج ۲، ص ۲۱۱؛ کشف الغمۃ: ج ۲، ص ۶۰؛ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۸.

[2] العمدۃ: ص ۲۷؛ مناقب الامام علی بن ابی طالبؑ، للابن مغازلی: ص ۵۸.

[3] کشف الغمۃ: ج ۱، ص ۶۰؛ کشف الیقین؛ ارشاد القلوب.

present ziaraat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد سے زیادہ خوشی اور جناب امیرؑ کی ولادت کی برکات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ کی ولادت کے وقت یعنی بعثت سے دس سال قبل، میرے دوست جبرائیل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: اے حبیب خدا! خدائے علی واعلیٰ آپ کو سلام اور آپ کے بھائی کی ولادت کی تہنیت و تبریک کہتا ہے اور فرماتا ہے: یہ تیری پیغمبری کا آغاز ہے، کیونکہ میں نے تیری، تیرے بھائی، وزیر، داماد اور جانشین سے مدد کی، وہ جس کے ذریعے سے میں نے تیری کمر مضبوط کی اور تیرے ذکر کو اس کے وسیلے سے بلند کیا۔ اٹھ اور اس کے پاس جا اور سیدھے ہاتھ سے اسے آغوش میں لے لے کیونکہ وہ اصحاب یمین میں سے ہے اور اس کے شیعہ بھی سفید پیشانیوں والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تیزی سے فاطمہؑ بنت اسد کے پاس پہنچا... سیدھے ہاتھ سے علیؑ کو اٹھایا اس حال میں کہ وہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے رہا تھا۔ وہ گویا ہوا: اے خدا کے رسول! آپ پر میرا سلام ہو۔ کیا (کچھ) پڑھوں؟ میں نے کہا: ہاں پڑھ۔ اس وقت علیؑ نے صحف آدم و نوح و ابراہیم اور موسی کی تورات، داؤد کی زبور اور عیسیٰؑ کی انجیل پڑھنا شروع کی، اور وہ انہیں ان سب افراد سے بہتر انداز میں پڑھ رہے تھے، اور اس کے بعد علیؑ نے قرآن کی تلاوت شروع کی [جبکہ ابھی قرآن رسمی طور پر نازل بھی نہ ہوا تھا]۔ اس کے بعد علیؑ نے مجھ سے اور میں نے علیؑ سے باتیں کیں، وہی باتیں جو انبیاء اپنے اوصیاء سے

present ziaraat.com

کرتے ہیں۔ پھر علیؑ اپنے حالت طفلی کی جانب پلٹ گئے۔ علیؑ کی نسل سے ہونے والے بقیہ گیارہ امام بھی ایسے ہی ہیں۔[1]

ایک شیر خوار بچے کا باتیں کرنا اعجاز الہی، خدا کے وسیع علم اور اس کی لا محدود قدرت سے کوئی بعید چیز نہیں، بالخصوص امیر المومنین کے بارے میں جو کہ مظہر العجائب ہیں۔ قرآن تو جناب عیسیٰؑ کے بارے میں جھولے کے اندر کلام کرنے کی صراحت فرما رہا ہے: ﴿فَأَشارَتْ إِلَيْهِ قالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۞ قالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتانِيَ الْكِتابَ وَ جَعَلَني نَبِيًّا ۞ وَ جَعَلَني مُبارَكاً أَيْنَ ما كُنْتُ وَ أَوْصاني بِالصَّلاةِ وَ الزَّكاةِ ما دُمْتُ حَيًّا﴾[2] اور قطعی طور پر جناب امیرؑ حضرت عیسیٰؑ سے افضل ہیں اور ساتھ ہی محدث بھی ہیں جو کہ عوالم الغیوب سے مرتبط ہیں۔ ہر چند کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث بہ رسالت ہوئے لیکن ان کی نبوت اس سے پہلے سے تھی۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: علیؑ کا سال ولادت تھا جب رسول خدا ﷺ نے لوگوں سے گوشہ گیری اختیار کر کے غار حرا میں راز و نیاز کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ وحی کے آغاز اور نبوت کے باقاعدہ اعلان تک جاری رہا۔ یہی سال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیغمبری کا خفیفانہ انداز میں آغاز ہوا، آپ درختوں اور پتھروں سے آوازیں سنا کرتے، ان کی نگاہوں سے پردے ہٹ گئے، آپ نور کا مشاہدہ کرتے اور اشخاص کو دیکھتے۔

---

[1] مصباح الانوار؛ مدینۃ المعاجز.

[2] مریم: ۲۹ تا ۳۱.

present ziaraat.com

شب ولادت جناب امیرؑ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی ایسی قدرتیں اور کرامات دیکھیں جو اس سے پہلے مشاہدے میں نہیں آئی تھیں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا: اس رات ہمارے لیے ایک مولود متولد ہو گا جس کی وجہ سے خدا اپنی رحمت کے کئی در ہم پر وا کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو جناب امیر کی ولادت باسعادت اور ان پیش آنے والے امور کی وجہ سے مبارک اور نیک سال کا نام دیا۔[1]

بعض روایات میں آیا ہے: جناب امیرؑ نے بعد ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ ۞ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۞ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خاشِعُونَ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَاتِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): قَدْ أَفْلَحُوا بِكَ، وَقَرَأَ تَمَامَ الْآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿أُولئِكَ هُمُ الْوارِثُونَ ۞ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيها خالِدُونَ﴾[2] فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): أَنْتَ وَ اللهِ أَمِيرُهُمْ، تَمِيرُهُمْ مِنْ عُلُومِكَ فَيَمْتَارُونَ، وَ أَنْتَ وَ اللهِ دَلِيلُهُمْ وَ بِكَ يَهْتَدُونَ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنین تیرے ہی وسیلے سے فلاح پائیں گے، خدا کی قسم تو مومنین کا امیر ہے اور اپنے علم کے ذریعے انہیں پروان چڑھائے گا، خدا کی قسم! تو ہی ان کا راہنما ہے، اور خدا کی قسم! وہ تیرے ہی وسیلے سے ہدایت پائیں گے۔[3]

---

[1] شرح نہج البلاغہ: ج ۴، ص ۱۱۵؛ بحار الانوار: ج ۲۹، ص ۳۲۸.

[2] سورۃ المؤمنون: ۱ تا ۱۱.

[3] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۱۷۴؛ امالی طوسی: ص ۷۰۸؛ بحار الانوار؛ ج ۳۵، ص ۱۸ و ۳۷ و ۳۸ و ۲۱۷.

present ziaraat.com

روایت میں ہے کہ: جناب امیرؑ نے ولادت کے وقت زمین پر سجدہ کیا[1]؛ اور کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيّاً وَصِيُّ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ وَبِمُحَمَّدٍ يَخْتِمُ اللّٰهُ النُّبُوَّةَ وَبِي يُتِمُّ الْوَصِيَّةَ وَأَنَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ... میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ علی محمد ﷺ کا وصی ہے، محمد ﷺ کے ذریعے نبوت کو ختم کیا جائے گا اور میرے ذریعے سے وصایت اختتام پذیر ہو گی اور میں مومنوں کا امیر ہوں...[2]

امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت سے متعلق حدیث قطعی ہے

امیر المومنینؑ کی مکہ مکرمہ میں واقع خانہ کعبہ میں ولادت ہونا اس قدر شہرت رکھتا ہے جس میں کوئی تردید کی جا نہیں۔ ہم ان میں سے بعض قرائن کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ شیعہ و سنی علماء کے ایک انبوہ نے قرن سوم سے لے کر آج تک اس خبر کا اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے جن کا ہم آگے چل کر تفصیلاً ذکر کرینگے۔

۲۔ یہ حدیث چار آئمہ یعنی امام علیؑ، امام حسنؑ، امام سجادؑ اور امام صادقؑ سے روایت ہوئی ہے اور ہم ان روایات کو بھی بہت جلد پیش کرینگے۔ [جبکہ امام صادقؑ کی حدیث اس سے پہلے نقل کی جا چکی ہے]

---

[1] بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۱۴؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۱۷۴۔

[2] روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۷۹؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۱۷۳؛ الفضائل ابن شاذان قمی: ص ۱۳۶؛ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۱۱ و ۱۴ و ۱۰۴ و ج ۳۸، ص ۱۲۵؛ دیکھیے الصحیح من سیرۃ الامام علیؑ: ج ۱، ص ۸۲۔

present ziaraat.com

۳۔ صحابہ اور تابعین میں سے متعدد افراد نے اسے نقل کیا ہے جیسے: عباس بن عبد المطلب، یزید بن قعنب، عتاب بن اسید، عائشہ بنت ابی بکر، انس بن مالک، جابر بن عبد اللہ انصاری، ام عمارۃ بنت عبادۃ بن نضلۃ ساعدی؛ اور تابعین میں سے میثم تمار (م ۶۰) سعید بن جبیر (م ۹۵)، موسی بن یسار (م ۱۱۰)، ابو حمزہ ثمالی (م ۱۵۰) نے اسے روایت کیا ہے۔

[زیارت نامے اور امیر المومنین کی ولادت]

۴۔ امام علیؑ کے بعض زیارت نامے جو امام صادقؑ سے نقل ہوئے ہیں میں اس طرح روایت ہوا ہے: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ وُلِدَ فِي الْكَعْبَةِ؛ سلام ہو آپ پر جو کعبے میں متولد ہوئے۔[1]

ایک اور مقام پر اس طرح وارد ہوا ہے: السَّلَامُ عَلَى الْمَخْصُوصِ بِالطَّاهِرَةِ التَّقِيَّةِ ابْنَةِ الْمُخْتَارِ، الْمَوْلُودِ فِي الْبَيْتِ ذِي الْأَسْتَارِ؛ سلام ہو اس مولود پر جو خدا کے اس گھر میں پیدا ہو جو مختلف پردوں کا حامل ہے۔[2]

[ولادت امیر المومنینؑ اور شعراء]

۵۔ امیر المومنینؑ کی کعبۃ اللہ میں ولادت کو شاعروں نے بھی اپنے اشعار میں قدیم الایام سے نظم کرتے ہوئے امام کی اس فضیلت کے ساتھ مدح کی ہے:

---

[1] المزار الکبیر لابن المشہدی: ص۲۰۷؛ اقبال الاعمال: ج۲، ص۶۰۸؛ المزار للشہید الاول: ص۹۱.

[2] المزار الکبیر لابن المشہدی: ص۲۱۰؛ اقبال الاعمال: ج۲، ص۶۱۰؛ المزار للشہید الاول: ص۹۵.

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

سید حمیری (م ۱۷۳) جو دوسری ہجری میں اہلبیت کے بلند پایہ شاعر اور امامین صادق و کاظمؑ کے معاصر تھے کہتے ہیں:

ولدتہ فی حرم الالہ و امنہ   والبیت حیث فناؤہ و المسجد
بیضاء طاهرة الثیاب کریمة   طابت و طاب ولیدها و المولد
مالف فی خرق القوابل مثلہ   الا بن آمنة النبی محمد [1]

فاطمہ بنت اسد نے علیؑ کو حرم امن الہی اور خانہ خدا میں جنم دیا، سفید، پاکیزہ اور بلند مرتبہ، پاک ماں، پاکیزہ مولود اور زچہ خانہ بھی پاکیزہ۔ اس جیسا کوئی نہیں مگر محمد ابن آمنہ ﷺ۔

ایسے ہی محمد بن منصود سرخی جو قرن ششم سے پہلے کے شاعر ہیں نے بھی اس واقعے کے حوالے سے کہا:

ولدتہ منجبة و کان ولادها   فی جوف کعبة افضل الأکنان
و سقاہ ریقتہ النبی و یالها   من شربة تغنی عب الألبان [2]

فاطمہؑ بنت اسد نے اپنے نجیب بیٹے کو جنم دیا اور ان کی زچگی کا عمل کعبے میں قرار پایا جو سب سے افضل مکان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کو اپنا لعاب دہن چسایا اور وہ کیا شربت تھا جو دودھ سے بھی بے نیاز کردے۔

ایسے ہی ابو محمد منصور باللہ (م ۶۷۰) نے بھی اپنے اشعار میں اس واقعے کی جانب اشارہ کیا ہے۔[1] علاء الدین حلی جو قرن ہشتم سے تعلق رکھتے ہیں اس امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] دیوان السید الحمیری: ص ۱۵۵۔ روضۃ الواعظین۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۱، ص ۲۴۔

present ziaraat.com

ام هل ترى فى العالمين بأسرهم　　بشرا سواه ببيت مكہ يولد؟[1]

اور کیا عالمین میں اس کے سوا کسی بشر کو دیکھا ہے جو کعبے میں پیدا ہوا ہو؟

اور معاصر شاعر عبدالمسیح انطاکی نے اپنے قصیدہ علویہ میں جو اس نے امیر المومنینؑ کی زندگی کے بارے میں کہا اور یہ (۵۵۹۵) اشعار پر مشتمل ہے،[2] میں امیر المومنینؑ کی شان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

[1] الغدیر: ج۵، ص۲۵۳.

[2] الذریعۃ: ج۱۷، ص۱۲۰؛ الاعلام: ج۴، ص۲۹۷.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

فی رحبۃ الکعبۃ الزاهرا قد انبثقت انوار طفل و ضائت فی مغانیها
و استبشر الناس فی زاهی ولادتہ قالوا: السعود لہ لابد لاقیها[1]

حدیث ولادت امیرالمومنینؑ در کعبہ متواتر ہے

۶۔ شیعہ و سنی علماء کے ایک گروہ نے امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت کو متواتر، قطعی اور مشہور در عالم شمار کیا ہے۔

---

[1] مجلہ العمران.

[کسی بھی تاریخی واقعے کی حقیقت جاننے کا ایک معیار اس کا قدیم وجدید شعراء کے کلام میں ذکر ہونا بھی ہے۔ استاد محترم نے شعراء کے کلام کے کچھ نمونے پیش کیے ہیں۔ ہم اشعار کو حذف کرتے ہوئے فقط اس واقعے کو نظم کرنے والے کچھ اور افراد کے نام ذکر کر رہے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ شعراء میں یہ واقعہ کس حد تک مقبول ہے: علامہ شیخ حسین نجفی (م ۱۲۵۲) اپنے قصیدہ علویہ میں (مخطوط دیوان)؛ شیخ محمد مسیح المعروف بہ مسیحا شیرازی (م ۱۱۲۷) تلمیذ محقق خوانساری اپنے قصیدے میں (الغدیر: ج۶، ص ۲۹)؛ علامہ سید نصر اللہ حائری (ش ۱۱۵۴) اپنے قصیدہ علویہ میں (مخطوط دیوان)؛ سید رضی اپنے قصیدہ الکراریۃ میں؛ علامہ سید محمد باقر حسینی استر آبادی المعروف بہ داماد (م ۱۰۴۱) نے اپنی فارسی اشعار میں؛ علامہ میرزا اسماعیل (م ۱۳۰۵) ابن عم مجدد شیرازی نے اپنے مختلف قصائد میں (الغدیر: ج۶، ص ۲۹)؛ علامہ فقیہ عارف میرزا حبیب ابن میرزا ہاشم، تلمیذ وحید بھبھانی اپنے قصیدہ میلادیہ میں (مطبوعہ دیوان)؛ علامہ سید علی نقی نقوی المعروف بہ نقن صاحب، اپنے قصیدے میں (الغدیر: ج۶، ص ۳۳)؛ آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی (م ۱۳۶۱) اپنے فارسی اشعار میں؛ سید عبد العزیز محمد بن حسن حسینی السریجی الاوالی (م ۷۵۰) اپنے قصیدے میں (الغدیر: ج۶، ص ۲۰)؛ سید حسین بن شمس حسینی (الصراط المستقیم: ج۲، ص ۲۱۵)؛ آیت اللہ محسن الامین العاملی (م ۱۳۷۱) (علی ولید الکعبۃ: ص ۱۰۴)؛ شیخ محمد علی الاردوبادی (م ۱۳۸۰) (علی ولید الکعبۃ: ص ۱۰۵) (از مترجم)]

present ziaraat.com

علامہ مجلسیؒ (م۱۱۱۱) ان روایات کی صحت پر تاکید اور انہیں خاصہ و عامہ کے محدثین و مورخین کے درمیان مشہور شمار کرتے ہیں۔[۱]

محدث سید ہاشم بحرانیؒ بھی اس حدیث کو متواتر شمار کرتے ہیں۔[۲]

محدث نوریؒ فرماتے ہیں: یہ روشن فضیلت کئی روایات میں وارد اور علماء کے خطبوں اور اشعار میں بیان ہوئی ہے۔ یہ امیر المومنینؑ کے اختصاصات میں سے ہے اور کوئی بھی نبی یا وصی اس میں جناب امیرؑ کے ساتھ شریک نہیں اور بعید نہیں کہ یہ مسئلہ ضروریات مذہب امامیہ میں سے ہو اور شیعہ ہمیشہ اس پر افتخار کرتے آئے ہیں۔[۳]

حاکم نیشاپوری (م۴۰۵) جو اہلسنت کے یہاں کافی مشہور و معتبر مانے جاتے ہیں اس واقعے کے متواتر ہونے پر تاکید کرتے ہوئے کہتے ہیں: تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه فی جوف الکعبة؛[٤] اخبار متواتر دلالت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد نے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو کعبے کے اندر جنم دیا۔

---

[۱] بحار الانوار: ج۳۵، ص۷تا۲۳.

[۲] جلاء العیون؛ غایۃ المرام: ۱۳.

[۳] لؤلؤ والمرجان: ص۱۶۳.

[٤] المستدرک: ج۳، ص۵۵۰.

present ziaraat.com

ذہبی شافعی (م ۸۴۸) نے بھی اپنے تعصب کے باوجود تلخیص المستدرک (ج ۳، ص ۵۵۰) میں تواتر کے ادعاء کو قبول کیا ہے۔

ابن خاوند شاہ (م ۹۰۳) کہتے ہیں: و انّ لصحۃ ھذا الخبر بین المؤرخین المتحفظین علی الفضائل صیت لا تشوبۃ شبھۃ و تجاوز عن ان یصحبہ الشک و الترديد؛[۱] اس خبر کی صحت ان مورخین کے درمیان جو فضائل کو ثبت کرتے ہیں ایک ایسی چیز ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اور یہ شک و تردید کی سرحد سے دور ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶) کہتے ہیں: قد تواتر الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد انہ ولدت امیرالمومنین علیا فی جوف الکعبۃ؛[۲] اخبار متواترہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد نے امیر المومنین علیؑ کو کعبے میں جنم دیا۔

آلوسی، عبدالباقی کے قصیدے کی شرح میں کہتے ہیں: و کون الامیر کرم اللہ وجھہ ولد فی البیت امر مشھور فی الدین و ذکر فی کتب الفریقین السنۃ و الشیعۃ... ؛ امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت کی خبر عالمی شہرت رکھتی ہے جو شیعہ و سنی دونوں کی کتب میں نقل ہوئی ہے اور یہ اس مسئلے میں کوئی اور امر مشہور نہیں جیسا کہ یہ جناب امیر کے لیے مشہور ہے بلکہ فقط ان کی ولادت پر اتفاق ہے، اور کیا شائستہ ہے امام الائمہ کے لیے کہ اس کی ولادت

---

[۱] روضۃالصفاء.

[۲] ازالۃالخفاء: ج ۲، ص ۲۵۱۲.

present ziaraat.com

مومنین کے قبلے میں ہو، و سبحان من یضع الاشیاء فی مواضعها و هو احکم الحاکمین؛ اور پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتی ہے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔[۱]

شیعوں کے یہاں ولادت امیرالمومنینؑ در کعبہ کی روایات کی اسناد

۷۔ روایات مذکورہ کو بزرگ شیعہ علماء نے متقدمین سے متعدد اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شیخ صدوقؒ (م ۳۸۱) نے اپنی تین کتب یعنی علل الشرائع، معانی الاخبار اور امالی میں اس حدیث کو اپنی سند سے سعید بن جبیر (م ۹۵) اور انہوں نے یزید بن قعنب سے نقل کیا ہے۔[۲]

شیخ طوسیؒ (م ۴۸۰) نے بھی اپنی امالی میں اس خبر کو تین اسناد سے نقل کیا ہے۔[۳]

---

[۱] شرح الخریدۃ فی شرح القصیدۃ العینیۃ: ص ۱۵.

[۲] حدیث کی سند کچھ یوں ہے: حدثنی علی بن احمد بن محمد الدقاق؛قال حدثنی محمد بن جعفر الاسدی؛ قال حدثنی موسی بن عمران النخعی؛ عن الحسین بن یزید عن محمد بن سنان؛ عن المفضل بن عمر ؛ عن ثابت بن دینار ؛ عن سعید بن جبیر؛قال: قال یزید بن ععنب...

[۳] اسناد کچھ یوں ہیں: پہلی سند: اخبرنا ابوالحسن محمد بن احمد بن الحسن بن شاذان ؛ قال حدثنی احمد بن محمد بن ایوب؛ قال حدثنا عمر بن الحسن القاضی؛ قال حدثنا عبداللہ بن محمد ؛ قال حدثنی ابو حبیبۃ: قال حدثنی سفیان بن عینیہ عن الزهری عن عائشۃ...

present ziaraat.com

یہ اسناد ہر چند کہ الگ الگ نقاط ضعف کی حامل ہیں، لیکن اہل تحقیق بخوبی جانتے ہیں کہ اگر کوئی واقعہ متعدد اسناد سے نقل ہو، اور متقدمین کی معتبر کتب میں ذکر بھی ہوا ہے اور اس کے خلاف بھی کوئی امر موجود نہ ہو، تو وہ معتبر مانا جاتا ہے، بالخصوص تاریخی حوادث میں، اور یہ اعتبار ان فراوان قرائن کے علاوہ ہے جو (اس) مسئلے میں موجود ہیں جیسے اہلسنت کی روایات اور شیعہ سنی علماء کی جانب سے اس واقعے کے متواتر اور مشہور ہونے کا دعوی اور اس کی صحت پر ان کی تاکید کرنا جسے آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

حدیث ولادت کو نقل کرنے والے شیعہ ناقلین و محدثین

۱۔ اسماعیل بن محمد المعروف بہ سید حمیری (م ۱۷۳) اہلبیت کے بے نظیر شاعر [جن کے اشعار کو ہم اس سے قبل نقل کر آئے ہیں]

۲۔ محمد بن علی بن الحسین المعروف بہ شیخ صدوقؒ (م ۳۸۱) نے اپنی کتاب امالی (ص: ۱۱۶)، علل الشرائع (ج۱، ص ۱۳۵) اور معانی الاخبار (ص: ۶۲) میں [عباس بن عبد المطلب اور یزید بن قعنب سے روایت نقل کی ہے]

دوسری سند: قال محمد بن احمد بن شاذان ؛ حدثنی سهل بن احمد: قال حدثنا احمد بن عمر الربیعی ؛ قال حدثنا زکریا بن یحیی؛ قال حدثنا ابو داود : قال حدثنا شعبة بن قتادة ؛ عن انس بن مالک ؛ عن العباس بن عبد المطلب...

تیسری سند: قال ابن شاذان و حدثنی ابراہیم بن علی باسناده عن ابی عبدالله جعفر بن محمد عن آبائه قال:...

present ziaraat.com

۳۔ابن عیاش (م ۴۰۱) شیخ طوسیؒ کی نقل کے مطابق جوانہوں نے ان سے مصباح المتہجد میں درج کی ہے۔ [عبارت کچھ یوں ہے: انا یوم الثالث عشر من رجب کان مولد امیرالمومنینؑ فی الکعبۃ قبل النبوۃ باثنتی عشرہ سنۃ؛ تیرہ رجب امیر المومنینؑ کی کعبۃ اللہ میں ولادت کا دن ہے اور یہ اعلان نبوت سے ۱۲ سال قبل کی بات ہے][1]

۴۔محمد بن محمد المعروف بہ شیخ مفیدؒ (۴۱۳) نے اپنی کتاب الارشاد (ص: ۷)، مسار الشیعۃ (ص: ۵۹) اور المقنعۃ (ص: ۴۷۱) میں نقل کیا ہے۔ [الارشاد کی عبارت کچھ اس طرح ہے: ولد بمكة في البيت الحرام يوم الجمعة الثالث عشر من رجب سنة ثلاثين من عام الفيل، ولم يولد قبله ولا بعده مولود في بيت الله تعالى سواه إكراماً من الله تعالى له بذلك وإجلالاً لمحله من التعظيم. امام علیؑ مکے میں بیت اللہ کے اندر جمعہ کے دن ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل کو متولد ہوئے؛ اور ان کے علاوہ کوئی بھی بیت اللہ میں پیدا نہیں ہو نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد، اور یہ ان کے لیے خدا کا اکرام اور ان کے مقام کی جلالت کی خاطر تھا]

۵۔الہارونی الحسنی (م ۴۲۴) یہ علمائے زیدیہ میں سے ہیں؛ انہوں نے اپنی کتاب الافادۃ فی التاریخ الائمۃ السادۃ (ص: ۳۵) میں [بیان کیا: ولدته صلوات الله عليه في الكعبة... امام علیؑ کعبہ میں متولد ہوئے]

۶۔ السید مرتضی علی بن الحسین علم الہدیٰؒ (م ۴۳۶) نے القصیدۃ المذھبۃ (ص: ۱۱۹) میں [فرمایا: و روی انها ولدتہ فی الکعبۃ و لا نظیر لہ فی هذه الفضیلۃ؛ اور

[1] مصباح المتہجد: ص ۸۰۵.

present ziaraat.com

نقل ہوا ہے کہ فاطمہؑ بنت اسد نے امیر المومنینؑ کو کعبے میں جنم دیا اور اس فضیلت میں کوئی ان کا ثانی نہیں]

۷۔الشریف رضیؒ (م ۴۰۶) نے کتاب خصائص الائمۃ (ص: ۲۵) میں [فرمایا: ولد بمکۃ فی البیت الحرام لثلاث عشرہ لیلۃ خلت من رجب بعد عام الفیل سنۃ... و لا نعلم مولودا ولد فی الکعبۃ غیرہ؛ امیر المومنینؑ مکے میں کعبۃ اللہ کے اندر ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل کو متولد ہوئے...اور ہم ان کے علاوہ کسی مولود کو نہیں جانتے جو کعبے میں متولد ہوا ہو]

۸۔الشیخ حسین بن عبدالوہاب (قرن پنجم) اپنی کتاب عیون المعجزات (ص: ۲۷) میں [میثم تمار سے ایک مرد کا امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہونا نقل کرتے ہیں جو یہ الفاظ ادا کر رہا تھا: ایکم المجتبی فی الشجاعۃ و المعمم بالبراعۃ المدرع بالقناعۃ المولود بالحرم و العالی فی الشیم...؛ تم میں سے کون ہے جو شجاعت میں چنا ہوا، فصاحت و بلاغت میں قوم کا سردار، صاحب قناعت، مولود کعبہ اور خلق میں بلند مرتبہ ہے...]

۹۔ابن الصوفی علی بن ابی الغنائم (م بعد از ۴۴۱)؛ سید ابن طاؤوس نے انہیں اقبال الاعمال میں اپنے زمانے کے علماء انساب میں سب سے بہتر شمار کیا ہے، انہوں نے اپنی کتاب المجدی میں

present ziaraat.com

[نقل کیا: ولدت علیا فی الکعبۃ و ما ولد قبلہ احد فیھا؛ فاطمہؑ بنت اسد نے علیؑ کو کعبے میں جنم دیا اور ان سے پہلے کوئی بھی کعبے میں متولد نہیں ہوا][1]

۱۰۔ الشیخ الکراجکی ابو الفتح (م ۴۴۹) کنز الفوائد (ج۱، ص ۲۵۵) میں [کہتے ہیں: ان السیدۃ فاطمۃ بنت اسد کانت تزور الکعبۃ باستمرار حتی حان وقت ولادتھا الامیر فولدتہ داخل الکعبۃ؛ فاطمہؑ بنت اسد کعبے کی زیارت و طواف میں مشغول تھیں کہ جناب امیرؑ کی ولادت کے آثار ان پر ظاہر ہوئے پس انہوں نے امام علیؑ کو کعبے کے اندر جنم دیا]

۱۱۔ شیخ طوسی (م ۴۶۰) نے امالی (ص ۹۸۰تا۹۸۳) میں تین اسناد کے ساتھ، اور تہذیب الاحکام (ج۶، ص ۱۹) اور مصباح المتہجد (ص: ۸۰۵و۸۱۹) میں [حدیث ولادت کو نقل کیا ہے۔ تہذیب کی عبارت یہ ہے: ولد بمکۃ فی البیت الحرام یوم الجمعۃ لثلاث عشرۃ خلت من رجب بعد عام الفیل بثلاثین سنۃ]

۱۲۔ محمد بن حسن فتال نیشاپوری (م ۵۰۸) نے روضۃ الواعظین (ج۱، ص ۱۹۲) میں [شیخ طوسی کے مشابہ عبارت ہی نقل کی ہے]

۱۳۔ ابو علی فضل بن حسن طبرسی (م ۵۴۸) اعلام الوری (ص: ۱۵۳) میں [راقم ہیں: ولد بمکۃ فی بیت الحرام ... و لم یولد قط فی بیت اللہ تعالی مولود سواہ لا قبلہ و لا بعدہ و ھذہ الفضیلۃ خصہ اللہ تعالی بھا...؛ امیر المومنینؑ مکے میں کعبۃ اللہ کے اندر

[1] انساب الطالبین: ص۱۱.

present ziaraat.com

متولد ہوئے، اور کوئی بھی مولود بیت اللہ میں پیدا نہیں ہوا نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد اور یہ وہ فضیلت ہے جس سے خدا نے انہیں ہی خاص فرمایا ہے]

۱۴۔ عماد الدین طبری (م بعد از ۵۵۳) نے بشارۃ المصطفیٰ (ص ۲۶) میں [عباس بن عبد المطلب اور یزید بن قعنب والی حدیث نقل کی ہے]

۱۵۔ قطب الدین راوندی (م ۵۷۳) نے الخرائج و الجرائح (ج ۲، ص ۸۸۸) میں [امام حسن مجتبیٰؑ کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد ارشاد فرمایا تھا جس میں آپ فرماتے ہیں: آج کی رات وہ شخص رخصت ہوا جو کعبۃ اللہ میں متولد ہوا اور اس کے سوا کوئی بھی کعبہ میں متولد نہیں ہوا]

۱۶۔ ابن شہر آشوب (م ۵۷۷) مناقب آل ابی طالب (ج ۲، ص ۲۱ و ۲۲) میں [ایک عبارت نقل کرتے ہیں جو عنقریب پیش کی جائے گی]

۱۷۔ ابن البطریق حلی (م ۶۰۰) کتاب العمدۃ (ص: ۲۴) میں [کہتے ہیں: ولد بمكة فی بيت الله الحرام ... ولم يولد قبله و لا بعده مولود فی بيت الله تعالى سواه ، منا من الله عليه بذلک و اجلالا لمحله فی التعظيم؛ امیر المومنینؑ مکے میں کعبۃ اللہ کے اندر متولد ہوئے... نہ اس سے قبل کوئی بیت اللہ میں متولد ہوا نہ بعد میں اور یہ ان پر اللہ کی نعمت تھی ان کے اجلال و تعظیم کی خاطر]

present ziaraat.com

۱۸۔ حُمید بن احمد المحلی (ش ۶۵۲) الحدائق الوردیۃ (ص: ۳۱) میں [کہتے ہیں: ولدته امه فی الکعبة...؛ علیؑ کی والدہ نے انہیں کعبے میں جنم دیا]

۱۹۔ ابن شاذان قمی (م ۶۶۰) الفضائل (ص ۳۶ و ۱۲۵) میں [ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس کا ایک جملہ یوں ہے: پس جب وہ رات آن پہنچی جس میں جناب امیرؑ کی ولادت ہوئی... تو ابو طالب گھر سے نکلے اور بولے: اے لوگو! : ولد اللیلة فی الکعبة حجة الله تعالی و ولی الله؛ آج کی شب کعبے میں اللہ کی حجت اور اس کا ولی متولد ہوا ہے]

۲۰۔ سید ابن طاؤوس حلی (م ۶۶۴) نے اقبال الاعمال (ص: ۶۵۵) اور الیقین (ص: ۱۹۱) میں [نقل کیا ہے، اقبال کی عبارت یہ ہے: ان یوم ثالث عشر من رجب کان مولد مولانا علی بن ابی طالبؑ فی الکعبة قبل النبوة باثنتی عشره سنة؛ ۱۳ رجب کا دن ہمارے مولا امام علیؑ کی کعبے میں اعلان نبوت سے ۱۲ سال پہلے ولادت کا دن ہے]

۲۱۔ ابوالحسن علی بن عیسی الاربلی (م ۶۹۳) کشف الغمۃ (ج ۱، ص ۶۰) میں [لکھتے ہیں: ولد بمکة فی البیت الحرام ... و لم یولد فی البیت الحرام احد سواه قبله ولا بعده...]

۲۲۔ علامہ حلی (م ۷۲۶) نے کشف الیقین (ص: ۱۷) اور نہج الحق (ص: ۲۳۲) میں [اس بارے میں کلام فرمایا ہے۔ کشف الیقین کی عبارت یہ ہے: ولد امیرالمومنین یوم الجمعة الثالث عشر من شهر رجب ... فی الکعبة و لم یولد احد سواه فیها لا قبله و لا بعده]

present ziaraat.com

۲۳۔ شہید اول (م ۷۸۶) المزار (ص ۸۹ و ۹۱) میں [جناب امیر کی زیارت نقل کرتے ہوئے راقم ہیں: السلام علیک یا من ولد فی الکعبۃ... السلام علی... المولود فی البیت ذی الاستار]

۲۴۔ ابن عنبۃ (م ۸۲۸) عمدۃ المطالب (ص: ۵۷) میں [لکھتے ہیں: ولد بمکۃ فی البیت الحرام ... و لم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ...]

۲۵۔ سید ہاشم بحرانی (م ۱۱۰۷) غایۃ المرام (ص: ۱۳) اور مدینۃ المعاجز (ج ۱، ص ۴۵) میں [لکھتے ہیں: ان الشیعۃ اجمعت علی انہ ولد فی الکعبۃ؛ شیعوں کا اس پر اجماع ہے کہ امیر المومنینؑ کعبۃ اللہ میں متولد ہوئے ہیں]

۲۶۔ علامہ مجلسی (م ۱۱۱۱) نے بحار الانوار (ج ۳۵، ص ۷ تا ۲۳) میں اس واقعے کو نقل کیا ہے۔ [اس کے علاوہ جلاء العیون (ج ۱، ص ۲۳۲) میں راقم ہیں: ان ولادتہ فی البیت ... مشھورۃ بین المحدثین و المؤرخین من الخاصۃ و العامۃ؛ امیر المومنینؑ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی... اور یہ شیعہ سنی محدثین و مؤرخین میں مشہور بات ہے]

[۲۷۔ ابو علی الحسن بن محمد بن الحسن الشیبانی القمی (م قرن ۴) اپنی کتاب تاریخ قم (ص: ۱۹۱) میں راقم ہیں: ان ولادۃ امیرالمومنینؑ فی الکعبۃ ...

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

۲۸۔ ابن جبر (م قرن ۷) نہج الایمان (ص: ۶۶۰) میں کہتے ہیں: ...و علی ولد فی موضع ما ولد فیہ قبلہ و لا بعدہ احد ، ولد فی جوف الکعبۃ؛اور علی اس مقام پر پیدا ہوئے جہاں نہ ان سے پہلے کوئی پیدا ہوا اور نہ ان کے بعد، وہ کعبۃ اللہ کے اندر پیدا ہوئے.

۲۹۔ جمال الدین شامی (م قرن ۷) نے الدر النظیم (ص: ۲۲۵ و ۲۳۴) پر امام زین العابدینؑ سے مروی حدیث نقل کی ہے اور یزید بن قعنب والی حدیث کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔

۳۰۔ سید جلال الدین عبداللہ بن شرف شاہ الحسینی نے منہج الشیعۃ فی فضائل وصی خاتم الشریعۃ (ص:۷) میں بیان فرمایا: ولد امیرالمومنین علی بن ابی طالب بمکۃ فی بیت اللہ الحرام... و لم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ...

۳۱۔ دیلمی (م ۸۴۱) ارشاد القلوب (ج ۲، ص ۲۱۱) میں بشارۃ المصطفیٰ سے حدیث عباس و یزید بن قعنب نقل کرتے ہیں۔

۳۲۔ سید ولی اللہ بن نعمۃ اللہ الحسینی الرضوی (قرن ۷) کنز المطالب و بحر المناقب (ص: ۴۱) میں کہتے ہیں: ولد امیرالمومنین علی بن ابی طالب بمکۃ فی بیت اللہ الحرام... و لم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ...

۳۳۔ زین الدین البیاضی (م ۸۷۷) الصراط المستقیم (ج ۲، ص ۲۱۵) میں کہتے ہیں: فی المناقب بن المغازلی حدیث زیدہ عن امھا ان النبی ﷺ و ابا طالب اخذا فاطمۃ بنت اسد حین اشتد علیھا الطلق الی الکعبۃ فولدت علیا ۔ قال علی بن

present ziaraat.com

الحسینؑ : ما سمعت بشئ قط و ھذا احسن منہ؛ **مناقب ابن مغازلی میں حدیث زیدہ ہے جو اس نے اپنی ماں سے نقل کی ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد پر آثار حمل ظاہر ہوئے تو ابو طالب اور محمد ﷺ نے انہیں پکڑا اور کعبۃ اللہ میں لے آئے اور انہیں نے علیؑ کو اس مقام پر جنم دیا، امام سجادؑ نے فرمایا: میں نے اس سے زیادہ اچھی بات نہیں سنی۔**

۳۴۔ کفعمی (م بعد از ۸۹۵) المصباح (ص: ۵۱۲) میں راقم ہیں: ...ولد علی بن ابی طالبؑ فی الکعبۃ...

۳۵۔ محمد بن ناصر الحسنی الزیدی (م ۹۰۸) نہایۃ السؤول فی مناقب وصی الرسول (ص:۱۸) میں کہتے ہیں: و ولد علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فی الکعبۃ المعظمۃ... لم یولد قبلہ مولود فی الکعبۃ ...

۳۶۔ شہید ثالث قاضی سید نور اللہ شوستری (ش ۱۰۱۹) احقاق الحق (ص:۱۹۸) میں فرماتے ہیں: ان الفضیلۃ و الکرامۃ فی ان باب الکعبۃ ان مقفلا ، و لما ظھر آثار وضع الحمل علی فاطمۃ بنت اسد عند الطواف خارج الکعبۃ انفتح لھا الباب باذن اللہ تعالی ، و ھتف بھا ھاتف بالدخول؛ **اس واقعے میں فضیلت و کرامت یہ ہے کہ جب طواف کرتے وقت فاطمہؑ بنت اسد پر آثار حمل ظاہر ہوئے اور وہ اس وقت کعبے سے باہر تھیں تو کعبے کا در بند تھا لیکن حکم الٰہی سے ان کے لیے کھل گیا اور ایک ہاتف غیبی نے انہیں داخل ہونے کی صدا دی۔**

present ziaraat.com

۳۷۔ شیخ فخر الدین طریحی (م ۱۰۸۷) جامع المقال (ص:۱۸۷) میں کہتے ہیں: ولد امیرالمومنین علی بن ابی طالب بمکۃ فی بیت اللہ الحرام ... ولم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ...

۳۸۔ سید تاج الدین بن علی احمد الحسینی العاملی (قرن ۱۱) التتمۃ فی تواریخ الائمۃ (ص:۴۷) میں لکھتے ہیں: ولد بمکۃ داخل الکعبۃ علی الرخامۃ الحمراء ، و لم ینقل ولادۃ احد قبلہ و لا بعدہ فی الکعبۃ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء؛ امیر المومنینؑ کی ولادت مکہ میں کعبے کے اندر ہوئی اور ان سے پہلے اور ان کے بعد بھی کسی دوسرے کا کعبے میں متولد ہونا نقل نہیں ہوا، اور یہ وہ فضل ہے کہ خدا جسے چاہے عطا کرے۔

۳۹۔ محمد بن رضا القمی (قرن ۱۱) کاشف الغمۃ (ص: ۴۲۲) میں یہی عبارت نقل کرتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی ہے۔

۴۰۔ سید محمد ہادی بن اللوحی الموسوی الحسینی اصول العقائد (ص: ۱۶۵) میں کہتے ہیں: کان مولدہ فی جوف الکعبۃ علیہ ما روتہ الشیعۃ و اہل السنۃ، ولم یشرف المولی سبحانہ احدا من الانبیاء و الاصیاء بھذا الشرف فھو مخصوص بہ؛ جو کچھ شیعہ و اہل سنت نے نقل کیا ہے اس کی بنا پر امیر المومنینؑ کی جائے پیدائش جوف کعبہ ہے، اور خدائے سبحان نے یہ شرف نہ انبیاء میں سے کسی کو بخشا اور نہ اوصیاء میں سے کسی کو بلکہ یہ علیؑ بن ابی طالب سے خاص ہے۔

present ziaraat.com

۴۱۔ سید نعمت اللہ الجزائری (م ۱۱۱۲) انوار النعمانیۃ (ج ۱، ص ۳۷۰) میں لکھتے ہیں: ان الامام علی اخبر صعصۃ بن صوحان بولادتہ فی الکعبۃ المشرفۃ؛ بے شک امام علیؑ کی ولادت کے بارے میں صعصہ بن صوحان نے خبر دی ہے کہ ان کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی۔

۴۲۔ زین العابدین بن اسکندر الشیروانی (قرن ۱۲) بستان السیاحۃ (ص: ۵۴۳) میں اس بات کے ذکر کے بعد کہ امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت ایک نا قابل تردید امر ہے، فرماتے ہیں: ان من المتفق علیہ ان غیرہ صلوات اللہ علیہ لم یولد ھناک؛ اور اس پر اتفاق ہے کہ علیؑ کے علاوہ کوئی اور اس مقام (یعنی کعبے میں) متولد نہیں ہوا۔

۴۳۔ سید میرزا صالح الحسینی القزوینی (م ۱۳۰۴) مقتل امیر المومنین الامام علی بن ابی طالبؑ (ص: ۵۷) میں فرماتے ہیں: ولد بمکۃ ... فی البیت الحرام ، ولم یولد فیہ احد قبلہ و لا بعدہ ۔

۴۴۔ شیخ حسین نوری طبرسی (م ۱۳۲۰) اللؤلؤ والمرجان (ص ۱۶۳) میں فرماتے ہیں: ان ھذہ الفضیلۃ الباھرۃ جائت فی اخبار غیر محصورۃ و منصوص بھا فی کلمات العلماء و فی ضمن الخطب و الاشعار فی جمیع الاعصار و ھی من خائص الامام علیؑ لم یشارکہ فیھا نبی اور وصی ، ولا یبعد کونھا من ضروریات مذھب الامامیۃ ، ولم تزل الشیعۃ تفتخر بھا؛ یہ روشن فضیلت لا محدود روایات میں وارد ہوئی ہے اور علماء کے کلام، خطبوں اور اشعار میں بھی تمام ادوار میں نقل ہوتی رہی ہے اور یہ امیر المومنینؑ کے خصائص میں سے ہے جس میں ان کے ساتھ کوئی نبی یا وصی شریک نہیں

present ziaraat.com

اور بعید نہیں کہ یہ امر ضروریات مذہب امامیہ میں سے ہو، شیعہ کسی بھی دور میں اس پر فخر کرنے سے نہیں چوکے۔

۴۵۔ سید میرزا حبیب اللہ خوئی (م ۱۳۲۴) منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ (ج۱، ص ۲۱۶) میں کہتے ہیں: و قد خصہ اللہ بھذہ الفضیلۃ علی سائر الأنام ، و لم یولد فی البیت احد قبلہ و لا بعدہ؛ اور خدا نے تمام انسانوں میں امیر المومنینؑ کو اس فضیلت سے خاص فرمایا، اور اس سے پہلے یا بعد میں کوئی بھی کعبۃ اللہ میں متولد نہیں ہوا۔

یہ تو تھے علمائے تشیع کے اقوال اب ذرا علمائے اہلسنت کے اقوال کی جانب بھی ایک نظر ڈالتے چلیں]

اہلسنت میں حدیث ولادت کو نقل کرنے والے ناقلین و محدثین

۱۔ فاکہی (م ۲۷۵) اخبار مکہ (ج۳، ص ۲۲۶) میں [لکھتے ہیں: اول من ولد فی الکعبۃ من بنی ھاشم من المھاجرین علی بن ابی طالب ؛ کعبے میں بنی ہاشم کے مہاجرین میں سے سب سے پہلے متولد ہونے والی شخصیت علی بن ابی طالبؑ ہیں]

۲۔ مسعودی (م ۳۴۶) مروج الذہب (ج۲، ص ۳۵۸) میں [لکھتے ہیں: و کان مولدہ فی الکعبۃ؛ علیؑ کی ولادت کعبے میں ہوئی۔ اس کے علاوہ اپنی کتاب اثبات الوصیۃ (ص: ۱۳۳) میں لکھتے ہیں: فولدتہ فی جوف الکعبۃ علی مثال ولادۃ آمنۃ النبی ﷺ ، ما ولد فی

present ziaraat.com

الکعبۃ قبلہ و لا بعدہ؛ فاطمہؑ بنت اسد نے علیؑ کو کعبۃ اللہ میں جنم دیا اور ان کے ساتھ وہ تمام معاملات رہے جو مادر رسول گرامی ﷺ کے ساتھ پیغمبر کی ولادت کے ذیل میں رہے، اور کعبے میں نہ علیؑ سے پہلے کوئی متولد ہوا اور نہ بعد میں][1]

۳۔ القفّال الشاشی شافعی (م ۳۶۵) فضائل امیر المومنینؑ (خطی) میں [کہتے ہیں: لم یولد فی الکعبۃ الا علی؛ کعبے میں علیؑ کے سوا کوئی متولد نہیں ہو]

۴۔ حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵) المستدرک (ج۳، ص ۵۵۰) میں [راقم ہیں: تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فی جوف الکعبۃ؛ متواتر اخبار سے یہ بات ثابت ہے کہ فاطمہؑ بنت اسد نے امیر المومنینؑ کو کعبے میں جنم دیا۔ اس کے علاوہ ان کا ایک قول کنجی شافعی نے (کفایۃ الطالب: ص ۴۰۶) میں نقل کیا ہے: اخبرنا الحافظ ابو عبداللہ ، محمد بن محمود النجار، بقرائتی علیہ ببغداد ، قلت لہ قرأت علی الصفار بنیسابور: اخبرتنی عمتی عائشۃ ، اخبرنا ابن الشیرازی، اخبرنا الحاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ نیسابوری، قال : ولد امیرالمومنین علی بن ابی طالب بمکۃ فی بیت اللہ الحرام، لیلۃ الجمعۃ لثلاث عشرہ لیلۃ خلت من رجب سنۃ ثلاثین من عام الفیل، و لم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ اکراما لہ بذالک و اجلالا لمحلہ فی التعظیم؛

[1] البتہ ان کے اہلسنت ہونے میں اختلاف ہے.

present ziaraat.com

حاکم کہتے ہیں امیر المومنینؑ مکہ میں کعبۃ اللہ میں متولد ہوئے... اور ان کے علاوہ کوئی اور کعبے میں متولد نہیں ہوا نہ ان سے پہلے اور نہ بعد میں...]

۵۔ البستی المعتزلی (م ۴۸۳) المراتب (ص: ۵۹) میں [جناب فاطمہؑ بنت اسد کی زبانی امیر المومنینؑ کی ولادت کی خبر نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: و لیس فی المواضع اشرف من ھذا الولد الطاھر مولود فی اشرف البقاع ، من اکرم الفضائل ، و لیس ھذا للمشایخ و لا لاحد نعرفہ؛ کوئی بھی مکان کعبے سے زیادہ صاحب شرف نہیں اور (یہ) پاکیزہ بچہ افضل ترین مکان میں متولد ہوا اور یہ بہترین فضائل میں سے ہے اور یہ فضیلت کسی اور کو حاصل ہوا اس کے بارے میں نہ تو کسی بزرگ اور نہ ہی کسی اور کے بارے میں جانتے ہیں]

۶۔ ابن المغازلی (م ۴۸۳) مناقب الامام امیر المومنینؑ (ص: ۵۸) میں [امیر المومنینؑ کی ولادت سے متعلق ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کا سلسلہ امام زین العابدینؑ پر جا کر منتہی ہوتا ہے]

۷۔ محمد بن شجاع الدین موصلی (م ۴۶۴) النعیم المقیم (ص: ۱۲۹) میں [کہتے ہیں: ولد فی الکعبۃ المعظمۃ ، ولم یولد بھا سواہ فی طلقۃ واحدۃ]

۸۔ سبط ابن جوزی (م ۶۵۴) تذکرۃ الخواص (ص: ۱۰) میں [کہتے ہیں: ان فاطمۃ بنت اسد کانت تطوف بالبیت و ھی حامل بعلیؑ ، فضربھا الطلق ، ففتح لھا باب الکعبۃ فدخلت فوضعت فیھا؛ فاطمہ بنت اسدؑ طواف خانہ خدا میں مصروف تھیں اس

present ziaraat.com

حال میں کہ وہ علیؑ سے حاملہ تھیں، پس ان پر حالت ولادت طاری ہوئی ان کے لیے کعبے کا در کھلا اور وہ اس میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے علیؑ کو وہیں جنم دیا]

۹۔ کنجی شافعی (مقتول ۶۵۸) نے کفایۃ الطالب (ص:۴۰۶) میں [لکھا: ولد امیرالمومنین علی بن ابی طالب بمکۃ فی بیت اللہ الحرام ... ولم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ...]

۱۰۔ جوینی شافعی (م ۷۳۰) فرائد السمطین (ج۱، ص ۴۲۵) میں [راقم ہیں: لم یولد فی الکعبۃ الا علی؛ علیؑ کے علاوہ کوئی بھی کعبے میں متولد نہیں ہوا]

۱۱۔ شمس الدین ذہبی (م ۸۴۸) نے تلخیص المستدرک (ج۳، ص ۵۵۰) میں امیر المومنینؑ کے فضائل کے بارے میں اپنے تمام تر تعصبات کے باوجود بھی ولادت امیر المومنینؑ درجوف کعبہ کو متواتر مانا ہے۔

۱۲۔ زرندی حنفی (م ۷۵۰) نے نظم درر السمطین (ص:۸۰) اور معارج الوصول (ص:۴۹) میں [ولادت جناب امیرؑ کا ذکر کیا ہے مؤخر الذکر کتاب کی عبارت یہ ہے: ولد علی کرم اللہ وجہہ فی جوف الکعبۃ ...]

۱۳۔ ابن الصباغ المالکی (م ۸۵۵) نے الفصول المہمہ (ص:۱۳) میں [لکھا: ولد علی بمکۃ المشرفۃ بداخل البیت الحرام ... و لد یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ ، و ھی فضیلۃ خصہ اللہ تعالی بھا اجلالا لہ و اعلاءا لمرتبۃ و اظہار لتکرمتہ؛ علیؑ

present ziaraat.com

مکے میں بیت الحرام کے اندر متولد ہوئے...اور کعبے میں ان سے قبل کوئی متولد نہیں ہوا اور یہ وہ فضیلت ہے جو خدا نے انہی سے خاص فرمائی ہے ان کی جالت، اعلی مرتبت اور اظہار کرامت کی خاطر]

۱۴۔ الصفوری الشافعی (م ۸۹۴) نزھۃ المجالس (ص: ج ۲، ص ۲۰۴) میں [کہتے ہیں: ان علیا ولدتہ امہ بجوف الکعبۃ شرفھا اللہ ، و ھی فضیلۃ خصہ اللہ تعالی بھا... بے شک علی کو ان کی والدہ نے جوف کعبہ میں جنم دیا اور خدا نے انہیں اس سے شرف دیا اور یہ وہ فضیلت ہے جسے خدا نے ان سے خاص فرمایا...]

۱۵۔ ابن خاوند شاہ (م ۹۰۳) نے روضۃ الصفا میں [کہا: و کان میلادہ فی جوف الکعبۃ... ولم تتح ھذہ سعادۃ لای احد منذ بدء الخلیقۃ الی الغایۃ...امیر المومنینؑ کی ولادت جوف کعبہ میں ہوئی اور ابتدائے خلقت سے آخر تک یہ سعادت ان کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوئی]

۱۶۔ علی القاری الحنفی (م ۱۰۱۴) نے شرح الشفاء (ج ۱، ص ۱۵۰) میں؛

۱۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶) ازالۃ الخفاء (ج ۲، ص ۲۵۱۲) میں [کہتے ہیں: قد تواتر الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیرالمومنین علیا فی جوف الکعبۃ... و لم یولد فیھا احد سواہ قبلہ و لا بعدہ؛ تواتر کے ساتھ یہ بات نقل ہوئی ہے کہ فاطمہؑ بنت

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

اسد نے امیر المومنینؑ کو جوف کعبہ میں جنم دیا...اور کعبے میں ان کے سوا کوئی پیدا نہیں ہوا نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد]

۱۸۔ محمد بن طلحہ الشافعی (م ۶۵۲) نے مطالب السؤل میں؛

۱۹۔ لکھنوی حنفی (م ۱۲۲۵) نے وسیلۃ النجاۃ (ص:۶۰) میں[نقل کیا: ولادة معدن الكرامة فی جوف الكعبة و لم يولد احد فيها غيره ؛ و قد خصه الله تعالى بهذه الفضيلة و شرف الكعبة بهذا الشرف؛اس معدن حکمت کی ولادت جوف کعبہ میں ہوئی اور ان سے پہلے کوئی یہاں متولد نہیں ہوا؛ خدا نے علیؑ کو اس کے ذریعے فضیلت سے خاص کیا اور کعبے کو اس کے ذریعے سے شرف بخشا]

۲۰۔ سید محمود آلوسی (م ۱۲۷۰) نے کتاب شرح الخریدہ فی شرح القصیدۃ العینیۃ (ص:۱۵) میں ولادت جناب امیرؑ کو مشہورات میں سے جانتے ہوئے لکھا:[و فی كون الامير كرم الله وجهه ولد فی البيت امر مشهور فی الدنيا و ذكر فی كتب فريقين السنة و الشيعة... و لم يشتهر وضع غيره كرم الله وجهه ، كما اشتهر وضعه ... ؛اور جناب امیرؑ بیت اللہ میں متولد ہوئے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو دنیا میں مشہور اور شیعہ و سنی کتب میں مذکور ہے...اور اس طرح کی بات علیؑ کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسی مشہور نہیں جیسے یہ علیؑ کے لیے مشہور ہے...]

[۲۱۔ النخجوانی (حیات در ۷۲۴) اپنی کتاب تجارب السلف (ص:۳۷) میں کہتے ہیں: ان عليا ولد فی الكعبة...؛ بے شک علی کعبے میں متولد ہوئے۔

present ziaraat.com

۲۲۔ دیار بکری (م ۹۸۲) اپنی کتاب تاریخ خمیس (ج ۱، ص ۲۷۹) میں کہتے ہیں: ولد علی بن ابی طالب فی الکعبۃ...؛ علیؑ کعبے میں متولد ہوئے۔

۲۳۔ علامہ محمود بن محمد الشیخانی القادری الشافعی المدنی (قرن ۱۱) اپنی کتاب الصراط السوی (ص: ۱۵۲) میں راقم ہیں: لم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ ...؛ علی کے علاوہ کوئی کعبے میں متولد نہیں ہوا نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد....

۲۴۔ حلبی شافعی (م ۱۰۴۴) اپنی کتاب السیرۃ الحلبیہ (ج ۱، ص ۱۵۴) میں لکھتے ہیں: ان علیا ولد فی الکعبۃ؛ یہ علیؑ کی ولادت کعبے میں ہوئی ہے۔

۲۵۔ صفی الدین احمد بن الفضل بن محمد باکثیر الحضرمی الشافعی (قرن ۱۱) اپنی کتاب وسیلۃ المآل (ص: ۲۸۲) میں کہتے ہیں: کانت ولادتہ بالکعبۃ المشرفۃ و ھو اول من ولد بھا ، بل لم یعلم ان غیرہ ولد بھا؛ علی کی ولادت کعبے میں ہوئی اور وہ پہلے شخص تھے جو کعبے میں متولد ہوئے بلکہ ان کے علاوہ کوئی اور بچہ ایسا نہیں جس کی کعبے میں ولادت کے بارے میں علم ہو۔

۲۶۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲) مدارج النبوۃ (ج ۲، ص ۵۳۱) میں راقم ہیں: ان ولادتہ کانت فی جوف الکعبۃ؛ علیؑ کی ولادت جوف کعبہ میں ہوئی۔

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

۲۷۔ حافظ محمد بن معتمد خان البدخشانی الحارثی (قرن ۱۲) اپنی کتاب مفتاح النجا فی مناقب آل العبا (ص: ۱۱۵) میں لکھتے ہیں: ولد بمکۃ فی بیت الحرام ... ولم یولد قط فی بیت اللہ تعالی مولوہ سواہ لا قبلہ و لا بعدہ ...

۲۸۔ القنوجی (م ۱۳۰۷) اپنی کتاب تکریم المومنین (ص: ۹۹) میں کہتا ہے: ولدۃ فی مکۃ المکرمۃ فی جوف بیت اللہ الحرام ، ولم یولد احد غیرہ فی ھذا المکان المقدس؛ علیؑ مکے میں کعبے کے اندر متولد ہوئے اور ان کے علاوہ کوئی بھی اس مقدس مکان میں متولد نہیں ہوا۔

۲۹۔ شبلنجی (قرن ۱۳) اپنی کتاب نور الابصار (ص: ۳۶) میں کہتے ہیں: ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ۔

۳۰۔ الشنقیطی (قرن ۱۴) نے اپنی کتاب کفایۃ الطالب فی فضائل علی بن ابی طالب (ص: ۳۷) میں لکھا: ان من مناقبہ کرم اللہ وجہہ انہ ولد فی داخل الکعبۃ ، ولم یعرف ذالک لاحد غیرہ الا حکیم بن حزام؛ بے شک یہ علیؑ کے مناقب میں سے ہے کہ وہ کعبۃ اللہ کے اندر متولد ہوئے اور ہم اس فضیلت کے حامل کسی اور شخص کو نہیں جانتے سوائے حکیم بن حزام کے۔

۳۱۔ عباس محمود العقاد (معاصر) اپنی کتاب عبقریۃ الامام (ص: ۴۳) میں کہتے ہیں: ولد علی فی داخل الکعبۃ... علیؑ کعبۃ اللہ کے اندر متولد ہوئے۔]

present ziaraat.com

امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبہ احادیث معصومینؑ میں

۱۔امیر المومنینؑ نے فرمایا: أنا أمي فاطمة بنت أسد لما قرب وضع حملها كانت في الحرم، فانشق حائط الكعبة، وسمعت قائلا يقول لها :أدخلي،فدخلت في وسط البيت، وأنا ولدت به، وليس لأحد هذه الفضيلة لا قبلي و لا بعدي؛ جب میری والدہ فاطمہؑ بنت اسد کا وقت حمل نزدیک آیا، توکعبے کی دیوار پھٹ پڑی اور انہوں نے ایک آواز سنی جس میں انہیں مخاطب کر کے کہا گیا: داخل ہو جا! اور وہ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئیں اور میں وہاں متولد ہوا اور یہ فضیلت میرے علاوہ کسی کے لیے نہیں نہ مجھ سے پہلے اور نہ میرے بعد۔[1]

۲۔امام حسن مجتبیٰؑ نے اپنے اس خطبے میں جو آپ نے امام علیؑ کی شہادت کے بعد ارشاد فرمایا اور جس میں آپ نے امام متقیان کے فضائل گنوائے، یوں فرمایا: آج کی شب میں وہ شخص اس دنیا سے رخصت ہوا ہے کہ نہ تو اس سے پہلے گزر جانے والے لوگ میدان عمل میں اس تک پہنچ سکے اور نہ اس کے بعد والے پہنچ پائینگے؛ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتا اور اپنی جان کی بازی لگا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنے علم کے ساتھ بھیجتے، اس حال میں کہ جبرائیل نے انہیں دائیں جانب سے اور میکائیل نے انہیں بائیں جانب سے اپنے حلقے میں لے رکھا ہوتا تھا اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹتا تھا جب تک خدا

[1] انوار النعمانیہ: ج۱، ص۳۷۰.

present ziaraat.com

اس کے ہاتھوں پر فتح نہیں دلوادیتا تھا۔ و لقد ولد في بيت الله الحرام و لم يولد فيه أحد غيره قط. وہ خانہ خدا میں متولد ہوا اور جبکہ (اس کے علاوہ) کوئی دوسرا وہاں متولد نہیں ہوا۔[1]

۳۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَسَدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ضَرَبَهَا الطَّلْقُ وَ هِيَ فِي الطَّوَافِ فَدَخَلَتِ الْكَعْبَةَ فَوَلَدَتْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع فِيهَا. فاطمہؑ بنت اسد پر کیفیت ولادت طاری ہوئی اس وقت جب وہ طواف فرما رہی تھیں، آپ کعبے میں داخل ہوئیں اور امیر المومنینؑ وہیں پر متولد ہوئے۔[2]

۴۔ امام جعفر صادقؑ نے بھی اپنے اجداد کے توسط سے امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبے کے واقعے کو مفصلاً نقل فرمایا ہے [جسے ہم اس سے قبل پیش کر آئے ہیں][3]

امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبے کے غیر معصوم روات

۱۔ عباس بن عبد المطلب (م ۳۲) رسول اللہ ﷺ کے چچا جو خود اس ماجرے کے چشم دید گواہ تھے اور اکثر روایات ان پر اور یزید بن قعنب پر جو دونوں ہی اس واقعے کے ناقل ہیں، منتہی ہوتی ہیں۔[4]

[1] الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۸۸۸.

[2] روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۸۱.

[3] امالی طوسی؛ الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۱۷۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۲۲.

[4] امالی شیخ طوسی: ص ۷۰۶؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲ ص ۱۷۴.

present ziaraat.com

۲۔ یزید بن قعنب: جو خود اس واقعے کے شاہد ہیں اور اس واقعے کو نقل کرتے ہیں۔[1]

۳۔ عتاب بن اُسید (م ۲۲): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ طوسی نے اس واقعے کو انہی سے نقل کیا ہے۔[2]

۴۔ عائشہ بنت ابی بکر (م ۵۷): شیخ طوسی نے اس واقعے کو انہی سے نقل کیا ہے اور ظاہراً ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ روایت عباس اور یزید بن قعنب سے نقل کی ہے۔[3]

۵۔ میثم تمار (م ۶۰) امیر المومنینؑ کے باوفا اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے اس واقعے کو ایک مرد کی زبانی نقل کیا ہے جو عرب کے بزرگان کی ایک جماعت کے پاس آیا جو امیر المومنینؑ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ اس مرد نے کہا: تم میں سے کون ہے جو شجاعت میں چنا ہوا ہے... اور کعبۃ اللہ میں متولد ہوا ہے...[4]

۶۔ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ جو رسول اللہ کے اصحاب اور اہلبیتؑ کے باوفا ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ امام باقرؑ کے زمانے تک زندہ رہے اور ان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ ان کی

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۱۷۲؛ روضۃ الواعظین: ص ۷۶.

[2] مصباح المتہجد: ص ۸۱۹؛ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۷.

[3] امالی طوسی: ص ۷۰۶.

[4] اربعینۃ للابی الفوارش الرازی: ص ۹ مخطوط؛ الفضائل ابن شاذان قمی: ص ۲؛ نوادر المعجزات: ص ۳۲؛ عیون المعجزات: ص ۲۴.

present ziaraat.com

وفات (۸۷ھ) میں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں: جب امیر المومنینؑ کی ولادت کا وقت نزدیک آیا تو جناب فاطمہؑ بنت اسد بیت اللہ کی طرف آئیں اور عرض کی: اے میرے خدا! میں تجھ پر اور جو کچھ تیری جانب سے انبیاء اور کتب میں سے آیا ہے پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے جد ابراہیمؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں، اس ہستی کے صدقے جس نے اس گھر کو بنایا ہے اور اس مولود کے واسطے جو میرے شکم میں ہے، مجھ پر زچگی کی مشکل کو آسان فرمادے، اچانک کعبے کی دیوار پھٹی اور وہ اس میں داخل ہو گئیں، وہاں آسیہ و مریم و حواء و مادر موسیٰ اور دوسری خواتین موجود تھیں، اور انہوں نے وہی رسومات و اعمال انجام دیے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر انجام دیے تھے۔[1]

۷۔ انس بن مالک (م ۹۳) جو کئی سال تک رسول اللہ ﷺ کے غلام رہے انہوں نے بھی اس واقعے کو عباس اور یزید بن قعنب سے روایت کیا ہے۔

۸۔ سعید بن جبیر (ش ۹۴) بزرگ تابعین اور امام سجادؑ کے اصحاب میں سے تھے جو محدثین و مفسرین کے درمیان بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ انہیں اہلبیتؑ سے محبت کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے شہید کروادیا تھا۔ انہوں نے بھی اس حدیث کو یزید بن قعنب سے نقل کیا ہے۔[2]

---

[1] کفایۃ الطالب: ص ۴۰۵؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۱۷۲؛ الفضائل ابن شاذان: ص ۵۴.

[2] علل الشرائع: ج ۱، ص ۱۳۵؛ معانی الاخبار: ص ۶۲؛ امالی صدوق: ص ۱۹۴؛ بشارۃ المصطفیٰ: ص ۷؛ کشف الغمۃ: ج ۱، ص ۶۰.

present ziaraat.com

۹۔ موسی بن یسار (م ۱۱۰) تابعین میں سے تھے اور محمد بن اسحاق بن یسار کے چچا تھے اور محمد بن اسحاق انہیں سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا: علی بن ابی طالبؑ کعبے میں متولد ہوئے۔[۱]

۱۰۔ ابو حمزہ ثمالی ثابت بن دینار (م ۱۵۰): امام باقر و صادق و کاظم و رضا علیہم السلام کے اصحاب میں سے تھے اور تین شہیدوں کے والد تھے۔ آئمہ نے ان کی اس طرح تمجید فرمائی کہ انہیں سلمان فارسیؓ کی مثل قرار دیا۔ (رجال نجاشی) اور اہلسنت رجالیوں نے ان کی اس وجہ سے تضعیف کی۔[۲]

۱۱۔ ام عمارۃ بنت عبادہ بن نضلۃ بن مالک بن عجلان الساعدی: امام سجادؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے نزدیک ایک مجلس میں جس میں امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ متعدد خواتین موجود تھیں ایک خاتون بنام زیدہ بنت قریبۃ بن العجلان جو بنی ساعدہ سے تھی سے حدیث سنانے کی خواہش کی، انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میری ماں ام عمارہ بنت عبادۃ بن نضلۃ نے میرے لیے نقل کیا ہے... اور اس کے بعد اس نے امیر المومنینؑ کی ولادت کا واقعہ نقل کیا۔[۳]

---

[۱] روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۸۱؛ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۲۳.

[۲] روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۸۱؛ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۲۳؛ تہذیب التہذیب: ج ۲، ص ۷.

[۳] العمدۃ: ص ۲۷.

present ziaraat.com

جناب امیرؑ کی کعبے میں ولادت سے انکار

ان تمام شواہد اور قطعی ادلہ کے باوجود یہ بات بڑی ہی تعجب خیز ہے کہ ابن ابی الحدید جیسے شخص نے جو ایک صاحب دقت شخص ہے اور دوسروں کی نسبت امیر المومنینؑ کے فضائل کی بابت اہل انصاف بھی ؛اس مسئلے کے بارے میں توقف اختیار کیا بلکہ وہ تو صاف انکار کرے ہوئے کہتا ہے:

علیؑ کے محل ولادت کے بارے میں اختلاف ہے ، بہت سے شیعہ یہ سوچتے ہیں کہ وہ کعبے میں پیدا ہوئے لیکن محدثین اس بات کو قبول نہیں کرتے اور ان کا کہنا ہے کہ کعبے میں حکیم بن حزام کے علاوہ کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔[۱]

قاضی فضل اللہ بن روزبہان اصفہانی حنفی بھی کہتا ہے: یہ بات شیعوں کے نزدیک مشہور ہے لیکن علمائے تاریخ اسے صحیح نہیں جانتے بلکہ ان کا تو کہنا ہے: کعبے میں حکیم بن حزام کے علاوہ کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔[۲]

ان دونوں افراد کے کلام سے دو نکتے بر آمد ہوتے ہیں:

۱۔ مؤرخین و محدثین امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت کو قبول نہیں کرتے اور یہ فقط شیعوں کے یہاں مشہور ہے۔

---

[۱] شرح نہج البلاغہ: ج۱، ص۱۴.

[۲] ابطال نہج الحق.

present ziaraat.com

۲۔فقط حکیم بن حزام ہے جو کعبے میں پیدا ہوا۔

پہلا ادعا: عدم صحت ولادت جناب امیرؑ در کعبہ

مؤرخین و محدثین کے نزدیک خبر ولادت امیر المومنینؑ در کعبہ کی عدم صحت (کا دعویٰ) ایک عجیب بات ہے وہ بھی ابن ابی الحدید جیسے صاحب فن شخص سے! کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ مورخین کی کثیر روایات اس مسئلے پر شاہد ہیں اور حاکم نیشاپوری اور ذہبی جیسے علماء نے بھی اسے متواتر جانا ہے۔

ہم نے اس بارے میں مورخین و محدثین شیعہ واہل سنت کے متعدد اقوال نقل کیے ہیں: جیسے فاکہی، مسعودی، قفال شافعی، حاکم نیشاپوری، بستی معتزلی، ابن مغازلی، موصلی شافعی، سبط ابن جوزی، گنجی شافعی، اور یہ سب کہ سب اہلسنت کے یہاں قابل قبول ہیں اور آخر کے تین افراد تو ابن ابی الحدید کے ہم عصر بھی ہیں۔اور ان کے بعد بھی کتنے ہی علماء اہلسنت نے اس امر کی تصریح فرمائی اور اسے ایک امر مسلم کی صورت میں پیش کیا، جبکہ ان میں سے بعض نے اس بارے میں تواتر کا دعوی کیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہذا یہ دونوں ادعا یعنی ولادت جناب امیرؑ کا کعبے میں متولد ہونا فقط شیعوں کے نزدیک مشہور ہے نہ سنی حضرات کے یہاں اور ولادت جناب امیرؑ کی عدم صحت در کعبہ دونوں ہی واضح البطلان ہیں۔

present ziaraat.com

دوسرا ادعا: کعبے میں حکیم بن حزام کا پیدا ہونا

وہ ابو خالد حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد، جناب خدیجہ کا بھتیجا تھا۔ بعض اہلسنت مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ کعبۃ اللہ میں پیدا ہوا۔ من جملہ ازرقی ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد، جو اپنی سند سے نقل کرتا ہے کہ حکیم بن حزام کی ماں جس کا نام فاختہ بنت زہیر تھا حاملہ تھی جب وہ کعبے میں داخل ہوئی اور اس کو اسی جگہ پر درد زے نے آلیا جس کے نتیجے میں اس نے وہیں حکیم کو جنم دیا۔[1]

زبیر بن بکار (م ۲۵۶) نے بھی اس روایت کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ ایک چمڑا لایا گیا اور حکیم کی ماں نے کعبے کے اندر اسے اس چمڑے پر جنم دیا۔[2]

ابو جعفر محمد بن حبیب (م ۲۷۹) نے بھی اسی روایت کو نقل کیا۔[3]

فاکہی ابو عبداللہ محمد بن اسحاق (م ۲۷۵) نے بھی ام خالد سے نقل کیا کہ اس نے کہا: اول من ولد فی الکعبۃ حکیم بن مزاحم... و اول من ولد فی الکعبۃ من بنی ہاشم من المہاجرین علی بن ابی طالب ؛[4] یہ دونوں افراد علیؑ کی ولادت کو کعبے میں صحیح مانتے

---

[1] اخبار مکہ: ج ۱، ص ۱۷۴.

[2] جمہرۃ النسب: ص ۳۵۳.

[3] المحبر: ص ۱۷۶.

[4] اخبار مکہ: ج ۳، ص ۲۲۶

present ziaraat.com

ہیں لیکن حکیم کو کعبے میں پیدا ہونے والا پہلا انسان اور علی بن ابی طالبؑ کو بنی ہاشم اور مہاجرین میں سب سے پہلے کعبے میں متولد ہونے والا مانتے ہیں۔

حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵) مستدرک میں دو مقامات پر حکیم بن حزام کے کعبے میں متولد ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔[1] اس کے علاوہ اگر دوسرے افراد نے اس بات کو نقل کیا ہے یا اس کی جانب اشارہ کیا ہے تو انہوں نے انہی مذکورہ افراد بالخصوص حاکم نیشاپوری سے ہی نقل کیا ہے۔

اس دعوے کے جواب میں ہم کہیں گے:

اولا: ہمارا پہلا دعوی یہ ہے کہ جناب امیرؑ کعبے میں متولد ہوئے ہیں؛ اب چاہے ان سے پہلے یا بعد میں بھی کوئی کعبے میں پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو؟ اس امر پر کثیر روایات متواتر دلالت کرتی ہیں اور اس معاملے میں ابن ابی الحدید اور فضل بن روزبہان کا انکار کرنا ایک فضول اور بے فائدہ عمل ہے۔

یہاں تک کہ جب حاکم نیشاپوری نے مصعب بن عبداللہ سے حکیم کی کعبے میں ولادت کا واقعہ نقل کیا اور ساتھ ہی اس کا یہ جملہ بھی نقل کیا کہ: کوئی بھی حکیم بن حزام سے پہلے یا اس کے بعد کعبے میں متولد نہیں ہوا؛ تو حاکم نیشاپوری خود ہی اس بات پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہتے

[1] المستدرک: ج۳، ص۵۴۹.

present ziaraat.com

ہیں: مصعب نے جو کلام کے آخر میں بیان کیا ہے اس میں وہ غلطی کا شکار ہوئے ہیں؛ کیونکہ متواتر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاطمہؑ بنت اسد نے امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب کو کعبے کے اندر جنم دیا ہے۔[1]

ثانیا: حکیم بن حزام کی ولادت پر مبنی حدیث سند کے اعتبار سے مخدوش ہے؛ کیونکہ ازرقی کی سند میں عبدالعزیز بن عمران ہے جس کے بارے میں یحیی بن معین کہتا ہے: کہ ثقہ نہیں ہے وہ فقط اہل شعر تھا؛ بخاری بھی اس کے بارے میں کہتا ہے: اس کی حدیث لکھی نہیں جاتی (بلکہ)اس کی حدیث ناہنجار ہے۔[2]

اور زبیر بن بکار کی روایت، اس نے یہ روایت مصعب بن عثمان سے نقل کی ہے جو کہ زبیر بن عوام کی اولاد میں سے ہے یعنی مصعب بن عثمان بن مصعب بن عروۃ بن زبیر بن عوام۔ مصعب بن عثمان نہ فقط یہ کہ مشہور نہیں ہے بلکہ اس کی حکیم بن حزام کی ولادت سے متعلق روایت جو بعض افراد کے قول کے مطابق اسلام سے ۶۰ سال قبل ہوئی تھی، مرسل قرار پائے گی، کیونکہ اس میں اور مذکورہ واقعے میں ۲۵۰ سال کا فاصلہ حائل ہے۔اور کوئی بعید نہیں کہ یہ واقعہ بنوامیہ کی ٹکسال ساز حدیث کے کارخانے کی پیداوار ہو جو زبانوں پر چڑھ گیا اور مصعب

---

[1] المستدرک: ج۳، ص ۵۵۰.

[2] الجرح والتعدیل: ج۲، ص۳۹۰؛ ہیثمی کہتا ہے: ضعیف جدا؛ میزان الاعتدال: ج۲، ص۶۳۲.

present ziaraat.com

بن عثمان جیسے افراد جو خاندان زبیر سے اور عروہ بن زبیر کی اولاد تھے، انہوں نے اس کا استقبال کیا جو معمولاً امیر المومنینؑ سے منحرف تھے۔

ابن حبیب کی المحبر والی روایت مرسل ہے اور اس میں موجود وسائط واضح نہیں جو اس میں اور اس سے (۱۴۰) سال پہلے واقع ہونے والے امر کے درمیان موجود ہیں۔

اور فاکہی کی روایات جو اس نے اخبار مکہ میں نقل کی ہیں تو اس میں پہلی سند تو مرسل ہے اور دوسری سند اس طرح ہے: ابوعبداللہ محمد اسحاق بن العباس الفاکہی؛ حدثنا احمد بن حمید ؛ عن الاصعمی؛ عن ابی الزناد؛ عن ابراہیم بن عقبہ؛ قال سمعت ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص ؛ تقول: کان ابی اول من کتب بسم اللہ الرحمن الرحیم و اول امرأۃ ضربھا الطلق و ھی متعلقہ باستار الکعبۃ اخت عمر بن الخطاب و اول من ولد فی الکعبۃ حکیم بن مزاحم[1]۔

اس سند میں چند نکتے ہیں:

اول: اصمعی جس کا نام عبد الملک بن قریب ہے اور وہ ادبیات میں مشہور انسان ہے، کے اعتبار کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے؛ بعض مثل ابن معین نے اسے معتبر جانا ہے لیکن بعض جیسے ازدی نے اسے ضعیف الحدیث شمار کیا ہے بلکہ ابو زید انصاری نے اسے کذاب کہا ہے۔[2]

---

[1] اخبار مکہ: ج۳، ص۲۳۶.

[2] میزان الاعتدال: ج۲، ص۶۶۲.

present ziaraat.com

دوم: ہر چند کہ ابو الزناد جو عبداللہ بن ذکوان ہے، کو اکثر رجالیوں نے ثقہ جانا ہے لیکن ربیعہ کہتا ہے وہ ثقہ نہیں ہے اور وہ تو ویسے بھی بنوامیہ کے کارندوں میں سے تھا اور اپنی زندگی کے اختتام تک ان کے لیے کام کرتا رہا اور یہی وجہ تھی کہ مالک بن انس اسے پسند نہیں کرتے تھے۔[1]

سوم: ابراہیم بن عقبہ اگر ابن عیاش اسدی آزاد کردہ آل زبیر ہو تو اس کی توثیق وارد ہوئی ہے لیکن اس کے ترجمہ میں آیا ہے: ابو الزناد اس کے مشائخ میں سے ہے اور وہ ابو الزناد سے روایت کرتا ہے؛[2] جبکہ اس سند میں اس کے برعکس ہو گیا ہے اور ابو لزناد نے ابراہیم بن عقبہ سے روایت نقل کی ہے؛ بنابریں؛ ممکن ہے کہ وہ ابراہیم بن عقبہ الراسبی ابو رزام ہو جس کی توثیق موجود نہیں۔[3]

چہارم: ام خالد جس کا نام اَمۃ ہے اور وہ زبیر بن عوام کی زوجہ ہے۔ ہر چند کہ انہوں نے اپنی جوانی میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف پایا ہے لیکن اس کے علاوہ کہ ان کی توثیق وارد نہیں ہے اور ہمارے نزدیک نظریہ عدالت صحابہ مردود ہے، وہ حکیم بن حزام کی ولادت کے واقعے کو بنا کسی سند کے مرفوع نقل کرتی ہیں کیونکہ وہ قطعی طور پر اس

---

[1] میزان الاعتدال: ج۲، ص۴۱۸.

[2] تہذیب التہذیب: ج۱، ص۱۶۵.

[3] ایضاً.

present ziaraat.com

واقعے کے وقت موجود نہیں تھیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حکیم بن حزام کے تولد کا ماجرا بعثت سے ۶۰ سال پہلے کا ہے۔ بنا بریں، ان کی روایت مرسل ہے اور قابل اعتماد نہیں بالخصوص اس خبر کے مقابل جس میں کثیر علماء نے تصریح کی ہے کہ علی بن ابی طالبؑ کے سوا اور کوئی کعبے میں متولد نہیں ہوا۔

اور حاکم کی مستدرک میں بیان شدہ روایت مرسل ہے کیونکہ اسے حاکم نے دو واسطوں سے علی بن عثام عامری (م ۲۲۸) سے نقل کیا ہے جو حکیم کی ولادت سے ۲۹۰ سال کا فاصلہ رکھتا ہے۔

حاکم کی دوسری روایت بھی دو واسطوں کے ذریعے مصعب بن عبداللہ (م ۲۳۶) سے نقل ہوئی ہے اور اس کے اور حکیم کی ولادت جو اسلام سے ۶۰ سال قبل ہے، میں ۳۰۰ سے زائد سالوں کا فاصلہ ہے لہذا یہ روایت بھی مرسل ہے اور قابل اعتماد نہیں۔

اور ان سب سے اہم چیز یہ ہے کہ حاکم کی روایت خود ان کی اپنی رائے کے مخالف ہے کیونکہ حافظ گنجی شافعی (م ۶۵۸) حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: امیرالمومنینؑ علی بن ابی طالب مکے میں بیت اللہ الحرام کے اندر شب جمعہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل کو متولد ہوئے؛ ولم یولد قبلہ و لا بعدہ مولود فی بیت اللہ الحرام سواہ اکراما لہ بذلک و اجلالا

present ziaraat.com

لمحلہ فی التعظیم۔[1] یعنی علی بن ابی طالبؑ کعبے کے اند متولد ہوئے اور ان سے قبل و بعد کوئی بھی نوزاد اس جگہ پیدا نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ دوسرے وہ مصادر جنہوں نے حکیم بن حزام کی ولادت کا کعبے میں ذکر کیا ہے ؛ جیسے ابن عبدالبر؛ابن الجوزی؛ابن الاثیر؛المزی؛ابن کثیر؛ابن حجر وغیرہ ان سب نے حاکم یا ابن بکار سے ہی روایت نقل کی ہے۔[2]

حاصل بحث یہ ہے کہ یہ تمام روایات قابل اعتماد نہیں بالخصوص شیعہ سنی بزرگ علماء کی تصریحات کے مقابل جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کعبہ مکرمہ میں سوائے امیرامومنین علیؑ کے اور کوئی متولد نہیں ہوا۔[جیسا کہ ہم اس سے قبل شیعہ سنی علماء کے اس بارے میں اقوال نقل کر آئے ہیں]

اور بعید نہیں کہ یہ روایت یعنی حکیم بن حزام کا کعبے میں متولد ہونا، معاویہ یا اس کے ہم فکر گروہ جو کہ بنو ہاشم کے مخالف اور امیرالمومنینؑ کے دشمن تھے نے گھڑی ہو تا کہ اپنے طرفداروں کے مقام کو بلند کر کے دکھائیں اور امیرالمومنینؑ کے فضائل میں سرقت کریں جیسا کہ تاریخ میں ایسے متعدد موارد مذکور ہیں۔

---

[1] کفایۃ الطالب: ص۴۰۷.

[2] الاستعیاب: ج۱، ص۳۲۰؛صفۃ الصفوۃ: ج۱، ص۷۲۵؛اسد الغابۃ: ج۲، ص۴۰؛تہذیب الکمال: ج۱۳، ص۳۶۳؛البدایۃ والنہایۃ: ج۸، ص۶۸؛الاصابۃ: ج۱، ص۳۶۹.

present ziaraat.com

مولود کعبہ بس علیؑ؛ علماء کا اعتراف

حکیم بن حزام کی ولادت در کعبہ کی عدم صحت پر قطعی مؤید علماء کی اکثریت کی آراء اور راویوں کا امیر المومنینؑ کی ولادت درر کعبۃ اللہ کی تصریح کرنا ہے؛ اس صورت میں کہ امیر المومنینؑ سے قبل کوئی بھی کعبے میں پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے بعد۔

شیعہ علماء کا اعتراف

ا۔ سید رضیؒ (م ۴۰۶) فرماتے ہیں: و لا نعلم مولودا ولد فی الکعبۃ غیرہ؛ اور ہمارے علم میں علیؑ کے علاوہ کوئی ایسا بچہ نہیں جو کعبے میں متولد ہوا ہو۔[1]

۲۔ شیخ مفید (م ۴۱۳) فرماتے ہیں: امام علیؑ بیت الحرام کے اندر بروز جمعہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل کو متولد ہوئے اور ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد کوئی بچہ بھی اس مقام پر پیدا نہیں ہوا اور یہ خدا کی جانب سے ان کے مقام بالا اور ان کی بلند منزلت کی تجلیل کی غرض سے تھا۔[2]

سید مرتضیٰ علم الہدیؒ (م ۴۳۶) فرماتے ہیں: لا نظیر لہ فی ھذہ الفضیلۃ؛ امیر المومنینؑ کا اس فضیلت میں کوئی ثانی نہیں۔[3]

---

[1] خصائص الائمہؑ: ص ۲۵.

[2] الارشاد: ۷.

[3] القصیدۃ المذھبۃ: ص ۱۱۹.

present ziaraat.com

۴۔ابن الصوفی علی بن ابی الغنائم (م بعد از ۴۴۱) جنہیں سید ابن طاؤوس نے اپنے زمانے میں علم الانساب میں افضل العلماء مانا ہے، اپنی کتاب المجدی میں جو نسب شناس افراد کے یہاں بلا کسی تفریق کے قابل اعتماد ہے فرماتے ہیں: و ما یولد قبلہ احد فیھا؛ اور علیؑ سے پہلے کوئی بھی کعبے میں پیدا نہیں ہوا۔

۵۔ شیخ طبرسیؒ (م ۵۴۸) بھی فرماتے ہیں: و لم یولد قط فی بیت اللہ تعالی مولود سواہ لا قبلہ ولا بعدہ و ھذہ فضیلۃ خصہ اللہ تعالی بھا اجلالا لمحلہ و منذلتہ و اعلاء لقدرہ؛ کعبۃ اللہ میں علیؑ کے سوا اور کوئی متولد نہیں ہوا نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد، اور یہ وہ فضیلت ہے جسے خدا نے انہیں سے خاص فرمایا؛ ان کے مقام کی جلالت کی خاطر...[1]

۶۔ابن البطریق حلی (م ۶۰۰) نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے۔[2]

۷۔نامور مورخ مسعودی کہتے ہیں: ما ولد فی الکعبۃ قبلہ و لا بعدہ غیرہ؛ علیؑ سے پہلے یا بعد میں کوئی بھی کعبے میں متولد نہیں ہوا۔[3]

ان کے بعد کثیر علمائے تشیع نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے جیسے ابن عنبۃ (م ۸۲۸) نے عمدۃ المطالب میں۔ بلکہ بعض علماء نے تو اس بارے میں اجماع تک کا دعویٰ کیا ہے جیسے:

---

[1] اعلام الوریٰ: ص ۱۵۳.

[2] العمدۃ: ص ۲۴.

[3] اثبات الوصیۃ.

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

۸۔زین العابدین بن اسکندر شیر وانی (م قرن ۱۲) کہتے ہیں: ان من المتفق علیہ ان غیرہ صلوت اللہ علیہ لم یولد ھناک ؛اس بات پر اتفاق ہے کہ علیؑ کے علاوہ کوئی بھی کعبے میں پیدا نہیں ہوا۔[1]

۹۔ محدث نوریؒ(م ۱۳۲۰)فرماتے ہیں: امیر المومنینؑ کی یہ روشن فضیلت ہر زمانے میں کثیر روایات، کلمات علماء، خطبات اور اشعار میں میں وارد ہوئی ہے اور یہ امام علیؑ کے مخصوص امتیازات میں سے ہے جس میں کوئی پیغمبر یا وصی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں؛و لا یبعد کونها من ضروریات مذهب الا ما میة و لم تزل الشیعة تفتخر بها۔اور بعید نہیں کہ یہ مذہب امامیہ کی ضروریات میں سے ہو اور شیعہ ہر دور میں اس پر فخر کرتے آئے ہیں۔[2]

اہلسنت علماء کے اعتراف

اہلسنت میں سے بھی کئی علماء نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے؛ جیسے:

۱۔حاکم نیشاپوری(م ۴۰۵) [3]

۲۔ بستی معتزلی(م ۴۲۰) کہتے ہیں: کوئی بھی مکان کعبے سے زیادہ صاحب شرف نہیں اور (یہ) پاکیزہ بچہ افضل ترین مکان میں متولد ہوا اور یہ بہترین فضائل میں سے ہےو لیس هذا

---

[1] بستان السیاحۃ: ص ۵۴۳.

[2] اللؤلؤ والمرجان: ص ۱۶۳.

[3] کفایۃ الطالب: ص ۴۰۷.

present ziaraat.com

للمشائخ و لا کاحد نعرفہ؛ اور ہم اس امر کے بارے میں نہ تو کسی بزرگ اور نہ ہی کسی اور کے بارے میں جانتے ہیں۔ اور ایک اور مقام پر کہتے ہیں ان کے لیے ایک مسجد میں خاص اور فضیلت ہے جو کسی کو حاصل نہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ کعبے میں متولد ہوئے ہیں۔[1]

۳۔ گنجی شافعی (م ۶۵۷) کفایت الطالب ص ۴۰۶ میں۔

۴۔ جوینی شافعی (م ۷۲۰) فرائد السمطین میں کہتے ہیں: لم یولد فی الکعبۃ الا علی؛ کعبے میں علیؑ کے سوا کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔

۵۔ ابن صباغ مالکی (م ۸۵۵) فصول المہمۃ میں کہتے ہیں: بیت الحرام میں علیؑ سے پہلے کوئی اور متولد نہیں ہوا اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو خدا نے انہی سے خاص فرمائی ہے تاکہ ان کے مقام کو بلند اور ان کے مرتبے کی تجلیل کی جائے۔

۶۔ صفوری شافعی (م ۸۹۴) بھی اسے امیر المومنینؑ کے اختصاصی فضائل میں سے جانتے ہیں۔[2]

۷۔ ابن خاوند شاہ (م ۹۰۳) روضۃ الصفا میں کہتے ہیں: یہ سعادت اول خلقت سے لے کر آخر تک علیؑ کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

---

[1] المراتب: ص ۵۹ و ۶۰.

[2] نزھۃ المجالس: ج ۲، ص ۲۰۴.

present ziaraat.com

۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶) امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت کے بارے میں وارد ہونے والے تواتر اخبار کے بیان کے بعد کہتے ہیں: و لم یولد فیها احد سوال قبلہ و لا بعدہ؛ کعبے میں علیؑ کے علاوہ کوئی متولد نہیں ہوا نہ اس سے پہلے اور نہ ان کے بعد۔[1]

۹۔ لکھنوی حنفی (م ۱۲۲۵) کہتے ہیں: ولد معدن الکرامۃ فی جوف الکعبۃ و لم یولد احد فیها غیرہ و قد خصہ اللہ تعالی بھذہ الشرف ؛ معدن کرامت کعبے میں متولد ہوا اور اس کے علاوہ کوئی بھی اس مقام پر متولد نہیں ہوا اور خدا نے فقط علیؑ کو ہی اس شرف سے خاص فرمایا۔[2]

۱۰۔ سید محمود آلوسی (م ۱۳۴۲) امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبہ کو عالمی شہرت کا حامل بتانے کے بعد کہتے ہیں: کسی دوسرے شخص کا یہاں پر متولد ہونا اس طرح مشہور نہیں جیسے علیؑ کا متولد ہونا مشہور نہیں، بلکہ کسی اور کے لیے تو اس بارے میں اتفاق موجود نہیں...[3]

عجائب ولادت جناب امیرؑ

ایک اہم مسئلہ اس واقعے کی کیفیت و قوع ہے۔ حکیم بن حزام کے بارے میں اگر کچھ لکھے

---

[1] ازالۃ الخفاء: ص ۲.

[2] وسیلۃ النجاۃ: ص ۶۰.

[3] سرح الخریدۃ فی شرح القصیدۃ العینیۃ: ص ۱۵.

present ziaraat.com

کے لیے اس بات کو فرض بھی کر لیا جائے تب بھی بات اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتی کہ اس کی ماں کعبے میں اتفاقی و حادثاتی طور پر داخل ہوئی اور اسی وقت اسے درد زے نے آلیا اور اس نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر بچہ جنا؛ بر فرض اگر یہ واقعہ ہوا بھی ہو، تب بھی کسی اور شخص نے بلکہ خود حکیم نے بھی اس پر افتخار نہیں کیا اور اسے اپنے اور اپنی ماں کے لیے اکرام الٰہی کی علامت نہیں سمجھا۔

لیکن امیر المومنینؑ کی ولادت مختلف جہات سے مولود کعبہ اور ان کی والدہ گرامی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے:

۱۔ فاطمہؑ بنت اسد کعبے سے باہر تھیں جب ان پر آثار ولادت نمودار ہوئے یا بعض روایات کے مطابق جب ان پر یہ حالت طاری ہوئی تو وہ کعبے کے نزدیک آئیں اور دعا فرمائی تا کہ خدا ان پر اس مشکل گھڑی کو آسان فرما دے۔

۲۔ ان کی دعا کی قبولیت کے اثر کی وجہ سے کعبے کی دیوار پھٹی اور وہ اس میں داخل ہو گئیں اور دیوار دوبارہ جڑ گئی۔

۳۔ خدائی اعجاز کے نتیجے میں در کعبہ کا قفل کھولنے کی جتنی بھی کوشش کی گئی تا کہ مادر امیرؑ کی مدد کی جائے لیکن وہ در نہ کھلا۔

present ziaraat.com

۴۔ تین روز تک خدا نے امیر المومنینؑ کی والدہ کو مہمان رکھا؛ اور یہ فقط وہی جانتی ہیں کہ ان تین دنوں میں ان دونوں پر کیا کیا مادی و معنوی فیوضات نازل ہوئے جنہیں روایات میں دشوار علوم اور تفویضِ امر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۔ خدائی اعجاز سے دیوار کعبہ پھر اسی مقام سے شگافتہ ہوئی اور فاطمہؑ بنت اسد اپنے ماہ دو ہفتہ کے ساتھ باہر تشریف لائیں۔

۶۔ اس نوزاد کے لیے نام علیؑ خدا کی جانب سے معین ہوا۔

یہ ہے وہ بے مثال عظمت و کرامت جس کی وجہ سے علماء نے امیر المومنینؑ کی شرافت کا اعتراف کیا، یہاں تک کہ جناب امیرؑ کی والدہ ماجدہ نے بھی اس ولادت کی وجہ سے جہان کی تمام خواتین پر افتخار فرمایا حتی آسیہ اور مریمؑ پر بھی، جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ابن شہر آشوب کہتے ہیں: پاک فرزند، پاک نسل سے پاک مکان میں متولد ہوا؛ یہ کرامت کہاں کسی اور کے لیے ملے گی؟ افضل ترین مکان حرم ہے، اور حرم کا افضل ترین نقطہ مسجد ہے، اور مسجد کا افضل ترین بقعہ کعبہ ہے اور اس میں علیؑ کے سوا کوئی اور مولود متولد نہیں ہوا۔ کوئی مولود ایسا نہیں جو امیر المومنینؑ کی طرح بہترین دن یعنی جمعہ کو ماہ حرام یعنی رجب میں بیت الحرام یعنی کعبۃ اللہ میں متولد ہوا ہو۔[1]

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۲۳.

present ziaraat.com

اور کتنے ہی علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ کعبے میں متولد ہونا امیر المومنینؑ کی مخصوص فضیلت ہے جو خدا نے انہی سے خاص فرمائی ہے تاکہ ان کے مقام کی تجلیل اور ان کی عظمت کا اظہار فرمائے۔[1]

ابن جبر (از علمائے قرن ۷) جناب امیر المومنینؑ اور یونسؑ میں موجود شباہت کے بارے میں کہتے ہیں: جناب یونسؑ نے خدا کی اس مکان [یعنی مچھلی کے پیٹ میں] میں عبادت فرمائی جہاں کسی انسان نے عبادت الٰہی نہیں کی اور حضرت علیؑ اس مکان میں متولد ہوئے جہاں نہ کوئی ان سے پہلے متولد ہوا اور نہ ان کے بعد۔[2]

محدث نوریؒ (م ۱۳۲۰) فرماتے ہیں: جناب امیرؑ کی کعبے میں ولادت انہی کے امتیازات میں سے ہے جس میں کوئی نبی یا وصی ان کے ساتھ شریک نہیں۔[3]

اور اہلسنت کے بزرگان نے بھی اس فضیلت کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ ہم حاکم نیشاپوری کا قول نقل کر آئے ہیں اور ان کے علاوہ ابن صباغ مالکی، صفوری شافعی، ابن خاوند شاہ، علامہ محمود بن محمد شیخانی قادری شافعی (قرن ۱۱) نے الصراط السوی میں، حافظ بدخشانی (ق ۱۲) نے مفتاح النجاۃ میں، لکھنوی حنفی اور آلوسی نے بھی اس امر کو ایک عظیم فضیلت کے عنوان سے بیان کیا

[1] کشف الغمۃ: ج ۱، ص ۶۰.

[2] نہج الایمان: ص ۲۶۰.

[3] اللؤلؤ والمرجان: ص ۱۶۳.

present ziaraat.com

ہے۔اور یہ بات حکیم بن حزام کی ولادت مشکوک در کعبہ کی بات سے (بالفرض اگر ثابت بھی ہو جائے) قابل مقائسہ نہیں ہے۔[شیعہ سنی علماء کے امیر المومنینؑ کے واحد مولود حرم ہونے کے حوالے سے اقوال جاننے کے لیے رجوع کیجیے ص: ۲۹تا۴۶]

صد بار اگر کعبہ تَرَک بردارد[1] ہمتای علی نخواہد آمد واللہ

اور ان سب سے بڑھ کر وہ افراد جنھوں نے جناب فاطمہ بنت اسد کے بعد اس فضیلت پر افتخار کیا وہ خود جناب امیر المومنینؑ ہے کہ ان کا افتخار ہم کتاب انوار نعمانیہ سے اس سے قبل بیان کر آئے ہیں اور ایسے ہی امام حسنؑ بھی جنھوں نے اپنے والد کی شہادت کے بعد دیے گئے اپنے پہلے خطبے میں بھی اسی افتخار کو بیان فرمایا جسے ہم کتاب الخرائج والجرائح سے نقل کر آئے ہیں۔

واقعہ کی دلچسپ جزئیات کا چھپانا

امیر المومنینؑ کی ولادت کے اہم اور عجیب نکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے کہ اس واقعے میں پائے جانے والے معجزات و کرامات الٰہی اور حد درجہ بلند و ممتاز فضائل کو مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن اہلسنت کی روایات میں اصل ولادت کا تو ذکر کیا گیا البتہ ان کے یہاں یہ تفصیلات کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ بالخصوص یہ معاملہ اس وقت اور بھی عجیب معلوم ہوتا ہے جس ہم دیکھتے ہیں کہ اسے صحابہ میں سے چند افراد نے نقل کیا ہے جیسے عباس

[1] ترجمہ: خدا کی قسم! اب علیؑ جیسا کوئی نہیں آنے والا چاہے کعبے کی دیوار سو بار کیوں نہ پھٹ پڑے۔

present ziaraat.com

بن عبد المطلب، یزید بن قعنب، عائشہ، انس بن مالک وغیرہ۔ علمائے تشیع نے ان تفصیلات کو ان صحابہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔ اس واقعے کی تمام تر جزئیات جیسے فاطمہؑ بنت اسد کا دعا کرنا اور اس کا قبول ہونا، دیوار کا شگافتہ ہونا، ان کا اس میں داخل ہونا، اس کا پھر سے بند ہو جانا، قفل کعبہ کا بڑی کوشش کے بعد بھی نہ کھلنا، تین دن تک بی بی کا کعبے میں خدا کا مہمان رہنا، بی بی کے لیے بہشتی میوجات کا آنا، ان کا اس فضیلت پر افتخار کرنا اور امیر المومنینؑ کے نام کا خدا کی جانب سے رکھا جانا؛ اہلسنت کی کتب میں کم ہی نظر آتی ہیں۔ سو یہ کہنا غلط نہیں ہو گا: جب اہلبیت کے فضائل کو چھپانے کی سیاست نے دیکھا کہ وہ اصل واقعے پر پردہ نہیں ڈال سکتے یا اس کا انکار نہیں کر سکتے یا اس میں تردید و شک ایجاد نہیں کر سکتے، تو وہ اپنی کوششوں کو بروکار لائے اور اس واقعے کی جزئیات کے انتشار میں مانع ہوئے جو کہ کرامات اور واضح براہین سے لبریز تھیں۔

علی بن ابی طالبؑ اور کعبۃ اللہ

امیر المومنینؑ اور کعبے کے بارے میں کچھ (مماثل) زیبا باتیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ آلوسی جو اہلسنت سے ہیں، کہتے ہیں: علیؑ مومنین کا قبلہ ہیں، اور کعبہ بھی مومنین کا قبلہ ہے اور کیا ہی خوب ہوا کہ مسلمانوں کی قبلہ گاہ محل تولد علیؑ قرار پائی؛ سبحان من یضع الاشیاء مواضعھا؛ پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتی ہے۔

present ziaraat.com

۲۔ علیؑ نے جو فتح مکہ کے وقت کعبے کے بتوں کو توڑ ڈالا یہ دراصل امام کعبہ کی قدر دانی تھی کہ وہ اس میں متولد ہوئے تھے۔

۳۔امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبۃ اللہ کعبے اور اس میں عبادت کے لیے ایک جدید دور کے آغاز کا اعلان تھا۔

۴۔ علیؑ مثل کعبہ ہیں کہ ان کی جانب نظر کرنا عبادت ہے۔[رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: مَثَلُ عَلِيٍّ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ كَمَثَلِ الْكَعْبَةِ النَّظَرُ إِلَيْهَا عِبَادَةٌ وَالْحَجُّ إِلَيْهَا فَرِيضَةٌ. تمہارے درمیان علیؑ کی مثال کعبے کی سی ہے، کعبے کی طرف نظر کرنا عبادت اور اس کا حج کرنا واجب ہے۔[1]]

۵۔ امامؑ کعبے کی مثل ہے جو کسی کے نزدیک نہیں جاتا بلکہ لازم ہے کہ لوگ اس کے اطراف میں جمع ہوں اور اس کی رہبری کے راستے میں حائل موانع کو بر طرف کریں۔[رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: يَا عَلِيُّ إِنَّمَا أَنْتَ بِمَنْزِلَةِ الْكَعْبَةِ تُؤْتَى وَلَا تَأْتِي؛ یا علیؑ تمہاری منزلت کعبے کی سی ہے، لوگ اس کے پاس آتے ہیں وہ لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔[2]]

۶۔امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت خدا کے امت مسلمہ پر اعجاز آمیز الطاف میں سے ایک ہے۔ ویسے ہی جیسے قرآن مجید اور معجزات رسول گرامی قدر صلى الله عليه وآله وسلم الطاف الٰہی میں سے ہیں۔ کیونکہ امیر المومنینؑ خدا کی حجت کبری اور ہادی امت ہیں، اور ان کی عظمت کے دلائل جس قدر زیادہ اور واضح تر ہونگے، لوگوں کے لیے راہ کو تلاش کرنا، شبہات کا جواب اور شیطانی

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج۳، ص۶.

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج۳، ص۳۸؛ ینابیع المودۃ: ج۲، ص۸۵.

present ziaraat.com

وسوسوں [کی پہچان] واضح تر ہوتی جائے گی۔ اور یہ چیز اس وقت اور بھی روشن ہونے لگتی ہے جب ہم ان کی سراسر نور زندگی کے اختتام کو ماہ خدا میں، خانہ خدا کے اندر، محراب عبادت میں، سجدہ الٰہی میں سر رکھے، نماز کے عالم میں جام شہادت نوش کرتا دیکھتے ہیں۔

[۷۔ امیر المومنینؑ علی کی کعبے میں ولادت ان معنوں میں ہے کہ آپ اس کے لیے روح اور نور ہیں اور کعبے کی جانب اس لحاظ سے توجہ کرنا کہ وہ قبلہ ہے؛ در حقیقت حقیقی قبلے کی جانب توجہ کرنا ہے جو اس کی روح ہے اور وہ امام علیؑ بن ابی طالب ہیں۔

۸۔ امیر المومنینؑ کا کعبۃ اللہ میں متولد ہونا اس امر کی جانب بھی اشارہ تھا کہ بہت جلد یہی مولود کعبہ اس بیت کو بتوں سے پاک کرے گا۔

۹۔ اسلام امام علیؑ کی تلوار سے قائم ہوا اور خدا کی عبادت ان ہی کی زحمات کا نتیجہ ہے، پس اگر امام نہ ہوتے تو کعبے کا طواف نہ ہوتا۔]

[ولادت امیر المومنین در جوف کعبہ کے اثبات میں لکھی گئی مفصل و مستقل کتب

ا۔ مولد علی علیہ السلام:

مؤلف: قاضی وہب بن وہب البختری (م ۲۰۰)؛ اس کتاب کا ذکر شیخ طوسی نے الفہرست (ص: ۲۷ و ۱۲۹) میں؛ شیخ نجاشی نے رجال (ص: ۲۲۴ و ۲۷۹ و ۳۰۳) میں اور

present ziaraat.com

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (ج ۷، ص ۴۹) الحسن بن محمد بن احمد العلوی کے ترجمے میں کیا ہے۔

۲۔مولد علی علیہ السلام بالبیت :

مؤلف: شیخ صدوق (م ۳۸۱)؛اس کتاب کا ذکر نجاشی نے رجال (ص: ۲۷۹) میں کیا ہے۔ سید ابن طاؤوس نے اس سے الیقین (ص ۳۷ و ۱۵۷) میں روایت نقل کی ہے۔اور ابن شہر آشوب نے المناقب اور شعری نے جامع الاخبار (ص: ۱۵) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۔مولد علی علیہ السلام:

مؤلف: ابی العلاء حسن بن احمد بن یحییٰ الازدی العطار۔اس کتاب سے سید ابن طاؤوس نے الیقین (ص ۱۸۶) میں؛ابن شاذان قمی نے الفضائل (ص: ۵۴) اور کنجی نے کفایۃ الطالب (ص ۲۵ و ۴۰۵) میں روایت نقل کی ہے۔

۴۔مولد علی علیہ السلام:

مؤلف: شاذان بن العلاء (م ۳۰۲)؛ فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین (ج ۱، ص ۷۷) میں اس سے روایت نقل کی ہے۔

۵۔مولد علی علیہ السلام:

مؤلف: ابن شاذان قمی (قرن ۵)؛ شیخ طوسی نے اس سے اپنی کتاب امالی (ج ۲، ص ۲۹۴ و ۳۰۰ و ۳۱۷) میں روایت نقل کی ہے۔

present ziaraat.com

۶۔مولد علی علیہ السلام:

مؤلف: ابن ہمام اسکافی (م ۳۲۶)؛ابن شہر آشوب نے مناقب (ج ۱، ص ۱۷۲) میں اس کاذکر کیا ہے۔

۷۔مولد علی علیہ السلام:

مؤلف: عثمان بن احمد السماک (م ۳۲۴)؛ابن شہر آشوب نے المناقب (ج ۱، ص ۱۷۳) میں اس کاذکر کیا ہے۔

۸۔مولد علی بن ابی طالب علیہ السلام:

مؤلف: ابی الحسن احمد بن عبداللہ بن محمد بن البکری؛اس کا قلمی نسخہ، جامعہ فردوسی میں مکتبۃ کلیہ الالہیات مشہد میں شمارہ (۱۰۴۵/۲) پر موجود ہے۔

۹۔مولد علی بن ابی طالب علیہ السلام:

مؤلف: ابی مخنف لوط بن یحیی الازدی کوفی (م ۱۵۷)؛اس کا قلمی نسخہ مکتبۃ الرضویہ مشہد شمار (۲۵۲۰/۱) میں موجود ہے۔ دوسرا قلمی نسخہ مکتب خدا بخش پٹنہ ہندوستان میں شمار (۱۰۵۷ / ۲۸۸۲) میں موجود ہے۔اور یہی کتاب مولد الامام امیر المومنینؑ کے نام سے نجف میں ناشر الحیدریہ کی جانب سے شایع کی جاچکی ہے۔

۱۰۔مولد علی بن ابی طالب علیہ السلام:

مؤلف: عبداللہ بن حسن بن عبداللہ التستری (م ۱۳۵۳)؛اس کا مخطوطہ دار المخطوطات

present ziaraat.com

بحرین میں شمار (۱۷۷) میں مؤلف کے خط میں موجود ہے۔

۱۱۔مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام:

مؤلف: مولی آل حسن موہانی ہندی؛ یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور مکتب الرضا رامپور میں اس کا قلمی نسخہ شمارہ (۱۷۲) موجود ہے۔

۱۲۔مولود امیر المومنین علیہ السلام علی بن ابی طالب علیہ السلام:

مؤلف: شیخ مضمد بن عبداللہ ابو عزیزا لخطی (م ۱۳۷۲)

۱۳۔مولد الامام امیر المومنین علی علیہ السلام:

یہ نجف کے علماء کے ایک گروہ کی کاوش ہے جو (۱۳۷۸) نجف میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۱۴۔المولد و الغدیر:

مؤلف: شیخ حبیب آل ابراہیم المہاجر العاملی؛(م ۱۳۸۴)؛ سن (۱۳۶۶) میں شایع ہو چکی ہے۔

۱۵۔مولود حرم:

مؤلف: سردار علی (م ۱۹۷۸)؛ یہ اردو زبان میں لکھی گئی تھی۔

۱۶۔مولود کعبۃ؛

یہ کتاب فارسی میں ہے جو (۱۳۵۲) میں تہران سے طبع ہو چکی ہے۔

present ziaraat.com

۱۷۔ مولود کعبۃ ؛

مؤلف: سید شمیم الحسن صاحب قبلہ؛ یہ اردو زبان میں ہے اور ماہانہ الجواد بنارس مجلد ۳۰ میں موجود ہے۔

۱۸۔مولود کعبۃ ؛

مؤلف؛سید علی نقی لکھنوی المعروف بہ نقن صاحب؛یہ بھی اردوزبان میں (م ۱۳۵۱) میں لکھنو سرفراز پریس سے شایع ہو چکی ہے۔

۱۹۔ علی علیہ السلام ولید الکعبۃ ؛

مؤلف: علامہ شیخ محمد علی اردو بادی (م ۱۳۸۰) نجف و قم میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

۲۰۔علی مولود کعبہ؛

مؤلف: ڈاکٹر محمود فاضل ؛ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جو مشہد سے (م ۱۳۴۸) میں شایع ہو چکی ہے۔

۲۱۔علی علیہ السلام و کعبۃ ؛

مؤلف: آغا مہدی لکھنوی؛ یہ کتاب اردو میں ہے اور کراچی سے (۱۳۴۴) میں شایع ہو چکی ہے۔

www.ziaraat.com

۲۲۔علی و الکعبۃ فی اثبات ولادۃ فی الکعبۃ من اثنین و عشرین کتابا من کتب العامۃ و ردّ القائل بولادۃ حکیم بن حزام فیھا؛

مؤلف: سید مہدی ابن محمد تقی ابن ابراہیم نقوی آل غفران مآب؛ طبع ہو چکی ہے۔

۲۳۔علی مولود کعبہ و شہید محراب؛

فارسی میں ہے اور ماہنامہ پاسدار اسلام عدد ۵۲ میں شایع ہو چکی ہے۔

۲۴۔کعبے کی عظمت اور دلبند ابو طالب علیہ السلام؛

مؤلف؛ ایس ایم سجاد صاحب بنگلور، اردو زبان میں ماہانہ الواعظ مجلد ۲۶ رجب (۱۴۰۹) میں شایع ہوئی۔

۲۵۔کعبہ و مولود کعبہ؛

مؤلف: فتحیات حسین مظفر نگری؛ اردو زبان میں ماہنامہ الواعظ مجلد ۲۶ رجب (۱۴۰۹) میں شایع ہوئی۔

۲۶۔مسك الختام؛

مؤلف: سید محمد رضا حسینی الجلالی؛ عربی زبان میں شایع ہو چکی ہے۔

۲۷۔ولید الکعبۃ؛

مؤلف: سید محمد رضا حسینی الجلالی؛ عربی زبان میں قم سے سن (۱۴۲۵) میں شایع ہو چکی

present ziaraat.com

ہے۔

۲۸۔ فضائل امیرالمومنین علی المنسوب لغیرہ؛ حلقۃ الاولی ؛ الولادۃ فی الکعبۃ ؛

مؤلف: ڈاکٹر جواد کاظم منشد النصر اللہ؛ جامعہ بصرہ میں ادب و تاریخ کے استاد ؛ یہ کتاب مرکزابحاث العقائدیہ کی جانب سے سن (۱۴۳۰) میں شایع ہو چکی ہے۔

ان سب دلائل کے بعد بھی اگر کسی کو امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت پر شک ہو تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ خدا اس کے مرض میں اضافہ کرے کہ اصل میں یہ شخص مشکوک نہیں بلکہ اس کا دل بیمار ہے۔ خدا ہمیں اولیائے الٰہی کی معرفت کے ذیل میں معرفۃ اللہ سے نوازے اور ہماری عاقبت انہی کے ساتھ ہو۔ آمین]

www.ziaraat.com

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

شبیہ ماہ رمضان

(یعنی امام علیؑ اور ماہ مبارک رمضان کے درمیان پائے جانے والی مشترکات کا بیان)

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطاھرین لا سیّما ولی الموحدین امیر المومنین علی بن ابی طالب؛ ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین.

مقدمہ مؤلف:

امت اسلامیہ پر الٰہی الطاف میں سے ایک، مولی الموحدین امیر المومنینؑ کی شہادت کا ماہ مبارک رمضان میں وقوع پذیر ہونا ہے جو جناب امیر کی شخصیت والا کی جانب امت اسلامی کو متنبہ کرنے اور ان کی یاد آوری کا سبب بنتی ہے ساتھ ہی یہ اس بے مثال شخصیت سے نزدیک ہونے، ان کی ہدایت سے بہرہ مند ہونے اور خالص اسلام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے درک وفہم کے لیے ایک اہم مناسبت فراہم کرتی ہے بالخصوص ان کے شیعوں اور پیروکاروں کے لیے؛ تاکہ وہ ان کی ہدایات واحکامات سے بہرہ مند ہونے اور ان کے ذکر فضائل کرنے، (جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: زَيِّنُوا مَجَالِسَكُمْ بِذِكْرِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع.[1] اپنی مجالس کو علی بن ابی طالبؑ کے ذکر سے زینت بخشو) کے علاوہ ان کے مقدس وجود سے توسل کے ذریعے سے حضرت حق کا تقرب حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ درجات والا کا کسب اور مغفرت الٰہی سے نزدیک ہو سکیں۔

[1] بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ: ص۶۱؛ کشف الیقین: ص۴۵۰؛ بحار الانوار: ج۳۸، ص۱۹۹.

present ziaraat.com

مؤلف نے بھی فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے [اس مختصر سی تحریر میں کسی حد تک] ماہ خدا، ماہ قرآن، ماہ عبادت اور ایک جملے میں ماہ مبارک رمضان اور امیر المومنینؑ کی ذات میں پائی جانے والی مناسبتوں کا ذکر کیا ہے۔

ا۔ پہلی مناسبت: ماہ رمضان، ماہ شہادت مولیٰ الموحدین

یہ مناسبت، تمام مناسبتوں میں سب سے زیادہ واضح تر مناسبت ہونے کے ساتھ ساتھ ماہ رمضان اور امیر المومنینؑ کے درمیان پائی جانے والی باقی تمام مناسبتوں کی وجہ اور اصل ہے۔

امیر المومنینؑ کے افتخارات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے ماہ مبارک رمضان میں مقام رفیع شہادت حاصل کرنے کے علاوہ، لیالی قدر میں شقی ترین انسان کے ہاتھوں خانہ خدا میں ضربت کھائی۔ اور وہ خدا بہت بزرگ ہے جو ہر چیز کو اس کے مقام پر قرار دیتا ہے۔ اس نے امام المتقین کے تولد کے لیے کعبۃ اللہ کو چنا، پھر اپنے نبی کے دامن میں ان کی پرورش کا بندوبست کیا، انہیں اپنے نبی کے ساتھ بعثت کے مشکل ترین سالوں میں ان کا اور اسلام کا بے مثل مددگار قرار دیا تاکہ وہ اسلام کی بقا کی خاطر اپنی زبان، علم، عمل، شجاعت اور فداکاری کے ذریعے کوشش کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اس کے دین کے محافظ و نگہبان رہتے ہوئے فتنوں کی سرکوبی فرمائیں۔

کون ہے ان کے علاوہ جس نے اس سنگین ذمہ داری کو اٹھایا اور نبھایا؟ اور آخر میں اوج مظلومیت، لیکن محبوبیت الٰہی، صفائے باطن اور پاک دامنی کے ساتھ مقام شہادت پر فائز ہوا اور

present ziaraat.com

خدا نے اس ہستی کی شہادت کو اپنے گھر میں، اپنے مہینے میں شب قدر [جیسی عظیم رات] میں قرار دیا۔

۲۔دوسری مناسبت: ماہ رمضان، ماہ خدا ہے

امام صادقؑ نے فرمایا: رَمَضَانُ شَهْرُ اللَّهِ اسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنَ التَّهْلِيلِ وَ التَّكْبِيرِ وَ التَّحْمِيدِ وَ التَّسْبِيحِ؛ رمضان اللہ کا مہینہ ہے، اس میں کثرت سے لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ پڑھو...[1]

ماہ رمضان اس جہت سے بھی امیر المومنینؑ کے ساتھ سنجیدہ نوعیت کا تناسب رکھتا ہے، کیونکہ جس طرح ماہ مبارک، خدا کی جانب ذہن کو منتقل کرتا ہے، اور خدا کی یاد کا مظہر ہونے کی وجہ سے بعنوان ماہ خدا پہچانا جاتا ہے؛ امیر المومنینؑ بھی خدا سے ایک خاص قسم کا اختصاص رکھتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اور خدا کے درمیان پایا جانے والا رشتہ ماہ مبارک کے ساتھ بھی قابل مقائسہ نہیں۔

قرآن فرماتا ہے: ﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَ نَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ﴾ خدا کا رنگ اور کون خدا سے زیادہ بہتر ہے رنگ کے معاملے میں اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔[2]

---

[1] وسائل الشیعۃ: ج ۱۰، ص ۳۱۸، ح ۱۳۵۰۳.

[2] البقرۃ: ۱۳۸.

present ziaraat.com

اشیاءاور افراد اپنی واقعی حالت کے علاوہ کہ وہ خدا کی مخلوق اور اس کی تدبیر کی نشانیاں ہیں، ایک مادی نشانی بھی رکھتی ہیں، یعنی ان کا نام اور ان کی جانب نگاہ کرنا ہمیں مادی امور کی جانب کھینچتا ہے۔ جیسے پانی، سبزہ، آسمان، پہاڑ، غذا، آلا جات، وسائل وغیرہ

لیکن کچھ چیزیں ایک الگ رنگ لے لیتی ہیں اور کسی دوسرے امر کی نشانی اور مظہر بن جاتی ہیں، چاہے وہ خیر ہو یا شر؛ مثلاً: کسی ملک کا جھنڈا فقط ایک پارچہ نہیں ہوتا بلکہ اس ملک کا نشان ہوتا ہے، امام حسینؑ کی عزاداری میں استعمال ہونے والا سیاہ پرچم یا لباس بھی ایک بہت ہی قیمتی امر کا نشان ہے جس کی وجہ سے اس کے احکام بھی خصوصی ہیں۔

امام خمینیؒ بھی اسلام اور انقلاب اسلامی کا نشان ہیں کیونکہ وہ اسلام اور انقلاب سے ایک عمیق تعلق رکھتے ہیں جن کا نام انسان کو اسلام اور انقلاب تک پہنچاتا ہے۔ شہید محمد باقر الصدرؒ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: امام خمینیؒ میں اس طرح ضم ہو جاؤ جیسے وہ اسلام میں ضم ہو گئے ہیں۔

دوسری جانب اگر منفی طور پر دیکھا جائے تو بھی بعض ایسی چیزیں اور افراد ملیں گے جو شر کا نشان ہیں، وہ شرور کو دعوت دیتے ہیں، جیسے شیطان، [بنوامیہ کے خلفاء] یا بدنام زمانہ امریکہ یا مکار انگلستان وغیرہ۔

علم اصول میں کہتے ہیں: بعض الفاظ اپنے معنی سے اس قسم کا تعلق پیدا کر لیتے ہیں کہ گویا لفظ و معنی ایک ہی ہو جاتے ہیں اور لفظ معنی میں فانی ہو جاتا ہے اور معنی کے احکام اپنے اوپر لے لیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ شیریں یا تلخ ہو جاتا ہے۔

present ziaraat.com

امیر المومنین، امام الموحدین و عارفین علی بن ابی طالبؑ اس طرح سے خدا میں غرق و فانی ہیں اور ان کے اور خدا کے درمیان ایسا عمیق تعلق و پیوند پایا جاتا ہے کہ جب بھی ان کا نام لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی جانب دعوت دی جا رہی ہے۔ جنابِ امیرؑ کی ذات حضرت حق کا نشان اور مظہر بن گئی ہے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: خدا فرماتا ہے: وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدٌ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَ إِنَّهُ لَيَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّافِلَةِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَ لِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا إِنْ دَعَانِي أَجَبْتُهُ وَ إِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ ؛ کوئی بندہ بھی مجھ سے کسی ایسی محبوب ترین چیز کے وسیلے سے نزدیک نہیں جو مجھے واجبات سے زیادہ محبوب ہو، اور ایسے ہی میرا بندہ واجبات کے بعد مجھ سے مستحبات کے وسیلے سے نزدیک ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست رکھوں۔ اور جب میں کسی سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کی وہ زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے، اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں اور اگر مجھ سے درخواست کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں۔[1]

اور چونکہ جنابِ امیرؑ محبوبِ خدا تھے اسی وجہ سے آپ مظہرِ خدا قرار پائے اور ان کے لیے احکام و عناوینِ الٰہی نمودار ہوئے۔

[1] الکافی: ج ۴، ص ۲۷، ح ۲۷۴۰؛ وسائل الشیعۃ: ج ۴، ص ۲۷، ح ۴۵۴۴۔

present ziaraat.com

امام علیؑ نے فرمایا: أَنَا الْحُجَّةُ الْعُظْمَى وَ الْآيَةُ الْكُبْرَى وَ الْمَثَلُ الْأَعْلَى؛ میں خدا کی برتر حجت، سب سے بڑی نشانی اور اعلیٰ نمونہ ہوں۔[1]

آپ ہی نے فرمایا: مَا لِلَّهِ نَبَأٌ أَعْظَمُ مِنِّي وَ مَا لِلَّهِ آيَةٌ أَكْبَرُ مِنِّي؛ خدا کی کوئی خبر بھی مجھ سے بڑھ کر نہیں اور نہ خدا کی کوئی نشانی مجھ سے بڑھ کر ہے۔[2]

چونکہ جناب امیرؑ الٰہی پہچان، رنگ اور نشان رکھتے ہیں اس وجہ سے کثیر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ان کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ. علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔[3]

حجر المدری کہتا ہے: میں مکے آیا، ابوذر اور عمر بن خطاب مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ آئے ہوئے تھے جن میں علی بن ابی طالبؑ بھی تھے۔ میں مسجد الحرام میں ابوذر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ علیؑ ابن ابی طالب ہمارے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابوذر نے علیؑ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: اے اباذر! تجھ پر خدا کی رحمت ہو، تو کیوں علیؑ کو اس قدر خاص انداز میں تک رہا ہے؟ ابوذر نے کہا: میں یہ کام اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ

---

[1] امالی صدوق: ص ۳۹؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۳۳۵؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج ۸، ص ۲۰۴.

[2] تفسیر فرات: ص ۵۳۳؛ تفسیر قمی: ج ۲، ص ۴۰۱؛ اور اسی مفہوم کی حدیث الکافی: ج ۱، ص ۵۱۴، ح ۵۳۹.

[3] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۵۲؛ المعجم الکبیر: ج ۱۸، ص ۱۱؛ تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۳۵۲؛ الصواعق المحرقۃ: ص ۱۲۳؛ موسوعۃ الامام علیؑ ج ۸، ص ۱۴۳؛ مذکورہ حدیث کو مجموعاً دس اصحاب رسول ﷺ نے نقل کیا ہے۔ بحار الانوار: ج ۳۸، ص ۱۹۸؛ المسترشد: ص ۲۹۴؛ امالی صدوق: ص ۳۶۲؛ امالی طوسی: ص ۳۵۰.

present ziaraat.com

میں سے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: النَّظَرُ إِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ، وَ النَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ بِرَأْفَةٍ وَ رَحْمَةٍ عِبَادَةٌ، وَ النَّظَرُ فِي الصَّحِيفَةِ- يَعْنِي صَحِيفَةَ الْقُرْآنِ- عِبَادَةٌ، وَ النَّظَرُ إِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ. علی بن ابی طالبؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، ماں باپ کے چہرے کی جانب محبت سے نگاہ کرنا عبادت ہے، قرآن پر نظر ڈالنا عبادت ہے اور کعبے کو دیکھنا عبادت ہے۔[1]

اور یہی وجہ ہے کہ مولا علیؑ کا ذکر کرنا بھی عبادت خدا شمار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ عِبَادَةٌ وَ ذِكْرِي عِبَادَةٌ وَ ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ وَ ذِكْرُ الْأَئِمَّةِ مِنْ وُلْدِهِ عِبَادَةٌ؛ خدا کا ذکر عبادت ہے، میرا ذکر عبادت ہے، علیؑ کا ذکر عبادت ہے اور علیؑ کی نسل سے ہونے والے آئمہؑ کا ذکر عبادت ہے۔[2]

عائشہ سے بھی روایت نقل ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ؛ علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے۔[3]

جی ہاں امیر المومنین علیؑ کا ذکر عبادت ہے کیونکہ ان کا جمال، اسلام، ایمان، خدا، تقویٰ اور فضیلت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف دعوت نہیں دیتا۔

امیر المومنینؑ مظہر الٰہی

۱۔ علی کی آنکھ عین اللہ ہے؛ امیر المومنینؑ نے فرمایا: انا عین الله... میں اللہ کی آنکھ

---

[1] امالی طوسی: ص ۴۵۵؛ بحار الانوار: ج ۳۸، ص ۱۹۶.

[2] الاختصاص: ص ۲۲۴؛ بحار الانوار: ج ۳۶، ص ۳۷۰.

[3] تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۳۵۶؛ مناقب ابن مغازلی: ص ۲۰۶؛ مناقب خوارزمی: ص ۳۶۲.

present ziaraat.com

ہوں۔[1]

۲۔ علیؑ کے ہاتھ ید اللہ ہیں؛ فرمایا: انا ید اللہ... میں اللہ کا ہاتھ ہوں۔[2]

۳۔ علیؑ کے کان اذن اللہ ہیں۔[3]

۴۔ علیؑ کا چہرہ وجہ اللہ ہے؛ فرمایا: انا وجہ اللہ... میں خدا کا چہرہ ہوں۔[4]

۵۔ علیؑ کی زبان لسان اللہ ہے؛ فرمایا: انا لسان اللہ الناطق ؛ میں خدا کی بولتی ہوئی زبان ہوں۔[5]

۶۔ علیؑ کا دل قلب اللہ ہے؛ فرمایا: انا قلب اللہ؛ میں خدا کا قلب ہوں۔[6]

۷۔ علیؑ علم خدا ہیں: فرمایا: انا علم اللہ؛ میں اللہ کا علم ہوں۔[7]

۸۔ علیؑ کلام خدا ہیں: فرمایا: انا کلام اللہ الناطق؛ میں خدا کا بولتا ہوا کلام ہوں۔[8]

۹۔ علیؑ خدا کا پہلو ہیں: فرمایا: انا جنب اللہ ؛ میں خدا کا پہلو ہوں۔[1]

---

[1] بصائر الدرجات: ص۸۱؛ توحید صدوق: ۱۶۴؛ کتاب سلیم: ص۳۸۳.

[2] بصائر الدرجات: ۸۴؛ معانی الاخبار: ص۱۷.

[3] کتاب سلیم: ص۳۸۳.

[4] کتاب سلیم: ص۳۸۳؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۳۴۹.

[5] التوحید: ص۱۶۴؛ معانی الاخبار: ص۱۷؛ ینابیع المودۃ: ج۳، ص۴۰۱؛ بصائر الدرجات: ص۸۴.

[6] بحار الانوار: ج۳۹، ص۳۴۷.

[7] التوحید: ص۱۶۴.

[8] بحار الانوار: ج۸۲، ص۱۹۹.

present ziaraat.com

۱۰۔ علی خدا کا دروازہ ہیں: علی باب اللہ۔[2]

۱۱۔ علیؑ حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہیں۔[3]

۱۲۔ علیؑ کی جماعت خدا کی جماعت ہے: فرمایا: حزب علی حزب اللہ۔[4]

۱۳۔ علیؑ کا دوست، خدا کا دوست ہے۔

۱۴۔ علیؑ کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔

۱۵۔ علیؑ کی محبت خدا کی محبت ہے۔

۱۶۔ علیؑ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔[5]

۱۷۔ علیؑ کی راہ خدا کی راہ ہے۔[6]

۱۸۔ علی حجت خدا ہیں۔[7]

۱۹۔ علیؑ خلیفہ الٰہی ہیں۔[1]

---

[1] معانی الاخبار: ص۱۷؛ ینابیع المودۃ: ج۳، ص۴۰۱؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۳۴۹.

[2] الکافی: ج۱، ص۱۴۵ (اسلامیہ)؛ کتاب سلیم: ص۳۸۳؛ عیون اخبار الرضا: ج۱، ص۹؛ بصائر الدرجات: ص۸۱؛ الاختصاص: ص۲۱.

[3] معانی الاخبار: ص۱۷؛ کتاب سلیم: ص۳۸۳.

[4] خصال: ص۴۹۶؛ ینابیع المودۃ: ج۱، ص۱۷۳.

[5] المستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص۱۳۱؛ تاریخ دمشق: ج۴۲، ص۳۰۷.

[6] مصباح المتہجد: ص۷۵۷؛ بحار الانوار: ج۹۴، ص۱۱۷.

[7] الخصال: ص۵۹۶؛ تاریخ دمشق: ج۴۲، ص۳۰۹؛ مناقب ابن مغازلی: ص۴۵.

present ziaraat.com

۲۰۔ علیؑ خدا کے چنے ہوئے ہیں۔[۲]

اور اس طرح جب صفات و افعال الٰہی امام علیؑ کی ذات میں متجلّی ہوتے ہیں تو وہ الٰہی تقدس کے حامل ہو جاتے ہیں۔ اسی مقام سے ہم جناب امیرؑ کی حد احصا سے بالا تر عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ شخصیت جو رسول خداؐ کے بعد خدا کی سب سے بڑی آیت ہو، اس صورت سے کہ اس کی آنکھ خدا کی آنکھ، اس کے کان خدا کے کان، اس کی زبان خدا کی زبان، اس کا کلام خدا کا کلام اور اس کا علم خدا کا علم ہو... کیا ایسی ہستی کے فضائل شمار کیے جا سکتے ہیں؟

اسی وجہ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: لَوْ أَنَّ الرِّيَاضَ أَقْلَامٌ وَ الْبَحْرَ مِدَادٌ وَ الْجِنَّ حُسَّابٌ وَ الْإِنْسَ كُتَّابٌ مَا أَحْصَوْا فَضَائِلَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ؛ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں، اور تمام جن حساب کرنے والے بن جائیں اور تمام انسان لکھنے والے بن جائیں تب بھی علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل شمار نہیں کر سکتے۔[۳]

اور یہ بھی رسول اللہؐ نے ہی فرمایا: «يَا عَلِيُّ مَا عَرَفَ اللّٰهَ إِلَّا أَنَا وَ أَنْتَ، وَ مَا عَرَفَنِي إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنْتَ، وَ مَا عَرَفَكَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَا». یا علیؑ! خدا کو کسی نے نہیں پہچانا سوائے میرے اور

---

[۱] الاختصاص: ص۲۴۸؛ امالی صدوق: ص۱۴۹؛ ینابیع المودۃ: ج۱، ص۱۷۳؛ مصباح المتہجد: ص۷۵۷.

[۲] عیون اخبار الرضا: ج۲، ص۵۸؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج۸، ص۱۰۰.

[۳] مناقب خوارزمی: ج۱، ص۳۲؛ کفایۃ الطالب: ص۲۵۰؛ فرائد السمطین: ج۱، ص۱۶؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج۸، ص۵۸۳؛ بحار الانوار: ج۳۸، ص۱۹۷ و ج۴۰، ص۴۹؛ کشف الیقین: ص۴؛ کشف الغمۃ: ج۱، ص ۱۱۲.

present ziaraat.com

تیرے، اور مجھے کسی نے نہیں پہچانا سوائے خدا کے اور تیرے اور تجھے بھی کسی نے نہیں پہچانا سوائے میرے اور خدا کے۔[1]

جب انسان کا ذہن اس کے ظاہری حواس کی طرح محدود ہو اور کوئی موجود اس کی حد ظرفیت سے باہر ہو تو وہ اسے کس طرح پہنچان سکتا ہے؟ جیسے سورج کہ انسان دور سے دکھنے والے اس کے چھوٹے سے حجم کی طرف بھی نہیں دیکھ سکتا...!

۳۔ قرآن کا مہینہ اور قرآن مجسم

رمضان کے مہینے کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضانَ الَّذي أُنْزِلَ فيهِ الْقُرْآنُ﴾ رمضان کا مہینہ، جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔[2]

چونکہ ماہ رمضان ظرف نزول قرآن ہے، اس وجہ سے اس ماہ میں اس کی تلاوت کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں: فَاسْأَلُوا اللهَ رَبَّكُمْ بِنِيّاتٍ صادِقَةٍ وَقُلُوبٍ طاهِرَةٍ أَنْ يُوَفِّقَكُمْ لِصِيامِهِ وَتِلاوَةِ كِتابِهِ فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ غُفْرانَ

---

[1] مختصر بصائر الدرجات: ص ۳۳۶؛ تاویل الآیات: ج ۱، ص ۱۳۹؛ موسوعۃ امام علیؑ: ج ۸، ص ۱۸۵. اور ارشاد القلوب: ج ۲، ص ۲۰۹ میں اس طرح آیا ہے: مَا عَرَفَكَ يَا عَلِيُّ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ إِلَّا اللهُ وَأَنَا. یا علیؑ! تجھے کسی نے اس طرح نہیں پہچانا جس طرح پہچاننے کا حق تھا سوائے اللہ کے اور میرے. موسوعۃ الامام علیؑ: ج ۸، ص ۱۸۵.

[2] البقرۃ: ۱۸۵.

present ziaraat.com

اللّٰہِ فِي هَذَا الشَّهْرِ الْعَظِيمِ وَ مَنْ تَلاَ فِيهِ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِهِ مِنَ الشُّهُورِ؛ خدا سے سچی نیتوں اور پاک دلوں کے ساتھ سوال کرو کہ وہ تمہیں روزے اور تلاوت قرآن میں کامیاب کرے؛ کیونکہ وہ شخص شقی ہی ہوگا جو اس عظیم مہینے میں بھی خدا کی بخشش سے محروم رہ جائے۔ جس کسی نے بھی اس ماہ میں ایک آیت کی تلاوت کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے کسی اور ماہ میں ایک قرآن ختم کیا۔[1]

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: لِكُلِّ شَيْءٍ رَبِيعٌ وَ رَبِيعُ الْقُرْآنِ شَهْرُ رَمَضَانَ. ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بہار ہوتی ہے اور قرآن کی بہار رمضان ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مسلمان اس ماہ عزیز میں تلاوت قرآن مجید کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

امیر المومنین اور قرآن

ماہ مبارک رمضان جو قرآن کا مہینہ ہے امیر المومنینؑ کے ساتھ بہت ہی محکم اور برابر کا تناسب رکھتا ہے اور یہ امام علیؑ کے ساتھ مختلف جہات کی وجہ سے مرتبط ہے۔

۱۔ امیر المومنینؑ قرآن ناطق ہیں

جب جنگ صفین میں معاویہ سے جنگ لڑتے ہوئے عمرو بن العاص کا دجل و فریب کارگر ہوا اور امیر المومنینؑ کے بہت سے نادان سپاہی دشمن کی وجہ سے قرآن کی حکمیت کے مشورے

---

[1] امالی صدوق: ص۹۳؛ وسائل الشیعۃ: ج ۱۰، ص ۳۱۳، ح ۱۳۴۹۴.

[2] الکافی: ج ۴، ص ۶۶۴، ح ۳۵۷۸؛ امالی صدوق: ص ۵۹؛ وسائل الشیعۃ: ج ۱۰، ص ۳۰۴، ح ۱۳۴۷۲.

present ziaraat.com

کو قبول کر کے فریب کھا بیٹھے اور نہ فقط یہ کہ جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا بلکہ اپنی تلواریں لے کر امام پر حملہ کر دیا اور انہیں حکمیت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اس وقت جناب امیرؑ نے فرمایا: وَ هَذَا كِتَابُ اللّٰهِ الصَّامِتُ وَ أَنَا الْمُعَبِّرُ عَنْهُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ النَّاطِقِ وَ ذَرُوا الْحُكْمَ بِكِتَابِ اللّٰهِ الصَّامِتِ إِذْ لَا مُعَبِّرَ عَنْهُ غَيْرِي؛ یہ خاموش کتاب ہے اور میں اس کا مفسر ہوں، خدا کی بولتی ہوئی کتاب کو پکڑو اور خاموش کتاب کی حکمیت کو چھوڑ دو کیونکہ میرے علاوہ کوئی دوسرا اس کا مفسر نہیں۔[۱]

آپ ہی نے فرمایا: انا القرآن الناطق؛ میں قرآن ناطق ہوں۔[۲]

ایک اور مقام پر فرمایا: أَنَا كَلَامُ اللّٰهِ النَّاطِقِ؛ میں خدا کا بولتا کلام ہوں۔[۳]

جی ہاں! امیر المومنینؑ قرآن کی زبان، اس کی سخن گوئی اور خود ہی بولتا قرآن ہیں کہ ان کے علاوہ قرآن تک پہنچنے کی کوئی دوسری راہ موجود نہیں۔

۲۔ قرآن اور امیر المومنینؑ کبھی نہ جدا ہونے والے ساتھی

قرآن کے ساتھ امیر المومنینؑ کا رشتہ اور ارتباط اس قدر محکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ. علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک

[۱] العمدۃ: ص ۳۳۰؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج۸، ص۲۰۷.

[۲] ینابیع المودۃ: ج۱، ص۲۱۴؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج۸، ص۲۰۶.

[۳] الوافی: ج۲، ص۲۷۲؛ بحار الانوار: ج۹۷، ص۱۹۹.

present ziaraat.com

کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیماری میں جس میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ، يُوشِكُ أَنْ أُقْبَضَ قَبْضاً سَرِيعاً فَيُنْطَلَقَ بِي، وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمُ الْقَوْلَ مَعْذِرَةً إِلَيْكُمْ، أَلَا إِنِّي مُخَلِّفٌ فِيكُمْ كِتَابَ اللهِ (عَزَّ وَجَلَّ) وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي. اے لوگوں قریب ہے کہ میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں، میں اس سے پہلے بھی تمہارے درمیان اتمام حجت کے لیے کہہ چکا ہوں آگاہ ہو جاؤ میں اپنے خدا اور رب کی کتاب اور اپنی عترت کو تمہارے درمیان اپنے جانشین کے طور پر چھورتا ہوں؛ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) فَرَفَعَهَا فَقَالَ: هَذَا عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ، خَلِيفَتَانِ بَصِيرَانِ لَا يَفْتَرِقَانِ حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، فَأَسْأَلُهُمَا مَاذَا خُلِّفْتُ فِيهِمَا. اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ کا ہاتھ تھاما اور بلند کر کے فرمایا: یہ علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد ان سے کیا رویہ اپنائے رکھا۔[2]

ابوثابت کہتا ہے: میں جنگ جمل میں علیؑ کے ساتھ تھا، جب میں نے ان کے مقابل عائشہ کو دیکھا تو جو تردید لوگوں کے دلوں میں تھی وہ میرے دل میں بھی گھر کرنے لگی، لیکن خدا نے ظہر کے وقت مجھے اس سے نجات دے دی۔ میں نے امیر المومنینؑ کے ہم رکاب ہو کر جنگ

---

[1] المستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص ۱۳۴؛ المعجم الاوسط: ج۵، ص ۱۳۵؛ الصواعق المحرقہ: ص ۱۲۴؛ نشر و کتمان: ص ۲۴؛ امالی طوسی: ص ۴۶۰؛ کشف الغمۃ: ج۱، ص ۱۴۸؛ بحار الانوار: ج ۲۲، ص ۲۲۳.

[2] الصواعق المحرقہ: ص ۱۲۶؛ امالی طوسی: ص ۴۶۸، ح ۱۰۴۵؛ کشف الغمۃ: ج۱، ص ۴۰۸.

present ziaraat.com

لڑی اور اس کے بعد مدینے میں ام سلمہؓ زوجہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: خدا کی قسم! میں کھانے پینے کے لیے نہیں آیا ہوں میں ابوذر کا غلام ہوں۔ ام سلمہؓ نے کہا: خوش آمدید۔ میں نے انہیں جنگ جمل کا واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا: جب دل اپنی جگہ پر نہ تھے اور متحیر و سرگردان تھے تو کس طرف تھا؟ میں نے کہا: اسی طرف جہاں خدا نے وقت ظہر میرے لیے حق کو آشکار کر دیا۔ ام سلمہؓ نے کہا: آفرین میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ. علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر تک پہنچ جائیں۔[1]

ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صادر ہونے والی مذکورہ تعبیر حدیث ثقلین جیسی قطعی حدیث کی تطبیق ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیاں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت اہلبیتؑ جب تک ان دو سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ سوچو کہ تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیسا رویہ اور برتاؤ رکھو گے؟

سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی جو اہلسنت کے بزرگان میں سے ہیں کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی عترت اور خاندان کو گمراہی سے بچنے کے لیے قرآن کے ساتھ قرار دیا ہے تاکہ یہ نجات بخش ہو سکے۔ اور [قرآن کے معاملے میں] اس کا اس کے سوا اور کوئی مطلب

---

[1] المستدرک: ج۳، ص۱۳۴؛ الجمل: ص۴۱۷؛ امالی طوسی: ص۴۶۰۔

present ziaraat.com

نہیں کہ قرآن کے علم اور اس کی ہدایت پر عمل کیا جائے، پس [پھر] عترت کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔[1]

اب اس اہم سوال کی جگہ باقی بچتی ہے: اہلسنت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سفارش پر کتنا عمل کیا ہے اور اپنے عقائد، معارف اور احکام کو کس قدر عترت اہلبیتؑ سے حاصل کیا ہے اور کس قدر ان کے غیروں سے؟

صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے (۴۴۶) روایات، عبداللہ بن عمر سے (۲۷۰) روایات، عائشہ سے (۲۴۲) روایات؛ انس بن مالک سے (۲۰۰) روایات، اور ابو موسی اشعری سے (۵۷) احادیث مروی ہیں لیکن امیر المومنینؑ سے فقط (۱۹) احادیث۔ یعنی وہ شخصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بعثت کے آغاز سے قبل سے لے کر ان کی آخری عمر تک ان کے ساتھ تھی اور اس کے بعد بھی امام علیؑ چالیس سال تک لوگوں کے درمیان رہے۔ لیکن ان سے ابوہریرہ جو دو سال سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں رہا کے برابر بھی احادیث منقول نہیں، تو پھر امام حسن و حسین و سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا و جواد و ہادی و عسکری (علیہم السلام) [کا تو ذکر ہی کیا!] جبکہ بخاری ان کا معاصر تھا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے عترت سے حدیث نقل نہیں کی۔ البتہ بخاری نے نواصب کی ایک تعداد سے احادیث نقل کی ہیں؛ من جملہ عمران بن حطان سے جس نے ابن ملجم کی مدح کی تھی۔ بس اب تو اس اختصار سے تفصیل کا خود ہی پتہ چلا لے۔

[1] شرح المقاصد: ج۵، ص ۳۰۳؛ موسوعۃ الامام علی ع: ج ۲، ص ۵۷.

present ziaraat.com

۳۔امیر المومنینؑ اور علم قرآن

قرآن مجید جو ہر چیز کا بیان کرنے والا ہے اور خدا کا وسیع علم اس میں چھپا ہوا ہے اس سے بعد از رسول اللہ ﷺ کوئی شخص بھی امیر المومنینؑ کی طرح واقف و آگاہ نہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عائشہ جیسی شخصیت بھی جن کے امیر المومنینؑ کے خلاف اعمال کسی سے چھپے ہوئے نہیں، اسے قبول کرتے ہوئے کہتی ہیں: عَلِيٌّ أَعْلَمُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ. علیؑ اصحاب پیغمبر میں اس چیز کے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے سب سے بڑے عالم ہیں۔[۱]

عبداللہ بن مسعود جو خود بھی قرآن کے مشہور مفسرین میں سے ہیں کہتے ہیں: إن القرآن أنزل على سبعة أحرف ما منها إلا و له ظهر و بطن و إن علي بن أبي طالب ع علم الظاهر و الباطن. قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور ان میں سے کوئی حرف ایسا نہیں جس کا ظاہر و باطن نہ ہو، اور ان سب کے ظاہر و باطن کا علم علی بن ابی طالبؑ کے پاس ہے۔[۲]

شعبی کہتا ہے: ما أحد أعلم بكتاب الله بعد نبي الله من علي بن أبي طالب ع. بعد رسول اللہ ﷺ کوئی بھی علی بن ابی طالبؑ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم نہیں رکھتا۔[۳]

---

[۱] شواہد التنزیل: ج۱، ص ۵۲.

[۲] تاریخ دمشق: ج۳، ص ۲۵؛ فیض القدیر: ج۳، ص ۴۶.

[۳] بحار الانوار: ج۸۹، ص ۹۳.

present ziaraat.com

خود امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: لَوْ شِئْتُ لَأَوْقَرْتُ سَبْعِينَ بَعِيراً فِي تَفْسِيرِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ؛ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی اتنی تفسیر بیان کر سکتا ہوں کہ ستر اونٹوں پر بار ہو جائے۔[1]

اور آپ ہی نے فرمایا: مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو، کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کس وقت نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔[2]

اور فرمایا: أَمَا وَ اللَّهِ لَوْ ثُنِيَتْ لِيَ الْوِسَادَةُ فَجَلَسْتُ عَلَيْهَا لَأَفْتَيْتُ أَهْلَ التَّوْرَاةِ بِتَوْرَاتِهِمْ حَتَّى تَنْطِقَ التَّوْرَاةُ فَتَقُولَ صَدَقَ عَلِيٌّ مَا كَذَبَ لَقَدْ أَفْتَاكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيَّ وَ أَفْتَيْتُ أَهْلَ الْإِنْجِيلِ بِإِنْجِيلِهِمْ حَتَّى يَنْطِقَ الْإِنْجِيلُ فَيَقُولَ صَدَقَ عَلِيٌّ مَا كَذَبَ لَقَدْ أَفْتَاكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيَّ وَ أَفْتَيْتُ أَهْلَ الْقُرْآنِ بِقُرْآنِهِمْ حَتَّى يَنْطِقَ الْقُرْآنُ فَيَقُولَ صَدَقَ عَلِيٌّ مَا كَذَبَ لَقَدْ أَفْتَاكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيَّ وَ أَنْتُمْ تَتْلُونَ الْقُرْآنَ لَيْلاً وَ نَهَاراً فَهَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ يَعْلَمُ مَا نَزَلَ فِيهِ وَ لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَأَخْبَرْتُكُمْ بِمَا كَانَ وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهِيَ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾؛ خدا کی قسم! اگر مجھے موقعہ ملے تو میں اہل تورات کو تورات سے فتوی دوں گا اس طرح کہ تورات خود بول اٹھے گی: جو علیؑ نے کہا ہے سچ کہا ہے اور جو کچھ خدا نے مجھ میں نازل کیا علیؑ نے اسی کے مطابق بات کی ہے۔ اور اہل انجیل کو انجیل سے فتوی دونگا یہاں تک کہ انجیل زبان کھول دے گی کہ: علیؑ نے جھوٹ نہیں کہا اور جو کچھ خدا نے مجھ میں نازل کیا تھا علیؑ نے اسی کے مطابق بات کی ہے۔ اور اہل قرآن کو قرآن سے

---

[1] بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۹۳؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۔

[2] طبقات ابن سعد: ج ۲، ص ۵۰۹؛ الاصابۃ ابن حجر: ج ۲؛ تاریخ الخلفاء: ص ۲۱۸۔

present ziaraat.com

فتویٰ دونگا یہاں تک کہ قرآن بول اٹھے گا: جو بھی علیؑ نے کہا ہے سچ کہا ہے اور جو کچھ خدا نے مجھ میں نازل کیا ہے اس کے مطابق ہی بات کی ہے۔ تم لوگ جو شب و روز قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو جانتا ہو اسے جو اس میں نازل ہوا ہے؟ اگر قرآن میں ایک آیت نہ ہوتی تو تمہیں قیامت تک ہونے والے ہر واقعے کی خبر دیتا۔ اور وہ آیت یہ ہے: خدا جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب تو اسی کے پاس ہے۔[1]

ابن عباس کہتے ہیں: حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا: نماز عشاء کے بعد شہر سے باہر آنا، میں نماز کے بعد مقرر جگہ پر پہنچا، چاندنی رات تھی۔ امام نے مجھ سے فرمایا: کیا تو الحمد کے حرف الف اور پورے کلمہ حمد کی تفسیر جانتا ہے؟ ابن عباس کہتے ہیں: میرے پاس بولنے کو ایک حرف تک نہ تھا، اس کے بعد امام نے ایک گھنٹہ فقط الحمد کے الف کی تفسیر کی! اور اس کے بعد فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ الحمد میں موجود حرف لام کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے کہا نہیں! پھر جناب امیرؑ نے ایک گھنٹہ کامل اس کے بارے میں کلام فرمایا! اس کے بعد کہا: کیا تو جانتا ہے کہ الحمد کی حاء کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں نہیں جانتا۔ امام نے ایک گھنٹہ اس کی تفسیر بیان فرمائی؛ اس کے بعد فرمایا: کیا تو الحمد کی میم کی تفسیر جانتا ہے؟ میں نے کہا نہیں؛ اس کے بعد ایک گھنٹہ میم کی شرح فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا: کیا الحمد کے دال کی تفسیر جانتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں نہیں جانتا؛ اس کے بعد امام نے ایک گھنٹہ اس کی بھی تفسیر بیان کی یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اس وقت مجھ سے فرمایا: گھر جاؤ اور نماز واجب کی تیاری کرو۔ ابن عباس نے کہا: میں

[1] امالی صدوق: ص ۳۴۱؛ الاختصاص: ص ۲۳۵؛ بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۷۸. آیہ: رعد: ۳۹.

present ziaraat.com

وہاں سے اٹھا اس عالم میں کہ جو کچھ بھی جناب امیرؑ نے فرمایا تھا سب کچھ مجھے یاد تھا، میں نے سوچا تو دیکھا کہ علیؑ کے مقابل میرا علم ایسے ہی تھا جیسے کسی سیلاب یا سمندر کے سامنے [پانی کا] ایک چھوٹا سا گڑھا۔[1]

اب آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن میں کیا عظمتیں پوشیدہ ہیں اور اس قرآن ناطق میں کیا عظمتیں چھپی ہوئی ہیں۔ اس عظمت کو امام صادقؑ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

امام نے فرمایا: قَدْ وَلَدَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ص وَ أَنَا أَعْلَمُ كِتَابَ اللّٰهِ وَ فِيهِ بَدْءُ الْخَلْقِ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ فِيهِ خَبَرُ السَّمَاءِ وَ خَبَرُ الْأَرْضِ وَ خَبَرُ الْجَنَّةِ وَ خَبَرُ النَّارِ وَ خَبَرُ مَا كَانَ وَ خَبَرُ مَا هُوَ كَائِنٌ أَعْلَمُ ذَلِكَ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ؛ میں رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہوں! اور میں کتاب اللہ کا عالم ہوں، آغاز خلقت سے قیامت تک ہر وہ چیز جس کا اختتام ہوگا قرآن میں موجود ہے، کتاب اللہ میں آسمان و زمین، بہشت و جہنم اور جو کچھ ان میں تھا اور ہوگا، سب کی خبر موجود ہے، میں ان سب کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح جانتا ہوں! خدا فرماتا ہے: قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔[2]

۴۔ قرآن علیؑ کی کتاب مدحت

قرآن مجید کا امیر المومنینؑ سے ایک اہم ترین تناسب یہ ہے کہ قرآن امیر المومنینؑ کا مدح نامہ ہے۔ اور اس بات پر دسیوں بلکہ سینکڑوں آیات دلالت کرتی ہیں۔

---

[1] بحار الانوار: ج۸۹، ص۱۰۵ مروی از تفسیر شفاء الصدور للمحمد بن حسن بن زیاد النقاش.

[2] بصائر الدرجات: ج۱، ص۱۹۷؛ الکافی: ج۱، ص۱۵۶، ح۱۹۰؛ بحار الانوار: ج۸۹، ص۹۸.

present ziaraat.com

مجاہد جو اہلسنت کے نزدیک بزرگ مفسرین میں سے ہیں کہتے ہیں: علیؑ کے بارے میں ۷۰ آیات نازل ہوئیں جن میں علیؑ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں۔[۱]

عبداللہ بن ابی یعلی کہتے ہیں: ۸۰ آیات ایسی ہیں جو خالصتاً علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ان میں کوئی بھی علیؑ کے ساتھ شریک نہیں۔[۲]

ابن عباس کہتے ہیں: قرآن میں جو علیؑ کے بارے میں نازل ہوا ویسا کسی کے بارے میں نازل نہیں ہوا۔[۳]

ابن عباس ہی کہتے ہیں: قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں جس میں اے ایمان والوں! کہہ کر خطاب کیا گیا ہو اور علیؑ ان میں سب سے افضل اور ان کے امیر نہ ہوں؛ خدا نے قرآن میں اصحاب رسول کو سرزنش کی ہے لیکن علیؑ کو فقط نیکی کے ساتھ یاد کیا ہے۔[۴]

مناسب ہے کہ یہاں ہم مدح امیر المومنینؑ و اہلبیتؑ کے باب میں نازل ہونے والی تین معروف ترین آیات کی جناب اشارہ کریں۔

۱۔ آیہ تطہیر:

خداوند متعال فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ

---

[۱] شواہد التنزیل: ج۱، ص۵۲.

[۲] ایضاً.

[۳] تاریخ الخلفاء: ص۲۰۳؛ شواہد التنزیل: ج۱، ص۵۲.

[۴] فضائل الصحابۃ: ج۲، ص۶۵۴؛ تاریخ دمشق: ج۴۲، ص۳۶۳؛ الصواعق المحرقہ: ص۱۲۷.

present ziaraat.com

یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ خدا کا تو بس یہ ارادہ ہے کہ اے اہلبیت تم سے نجاست کو دور رکھے ایسے جیسے دور رکھنے کا حق ہے۔[1]

کثیر تعداد میں شیعہ سنی روایات کہتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ، جناب فاطمہؑ اور حسنین شریفینؑ کو بلایا اور عبا کے نیچے اکھٹا کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ خدا میں عرض کی: اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں۔ اپنی رحمت و درود بھیج محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام سلمہؓ نے بھی عبا میں داخل ہونا چاہا اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں آپ کے اہلبیت میں سے نہیں ہوں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم خیر پر ہو [لیکن اہلبیت سے نہیں]، میرے اہلبیت یہی ہیں؛ یہاں تک کہ عائشہ سے بھی ایسے ہی جملے نقل ہوئے ہیں۔[2]

۲۔ آیہ مباہلہ:

ارشاد ربانی ہوتا ہے: ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فيهِ مِنْ بَعْدِ ما جاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْناءَنا وَ أَبْناءَكُمْ وَ نِساءَنا وَ نِساءَكُمْ وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكاذِبينَ﴾ علم کے آجانے کے بعد اگر کوئی تم سے کٹ حجتی کرے تو ان سے کہہ دو: تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں؛ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو

[1] الاحزاب: ۳۳.

[2] یہ حدیث جو ۲۰ سے زیادہ اصحاب سے نقل ہوئی ہے اور جسے حدیث کساء کے نام سے جانا جاتا ہے عالم اسلام کی مسلم احادیث میں سے ہے. اس کی تفصیل جاننے کے لیے رجوع کیجیے: الغدیر؛ مسند احمد؛ مستدرک؛ المعجم الکبیر؛ تاریخ دمشق؛ شواہد التنزیل؛ جامع البیان؛ الدر المنثور؛ عبقات الانوار؛ الغدیر وغیرہ.

present ziaraat.com

بلاتے ہیں؛ تم اپنے نفسوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں؛ پھر مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیتے ہیں۔[1]

یہ آیہ کریمہ نجران کے عیسائیوں کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مباحثے کے بارے میں ہے جب انہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا تو پھر انہیں مباہلے یعنی ایک دوسرے پر نفرین کرنے کی دعوت دی گئی۔

اہل اسلام کی روایات میں اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مباہلے کے لیے امیر المومنینؑ، جناب فاطمہؑ اور حسنین شریفین جو اس وقت کم سن تھےؑ کو مباہلے کے لیے لے کر گئے۔ اور یہ آیت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ امیر المومنینؑ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی جان و نفس کی منزلت پر قرار پاتے ہیں جو امام کی اوج فضیلت کا نشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمخشری مباہلے کے ماجرے کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: اصحاب کساء کی فضیلت و برتری پر اس سے قوی تر اور کوئی دلیل نہیں۔[2]

روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کے اصحاب کے بارے میں سوال کیا گیا؛ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا اور اس کے بعد امام علیؑ کے بارے میں سوال ہوا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **و هل يسأل الرجل عن نفسه**؛ کیا کسی سے خود اس کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے؟[3]

---

[1] آل عمران: ۶۱.

[2] تفسیر کشاف: ج۱، ص۱۹۵.

[3] مجمع البیان: ج۲، ص۷۶۴؛ کفایۃ الطالب: ص۲۸۸؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج۸، ص۸۲.

present ziaraat.com

تاریخ میں آیا ہے: محمد بن عائشہ کی مجلس میں ایک شخص نے مجمع کے بیچ سے اٹھ کر سوال کیا: اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کون سب سے افضل ہے؟ اس نے کہا: ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ وزبیر... اس مرد نے کہا: پس علیؑ ابن ابی طالب کہاں گئے؟ اس نے جواب دیا: اے مرد! تو نے اصحاب پیغمبر کے بارے میں پوچھا تھا یا نفس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں؟ اس نے کہا اصحاب پیغمبر کے بارے میں؛ اس نے جواب دیا: خدا نے [علیؑ کے بارے میں] فرمایا: وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَكُمْ تو پھر کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب علیؑ جیسے ہو سکتے ہیں؟![1]

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: علي كنفسي لا فرق بيني و بينه إلا النبوة؛ علی میری طرح ہیں مجھ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں بجز نبوت۔[2]

اور فرمایا: فَأَمَّا عَلِيٌّ فَأَنَا هُوَ وَهُوَ أَنَا؛ لیکن علیؑ؛ پس میں علیؑ ہوں اور علی میں۔[3]

۳۔ آیہ علم الکتاب:

ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ يَقُولُ الَّذينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلاً قُلْ كَفى بِاللَّهِ شَهيداً بَيْني وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ﴾ یہ کافر کہتے ہیں: تم رسول نہیں ہو۔ ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان شہادت کے لیے خدا کافی ہے اور وہ جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔[1]

---

[1] المحاسن والمساوی: ص ۴۲؛ موسوعۃ الامام علیؑ: ج ۸، ص ۱۲.

[2] الصراط المستقیم: ج ۱، ص ۲۵۲.

[3] الکافی: ج ۱۵، ص ۱۳۷، ص ۱۵۳۱۷.

present ziaraat.com

اور یہ مرد جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے اور وہ خدا کے ساتھ دوسرے گواہ کے طور پر قرار پایا ہے، علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

اس بارے میں اہلبیتؑ کی روایات کثیر موجود ہیں۔امام صادقؑ فرماتے ہیں: فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى قَالَ لِمُوسَى ﴿وَ كَتَبْنا لَهُ فِي الْأَلْواحِ مِنْ كُلِّ شَيْ‏ءٍ مَوْعِظَةً﴾[2] وَ لَمْ يَقُلْ كُلَّ شَيْ‏ءٍ مَوْعِظَةً وَ قَالَ لِعِيسَى ﴿وَ لِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾[3] وَ لَمْ يَقُلْ كُلَّ شَيْ‏ءٍ وَ قَالَ لِصَاحِبِكُمْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع ﴿قُلْ كَفى‏ بِاللَّهِ شَهِيداً بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ﴾[4] وَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿وَ لا رَطْبٍ وَ لا يابِسٍ إِلَّا فِي كِتابٍ مُبِينٍ﴾[5] وَ عِلْمُ هَذَا الْكِتَابِ عِنْدَهُ.

خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کے بارے میں فرمایا: ہم نے الواح میں اس کے لیے مواعظ میں سے ہر چیز لکھی؛ لیکن ساری چیزوں کے بارے میں نہیں فرمایا؛اور عیسیٰؑ کے لیے فرمایا: کہ میں تمہارے لیے روشن کرتا ہوں اس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے ہو اور یہاں بھی تمام چیزوں کے بارے میں نہیں فرمایا؛ لیکن امیر المومنینؑ کے بارے میں فرمایا: کہہ دو کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ خدا اور وہ جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔ اور خود خدا ہی

---

[1] الرعد: ۴۳.

[2] الأعراف: ۱۴۵.

[3] الزخرف: ۶۳.

[4] الرعد: ۴۳.

[5] الأنعام: ۵۹.

present ziaraat.com

فرماتا ہے کہ: کوئی خشک و تر ایسا نہیں مگر وہ کتاب مبین میں موجود ہے اور اس کتاب کا علم علی بن ابی طالبؑ کے پاس ہے۔[1]

تفسیر قمی میں آیا ہے: اس شخص کا علم، جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا، [یعنی آصف ابن برخیا جو سلیمان نبیؑ کے وصی تھے، اور وہ اس علم کے ساتھ تخت بلقیس کو چشم زدن میں اٹھا لے آئے اور قرآن نے اس کی جانب اشارہ بھی کیا ہے؛][2] اس کے مقابل جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے [یعنی علی بن ابی طالبؑ] ایسا ہے جیسے ایک مچھر اپنے پروں میں دریا سے کچھ پانی لے اُڑے۔[3]

اور جب امام صادقؑ کے سامنے حضرت سلیمانؑ کے علم اور حکومت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: فَقَالَ لِي وَ مَا أُعْطِيَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ إِنَّمَا كَانَ عِنْدَهُ حَرْفٌ وَاحِدٌ مِنَ الِاسْمِ الْأَعْظَمِ وَ صَاحِبُكُمُ الَّذِي قَالَ اللهُ ﴿قُلْ كَفى بِاللهِ شَهِيداً بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ﴾ وَ كَانَ وَ اللهِ عِنْدَ عَلِيٍّ ع عِلْمُ الْكِتَابِ . سلیمان کے پاس فقط ایک اسم اعظم تھا لیکن تمہارے صاحب امیر المومنین علیؑ کے کہ جن کے بارے میں خدا نے قل کفی۔۔۔ فرمایا ہے، کل کتاب کا علم ہے۔[4]

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۲۲۹؛ الاحتجاج: ج۲، ص۳۷۵.

[2] النمل: ۴۰.

[3] تفسیر قمی: ج۱، ص۳۶۷؛ بحار الانوار: ج۳۵، ص۴۲۹.

[4] بصائر الدرجات: ج۱، ص۲۱۲؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۱۷۰.

present ziaraat.com

ان موارد کے علاوہ امیر المومنینؑ قرآن سے دوسری مناسبتیں بھی رکھتے ہیں ۔ جیسے : امیر المومنینؑ قرآن کے لکھنے والے، جمع کرنے والے ، صاحب مصحف علیؑ، حافظ قرآن اور قرآن کے ممتاز قاری بھی ہیں اور قرائت حفص جو سب سے زیادہ مشہور و معروف قرائت ہے، وہ بھی انہی جناب سے منسوب ہے۔

امیر المومنینؑ کے قرآن کے ساتھ اس عمیق ارتباط اور رشتے کی وجہ سے ہی معاویہ بن ابی سفیان کو تفسیر قرآن اور جناب امیر کے قرآن میں بیان شدہ فضائل کے بیان سے وحشت ہوتی تھی۔

معاویہ کی قرآن ناطق سے وحشت

تاریخ میں آیا ہے کہ ایک دن معاویہ قریشیوں کی ایک بیٹھک کے پاس سے گزر رہا تھا،اس کو دیکھتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے لیکن عبداللہ بن عباس بیٹھے رہے۔اس نے آواز دی : اے ابن عباس ! تو اپنے ساتھیوں کی طرح کھڑا کیوں نہ ہوا؟ تیرے پاس اس کی کوئی وجہ نہیں سوائے صفین کے کینے کے، ملول خاطر نہ ہو عثمان مظلوم مارے گئے ہیں۔

ابن عباس نے کہا: عمر بن خطاب بھی تو مظلوم مارے گئے تھے۔ معاویہ نے کہا: عمر کو ایک شخص نے مارا تھا۔ ابن عباس نے کہا: عثمان کو کس نے مارا؟ معاویہ بولا : مسلمانوں نے ۔ ابن عباس نے کہا: یہ بات تو تیری حجت کو اور زیادہ نابود کر رہی ہے۔ (معاویہ جو اس جواب سے لاجواب ہوا) بولا : میں نے سب کو بتا دیا ہے کہ بخشش نہ ہو گی اور مناقب علیؑ و خاندان علیؑ کو ممنوع کر دیا ہے، لہذا اپنی زبان بند رکھنا۔

present ziaraat.com

ابن عباس نے کہا: کیا تو ہمیں قرآن کی قرائت سے روکتا ہے ؟ کہنے لگا: نہیں۔ ابن عباس نے پوچھا: کیا تو ہمیں حقائق قرآن سے منع کرتا ہے ؟ بولا: ہاں ! ابن عباس نے کہا: یعنی ہم قرآن پڑھیں لیکن خدا کے مقصود کے بارے میں نہ پوچھیں ؟ بتا کتاب اللہ کا پڑھنا زیادہ واجب ہے یا اس پر عمل کرنا؟ معاویہ نے کہا: اس پر عمل کرنا۔ ابن عباس نے کہا: تو پھر ہم قرآن پر کیسے عمل کر سکتے ہیں جب تک اس کے مقصود کو نہ جانیں ؟

معاویہ بولا: اس معاملے میں ان سے پوچھ جو قرآن کے معنی ویسے بیان نہ کرتے ہوں جیسے تو اور تیرا خاندان بیان کرتا ہے ! ! ابن عباس نے کہا: قرآن خصوصی طور پر میرے خاندان پر نازل ہوا ہے تو کیا میں خاندان ابوسفیان سے سوال کروں ؟ اے معاویہ ! کیا تو ہمیں خدا کے قرآن کے حلال و حرام کے وسیلے سے عبادت کرنے سے منع کر رہا ہے ؟ اگر امت اسلامیہ ان سے نہ پوچھے تو جان لے کہ ہلاک ہو جائے گی اور ان میں اختلاف نمودار ہو گا۔

معاویہ نے کہا: قرآن کو پڑھ اور اس کے معنی بھی بیان کر لیکن جو کچھ بھی خدا نے تمہارے بارے میں نازل کیا ہے اس کو بیان نہ کر لیکن دوسرے امور بیان کرنے میں کوئی مشکل نہیں۔

ابن عباس نے کہا: خدا قرآن میں فرماتا ہے: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِؤُا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلاَّ أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ یہ لوگ چاہتے ہیں

present ziaraat.com

کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن خدا تو اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔[1]

معاویہ جو اس جواب سے سیخ پا ہو گیا بولا: اے ابن عباس! اپنے اوپر رحم کھا اور اپنی زبان بند رکھ اور اگر اہلبیتؑ کے فضائل نقل کرنے کے سوا تیرے پاس کوئی چارہ نہیں تو اس کام کو مخفیانہ طور پر انجام دے تا کہ کسی پر آشکار نہ ہو۔ معاویہ [یہ کہہ کر] اپنے گھر کی طرف چل دیا (اور اس کے بعد اُس نے ابن عباس کی دلجوئی کی خاطر) ایک لاکھ درہم بھجوا دیے۔[2]

۴۔امام العابدین اور ماہ عبادت

ماہ مبارک رمضان ماہ عبادت، ماہ توجہ اور تقرب الٰہی ہے۔ رمضان کے مہینے میں عبادت ایک ممتاز جلوے کی حامل ہے جو اسے دوسرے مہینوں سے جدا کرتی ہے۔ اس ماہ مبارک میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ فرصت کو غنیمت جانیں کیونکہ یہ خدا کے مہمان ہونے کا مہینہ ہے جس میں کم کوشش سے زیادہ پاداش ملتی ہے۔

ماہ رمضان میں عبادت کی اقسام:

الف) ماہ رمضان روزوں کا مہینہ ہے جو خیرہ کر دینے والے کثیر فوائد رکھتے ہیں۔

ب) یہ ماہ نفس کی تہذیب اور اس پر قابو پانے کا مہینہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَ احْتِسَاباً وَ كَفَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ وَ لِسَانَهُ عَنِ النَّاسِ قَبِلَ اللّٰهُ

---

[1] التوبۃ: ۳۲.

[2] الاحتجاج: ج ۲، ص ۱۵؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۲۴؛ مواقف الشیعۃ: ج ۱، ص ۸۳.

present ziaraat.com

صَوْمَهُ وَ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ وَ أَعْطَاهُ ثَوَابَ الصَّابِرِينَ. جو کوئی بھی ماہ رمضان میں ایمان کے ساتھ خدا کے لیے روزہ رکھے گا اور اپنے کان، آنکھ اور زبان سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھے گا، تو خدا اس کے روزے قبول فرمائے گا اور اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں سے در گزر کرئے گا اور اسے صابرین کا اجر عنایت فرمائے گا۔[1]

خصوصیت کے ساتھ اس ماہ میں زبان پر قابو رکھنے کی تاکید وارد ہوئی ہے۔ امام صادقؑ نے فرمایا: لازم ہے کہ روزے دار کا وقار اور متانت تم میں دکھائی دے۔ وَ الْزَمْ مَا اسْتَطَعْتَ مِنَ الصَّمْتِ وَ السُّكُوتِ إِلَّا عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَ لَا تَجْعَلْ يَوْمَ صَوْمِكَ كَيَوْمِ فِطْرِكَ؛ تاکہ تو سکوت اور خاموشی کو چھوڑ نہ دے سوائے ذکر خدا کے؛ جس دن تو روزے سے ہو اسے اس دن جیسا قرار نہ دے جس دن تو روزہ نہیں رکھتا۔[2]

اور فرمایا: إِنَّ الصَّوْمَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ إِنَّمَا جَعَلَ اللهُ ذَلِكَ حِجَاباً مِمَّا سِوَاهَا مِنَ الْفَوَاحِشِ مِنَ الْفِعْلِ وَ الْقَوْلِ يُفَطِّرُ الصَّائِمَ مَا أَقَلَّ الصُّوَّامَ وَ أَكْثَرَ الْجُوَّاعَ. روزہ فقط کھانے پینے کی اشیاء سے پرہیز کا نام نہیں بلکہ خدا نے تو اسے تمام برائیوں کے لیے حجاب قرار دیا ہے [اور ہر گناہ روزے کو برباد کر دیتا ہے] روزے دار کتنے تھوڑے ہیں اور بھوکے رہ کر فاقہ کرنے والے کتنے زیادہ!![3]

---

[1] المقنعۃ: ص ۳۰۵؛ وسائل الشیعۃ: ج ۱۰، ص ۱۶۴، ح ۱۳۱۲۶.

[2] النوادر للاشعری: ص ۲۱؛ وسائل الشیعۃ: ج ۱۰، ص ۱۶۵، ح ۱۳۱۳۱.

[3] وسائل الشیعۃ: ج ۱۰، ص ۱۶۶، ح ۱۳۱۳۲.

present ziaraat.com

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی ماہ رمضان داخل ہوتا تھا امام سجادؑ بولنا چھوڑ دیتے تھے اور بات نہیں کرتے تھے سوائے دعا و تسبیح و استغفار و اللہ اکبر کے۔[1]

ج) ماہ رمضان مومنین کی خدمت کا مہینہ ہے بالخصوص افطاری دینے کے حوالے سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی بھی ماہ رمضان میں کسی روزہ دار مومن کو افطار کروائے گا، اسے اس عمل کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور یہ اس کے پچھلے گناہوں کی بخشش کا وسیلہ بنے گا۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم سب کی مالی حیثیت ایسی نہیں جو کسی کو افطار کروا سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کریم ہے وہ یہ ثواب اسے بھی دے گا جو کسی کو ایک گھونٹ دودھ، یا میٹھا پانی یا چند کھجوریں بھی کھلا دے۔[2]

امام صادقؑ نے فرمایا: مَنْ فَطَّرَ صَائِماً فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ. جو کوئی بھی کسی روزے دار کو افطار کروائے گا اسے اسی کے برابر اجر ملے گا۔[3]

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: فِطْرُكَ أَخَاكَ الصَّائِمَ أَفْضَلُ مِنْ صِيَامِكَ. وہ افطاری جو ایک روزے دار اپنے مومن روزے دار بھائی کو دے وہ اس کے اپنے روزے سے افضل ہے۔[4]

وہ خدمات جو ماہ رمضان میں کی جا سکتی ہیں، ان میں سے ایک لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اور اپنے زیردست افراد بالخصوص ملازمین کے حال کی رعایت کرنا ہے۔

---

[1] وسائل الشیعۃ.

[2] وسائل الشیعۃ.

[3] الکافی: ج۷، ص۳۸۶، ح۶۲۷۶؛ وسائل الشیعۃ: ج۱۰، ص۱۳۸، ح۱۳۰۴۶.

[4] الکافی: ج۷، ص۳۸۷، ح۶۲۷۷؛ وسائل الشیعۃ: ج۱۰، ص۱۳۹، ح۱۳۰۴۸.

present ziaraat.com

د) ماہ مبارک رمضان، دعا و استغفار کا مہینہ ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: عَلَيْكُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِكَثْرَةِ الِاسْتِغْفَارِ وَ الدُّعَاءِ فَأَمَّا الدُّعَاءُ فَيُدْفَعُ بِهِ عَنْكُمُ الْبَلَاءُ وَ أَمَّا الِاسْتِغْفَارُ فَيَمْحَى ذُنُوبَكُمْ. تم پر لازم ہے کہ ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ استغفار اور دعا کرو؛ کیونکہ دعا بلاؤں کو تم سے دور کرتی ہے اور استغفار کرنا تمہارے گناہوں کو پاک کرتا ہے۔[1]

کلی طور پر ماہ مبارک رمضان گناہوں کی بخشش کے لیے بہترین فرصت ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ بد بخت ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بخشش خداوندی سے محروم رہ جائے۔[2] اور جو بھی ماہ رمضان کو درک کرے لیکن اس میں بخشا نہ جائے [وہ سمجھ لے کہ]اسے خدا نے دور کر دیا ہے یا خدا نے اسے دور گردانا ہے۔

س) ماہ مبارک رمضان، قرآن کا مہینہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا یہ مہینہ ماہ قرآن اور قرآن کی بہار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی ماہ رمضان میں ایک آیت پڑھے گا اسے ایک قرآن کے ختم کا ثواب ملے گا۔[3]

ص) ماہ مبارک رمضان، ماہ صلوات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ أَكْثَرَ فِيهِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ ثَقَّلَ اللَّهُ مِيزَانَهُ يَوْمَ تَخِفُّ الْمَوَازِين. جو کوئی بھی اس مہینے میں مجھ پر کثرت سے صلوات بھیجے گا اس کے اعمال کا ترازو اس دن جس دن اعمال کے ترازو سبک ہونگے، بھاری رہے گا۔[1]

---

[1] الکافی: ج۷، ص۴۴۰، ح۶۳۲۶؛ وسائل الشیعۃ: ج۱۰، ص۳۰۴، ح۱۳۴۷۸.

[2] وسائل الشیعۃ: ج۱۰، ص۳۱۳، ح۱۳۴۹۴.

[3] ایضاً.

present ziaraat.com

اور من جملہ اس ماہ مبارک میں تمام اچھائی اور نیکی کے کاموں کی تائید کی گئی ہے جیسے صدقہ، طولانی سجدے، نماز شب، اور رات کے وقت میں خدا سے راز و نیاز...

امیر المومنینؑ امام العابدین ہیں

امیر المومنینؑ اور رمضان المبارک میں پائی جانے والی ایک بہت ہی محکم شباہت، عبادت ہے۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں: کوئی بھی امام علیؑ کی طرح عبادت بجا نہیں لا سکتا، علی بن الحسینؑ جو اپنی عبادت کی وجہ سے زین العابدین مشہور تھے اور سال میں چند بار ان کی پیشانی اور ہاتھ و زانوں پر پڑے محراب اور گٹے کاٹے جاتے تھے، انہوں نے بھی جب امیر المومنینؑ [کی عبادت] کے بارے میں کچھ تحریروں کو دیکھا تو فرمایا: مَنۡ یُطِیقُ هَذَا. کون ہے جو ان کے جیسی عبادت بجا لا سکے؟!![2]

امام صادقؑ فرماتے ہیں: حضرت علیؑ اپنی آخری زندگی میں ہر شبانہ روز ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[3]

اہلسنت عالم ابن ابی الحدید معتزلی لکھتے ہیں: علیؑ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ ان کی نماز و روزہ سب سے بڑھ کر تھا، لوگوں نے نماز شب، اذکار پر مراقبت، اور مستحب نمازیں ادا کرنا انہی سے سیکھیں۔ تم کیا سمجھو اس شخص کو جو عبادت پر اس قدر مراقبت

---

[1] عیون اخبار الرضا: ج۱، ص۲۹۶؛ وسائل الشیعۃ: ج۱۰، ص۳۱۴، ح۱۳۴۹۴.

[2] الکافی: ج۱۵، ص۳۱۶، ح۱۴۹۱۵.

[3] الکافی (اسلامیہ): ج۴، ص۱۵۴.

present ziaraat.com

دیکھا جاتا تھا کہ جنگ صفین میں لیلۃ الھریر جیسی سہم گین اور جنگ کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والی شب جس میں صبح تک جنگ جاری رہی اور زخمیوں کی مدد کرنے تک کی فرصت نہ ملی، لیکن جیسا کہ روایت ہوا ہے امیر المومنینؑ جنہوں نے منافقین میں سے سینکڑوں افراد کو واصل جہنم کیا تھا اس وحشناک شب میں بھی دونوں لشکروں کے درمیان مصلہ عبادت بچھا کر نماز کے لیے کھڑے ہو گے جبکہ تیر ان کے دائیں بائیں سے گزر رہے تھے اور زمین پر گرتے تھے اور ان کے کان کے پاس سے سائیں سائیں کرتے گزرتے تھے لیکن انہوں نے ان کی جانب کوئی توجہ نہ کی یہاں تک کہ اپنی عبادت کی ذمہ داری سے فراغ ہو گئے۔ تم اس شخص کے بارے میں کیا سوچتے ہو جس کی پیشانی سجدوں کی کثرت و طول کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنوں جیسی ہو گئے تھی...[۱]

امام کو نماز سے شدید علاقہ تھا اور آپ نماز کا بہت زیادہ شوق رکھتے تھے بالخصوص نماز شب اور اس میں اپنے خالق سے راز و نیاز کرنے کا۔ روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس دن سے جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: نماز شب نور ہے، اسے ترک نہیں کیا۔ ابن کوّا جو منافقین میں سے تھا کہنے لگا: کیا لیلۃ الھریر میں بھی ترک نہیں کی؟ جناب امیرؑ نے فرمایا: ہاں لیلۃ الھریر میں بھی ترک نہیں کی![۲]

---

[۱] شرح نہج البلاغہ: ج ۱، ص ۲۷؛ بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۴۷۔

[۲] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۷۔

present ziaraat.com

یہ مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا درس ہے بالخصوص امام المتقینؑ کے پیروکاروں کے لیے کہ وہ نماز اور تہجد کو اس طرح سے اہمیت دیں چاہیں کیسے بھی حالات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ عالم جنگ اور کشت و کشتار کے ماحول میں بھی اس سے غافل نہ رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الرَّكْعَتَانِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا؛ شب کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا مجھے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

امیرالمومنینؑ ایسے تھے!

ایک دن معاویہ بن ابی سفیان نے ضرار بن ضمرۃ سے کہا: میرے سامنے علیؑ کے بارے میں کچھ بیان کرو۔ ضرار بولے: مجھے معاف رکھ، لیکن معاویہ نہ مانا۔ اس وقت ضرار نے امیرالمومنینؑ کی شرح حال شروع کی اور کہا: خدا کی قسم! علیؑ تک نہیں پہنچا جا سکتا، بڑی سخت طاقت کے حامل تھے، حکیمانہ کلام کرتے اور عادلانہ حکم فرماتے، علم و حکمت ان کے اطراف سے ابلتی تھی۔

انہیں دنیا اور اس کے جلووں سے وحشت ہوتی تھی، علیؑ رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے، ان کے آنسو بہت زیادہ تھے؛ طولانی تفکر کے ساتھ، ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر خود سے خطاب کرتے اور اپنے خدا سے مناجات فرماتے۔

انہیں لباس کا موٹا اور غذا کا سخت ہونا پسند تھا۔ جب ہمارے درمیان ہوتے تو ہم جیسے ہی ہوتے بنا کسی تکلف کے، اور جب ان سے سوال کرتے تو جواب دیتے۔ اس کے باوجود کہ ہم

[1] وسائل الشیعۃ: ج۸، ص۱۵۶، ح۱۰۲۹۲.

present ziaraat.com

سب سے اتنے نزدیک تھے لیکن ساتھ ہی ایک ایسی ہیبت کے مالک کہ ہم ان سے بات نہیں کرتے تھے اور ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔

جب تبسم فرماتے تو موتی کی طرح معلوم ہوتے۔ وہ اہل دین کا خیال رکھتے، فقراء کو پسند کرتے، طاقتور باطل کام میں ان سے لالچ نہیں رکھتا تھا اور فقیر ان کی عدالت سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔

میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا اس وقت جب شب نے اپنا آنچل اٹھا لیا تھا اور اور ستارے ڈوب چکے تھے وہ اپنے محراب میں اپنی ریش پکڑے ایک مار گزیدہ شخص کی طرح تڑپ رہے تھے اور ایک غمزدہ شخص کی طرح گریہ فرما رہے تھے۔

گویا میں اب بھی ان کی آواز سن رہا ہوں کہ فرماتے ہیں: اے دنیا! اے دنیا! کیا تو میری طرف آیا چاہتی ہے؟ کیا تجھے میرا شوق ہے؟ دور ہو جا دور ہو جا، کسی دوسرے کو جا کر فریب دے، مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ اب رجوع کا امکان ہی نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیری قیمت تھوڑی اور تیری آرزو ناچیز ہے۔ آہ آہ کہ توشہ راہ آخرت کم ہے اور اور سفر طویل و وحشتناک۔ (ان جملوں نے معاویہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ) اس کی داڑھی پر آنسو جاری ہو گئے، اس نے آستین سے انہیں پونچا۔ دوسرے افراد بھی شدت سے گریہ کرنے لگے۔ اس وقت معاویہ نے کہا: خدا کی قسم! ابوالحسنؑ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار بول تا کہ میں بھی جانوں کہ اس کے فراق میں تیرا صبر کیسا ہے؟ ضرار نے کہا: میرا صبر اس ماں کے صبر جیسا ہے جس کے بیٹے کا سر اس کے سینے پر رکھ کر جدا کیا جائے! ایسی ماں کے اشک

present ziaraat.com

کبھی نہیں تھمتے ؛اس کی حسرت کبھی ختم نہیں ہوتی اور اسے کبھی آرام نہیں ملتا۔ اس کے بعد ضرار اس حال میں کہ رو رہے تھے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

معاویہ نے اہل مجلس سے کہا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جو میرے بعد میری بھی اس طرح سے تعریف کرے؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: الصَّاحِبُ عَلَى قَدْرِ صَاحِبِهِ. جو جیسا ہوتا ہے اسے ویسا ہی ہمراہی نصیب ہوتا ہے۔[1]

شب کی تاریکی میں امیرالمومنینؑ کی عارفانہ مناجات

حبّہ عُرنی کہتے ہیں: میں اور نوف بکالی قصر کوفہ کے صحن میں سو رہے تھے کہ ہم نے رات کے کسی پہر میں امیرالمومنینؑ کو دیکھا کہ ایک متحیر و حیران شخص کی طرح اس آیہ کی تلاوت فرما رہے ہیں: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّماوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلافِ اللَّيْلِ وَ النَّهارِ لَآياتٍ لِأُولِي الْأَلْباب﴾ اور متحیر العقل افراد کی طرح چل رہے ہیں، اس وقت انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے حبہ جاگ رہے ہو یا سو رہے ہو؟ میں نے کہا: جاگ رہو ہوں! اگر آپ کی حالت ایسی ہو تو ہم کیا کریں؟

امام نے آنکھیں بند کر لیں اور رونے لگے اس کے بعد فرمایا: اے حبہ! قیام کرنا خدا کے لیے ہے اور ہم پر لازم ہے کہ اس کے سامنے قیام کریں، ہمارے اعمال میں سے کوئی بھی چیز اس

---

[1] ارشاد القلوب للدیلمی: ج۱، ص ۲۱۷؛ بحارالانوار: ج۴۱، ص ۱۲۰؛ حلیۃ الاولیاء: ج۱، ص ۸۴؛ تاریخ دمشق: ج۲۴، ص ۴۰۱؛ الاستعیاب: ج۳، ص ۲۰۹. البتہ ان کتب کی عبارات میں جزوی تفاوت موجود ہے۔

present ziaraat.com

سے پوشیدہ نہیں ہے۔اے حبہ! خدا میری اور تیری شہ رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے،اے حبہ! میرے اور تیرے لیے خدا کو کوئی چیز مانع نہیں۔

اس وقت امیر المومنین نوف کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے نوف! کیا سو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: نہیں یا امیر المومنین! سو تو نہیں رہا، آج شب بہت زیادہ رویا ہوں، جناب امیرؑ نے فرمایا: اے نوف: اگر آج کی شب خدا کے خوف کی وجہ سے طولانی گریہ کیا ہے تو کل خدا کے سامنے تیری آنکھیں روشن ہونگی۔

اے نوف! کسی مرد کی آنکھ سے خدا کے ڈر سے ایک قطرہ آنسو کا نہیں نکلتا مگر یہ کہ وہ آگ کے سمندر کو بجھا دیتا ہے۔اے نوف! خدا کے نزدیک کسی بھی شخص کا اس شخص سے زیادہ مقام نہیں جو خدا کے ترس سے گریہ کرتا ہو۔

خدا کے لیے محبت کرو اور خدا کے لیے دشمنی رکھو۔اے نوف! جو کوئی بھی خدا کے لیے محبت کرے اور کسی بھی چیز کو خدا کی محبت کی جگہ پر نہ رکھے اور خدا کے لیے دشمنی رکھے نہ کہ اس راہ میں فائدے کی غرض سے، تو اس حالت میں وہ حقائق ایمان تک بصورت کامل پہنچا ہے۔ پھر ان دونوں کو نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: خدا کی نسبت ہوشیار رہو کہ میں نے تمہیں انذار کیا ہے۔اس کے بعد ان کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمایا: اے کاش! کہ میں ان لحظات میں اپنی غفلت کو جانتا، کیا تو نے مجھ سے منہ پھیر لیا؟ یا میری جانب نظر نہیں کرتا؟ اے کاش! کہ میں جانتا کہ لمبی نیند اور تھوڑا شکر جو تیری نعمتوں کے مقابل ہے میں میرا کیا حال ہے؟ خدا کی قسم! جناب امیر! نماز صبح تک ایسے ہی حالت مناجات میں تھے۔[1]

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۲۲.

present ziaraat.com

اور یہ امیر المومنینؑ ہی ہیں جو اس بلند سخن کے صاحب ہیں جو ان کی اوج معرفت کا پتہ دیتا ہے۔ آپ بارگاہ خدا میں کہتے ہیں: اے خدا! میں نے تیری عبادت جہنم کے خوف سے نہیں کی اور نہ ثواب کے لالچ میں، بلکہ میں تو تیری عبادت اس لیے کرتا ہوں کیونکہ تجھے لائق عبادت جانتا ہوں۔[1]

خدا اور عبادت سے اسی عشق فراوان کی وجہ سے جناب امیرؑ کسی بھی حالت میں خدا سے غافل نہ رہے یہاں تک کہ جنگ کے نقاروں اور خطرات میں بھی جہاں ہر آدمی کے اوسان خطا اور آرام و سکون میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

جب جنگ صفین میں امیر المومنینؑ جنگ میں مصروف تھے، لوگوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ کی نظر سورج پر ٹکی ہوئی ہے! ابن عباس نے پوچھا: یا امیر المومنین! یہ کس لیے؟ فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ نماز ظہر کا وقت ہوا کہ نہیں تا کہ نماز پڑھیں! ابن عباس نے کہا: کیا اس وقت (جب جنگ عروج پر ہے) نماز پڑھنے کا وقت ہے؟ ہم حالت جنگ میں ہے نماز کی فکر میں نہیں لگ سکتے! امام نے فرمایا: ہم ان سے کس لیے جنگ لڑ رہے ہیں؟ ہم ان سے نماز کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں۔[2]

خدا کا سلام ہو امیر المومنینؑ پر جو مظہر عبادت و عبودیت اور امام العابدین عالم ہیں اس امید کے ساتھ کہ خدا ہمیں ان کے سچے شیعوں میں سے قرار دے۔ آمین۔

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۱، ص ۱۴؛ اور اسی کے قریب قریب شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۰، ص ۱۵۷ میں.

[2] بحار الانوار: ج ۸۲، ص ۲۳.

present ziaraat.com

علیؑ نجی اللہ

(حدیث نجویٰ خدا با امیر المومنینؑ کی تحقیق)

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاھرین
و لعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین.

مقدمہ

آئمہ اہلبیتؑ کے عظیم امتیازات میں سے ایک اس خاندان عظیم الشان کا عالم غیب سے خصوصی ارتباط اور علوم حضرت حق کو بصورت مستقیم و براہ راست یا فرشتے کے واسطے سے دریافت کرنا ہے۔

یہ بات روایات میں اہلبیتؑ کے محدث ہونے کے عنوان سے بیان کی گئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مِنْ أَهْلِ بَيْتِي اثْنَا عَشَرَ مُحَدَّثا؛ میرے خاندان میں سے بارہ افراد کو غیب کی خبریں دی جاتی ہیں۔[1]

روایات میں جناب سیدہ فاطمۃ الزھراءؑ، امامین حسنینؑ اور امام سجادؑ کے نام کی بعنوان محدث تصریح وارد ہوئی ہے۔[2]

امام صادقؑ نے فرمایا: يَأْتِيهِ مَلَكٌ فَيَنْكُتُ فِي قَلْبِهِ؛ محدث وہ ہے جس کے پاس فرشتہ آتا

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۳۱۹؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۶۷.

[2] بحار الانوار: ج۴۳، ص۷۸ و ج۲۶، ص۶۷ و ۷۲.

present ziaraat.com

ہےاوراس کے دل میں مطلب کوڈال دیتا ہے۔[1]

ان سب کے درمیان امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ خصوصی امتیاز کے حامل ہیں، اور یہ ان کے ولایت وامامت میں محور ہونے کی وجہ سے بھی ہے اور ان کے لیے متعدد روایات میں اس صفت سے متصف ہونے کی تکرار کی وجہ سے بھی۔ اس معاملے سے مربوط متعدد موارد جو امیر المومنینؑ سے متعلق تھے آئمہ اطہارؑ کے اصحاب اور راویان احادیث کے زدزبان عام رہے ہیں۔ اور جب بھی آئمہؑ کے اصحاب امیر المومنینؑ کی اخبار غیبی کے روبرو ہوتے تو وہ کوشش کرتے کہ اس ارتباط غیبی کی منشاء و منبع کا علم حاصل کریں۔ جب امام محمد باقرؑ نے فرمایا: علیؑ محدث ہیں تو انہوں نے حیرت سے پوچھا: کون ہے جو انہیں خبر دیتا تھا؟ فرمایا: فرشتے ان سے بات کرتے تھے...[2]

ایک اور روایت میں عبداللہ بن یعفور امام صادقؑ سے کہتے ہیں: ہمارا اعتقاد ہے کہ خبریں علیؑ کے دل، سینے یا کان تک پہنچائی جاتی تھیں۔امام صادقؑ نے فرمایا: إِنَّ عَلِيّاً ع كَانَ مُحَدَّثاً قَالَ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنَّ عَلِيّاً ع كَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ وَبَنِي النَّضِيرِ كَانَ جَبْرَئِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَ مِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِهِ يُحَدِّثَانِهِ. علیؑ محدَّث تھے۔ میں نے کہا: کیا آپ بھی انہی کی طرح ہیں؟ فرمایا: علیؑ محدث تھے۔ جب میں نے اس سوال کی تکرار کی، فرمایا: بنی قریظہ اور بنی نظیر کے

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۳۲۲؛ امالی طوسی: ص۴۰۷؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۶۷.

[2] بحار الانوار: ج۲۶، ص۶۷.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

واقعے میں جبرائیلؑ علیؑ کے دائیں اور میکائیل علیؑ کے بائیں تھے اور جناب امیرؑ ان سے بات کر رہے تھے۔[1]

علیؑ نجیُّ اللہ تعالی

اس مقام و مرتبے کے اہم ترین مصادیق میں سے ایک جو جناب امیرؑ کے ممتاز فضائل میں سے ایک ہے، واقعہ طائف میں خدا کا ان کے ساتھ کلام کرنا ہے۔

شیخ مفیدؒ راقم ہیں: جب خدا نے جنگ حنین میں مشرکین کو پراگندہ کر دیا تو وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے؛ اعراب اور ان کے تابعین اوطاس کے علاقے میں چلے گئے اور دوسرا گروہ جو قبیلہ ثقیف اور ان کے پیروکاروں کا تھا انہوں نے طائف کی راہ لی۔

رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر اشعری کے ساتھ کچھ افراد کو جن میں ابو موسی اشعری بھی تھا اوطاس کی جانب روانہ کیا اور ابوسفیان کو بعض افراد کے ساتھ طائف کی طرف بھیجا۔ مشرکین کے پہلے گروہ کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کے سردار ابو عامر قتل ہو گئے۔ اور ان کی جگہ ان کے چچازاد ابو موسی اشعری نے سنبھالی اور بالآخر خدا نے اس گروہ کو فتح سے ہمکنار فرمایا۔

لیکن دوسرا گروہ جو ابوسفیان کی سربراہی میں تھا بنی ثقیف سے جنگ میں جیتنے سے ناکام رہا۔ ابوسفیان دوڑا دوڑا رسول ﷺ کے پاس پہنچا اور بولا: آپ نے مجھے بادیہ نشینوں اور قبیلہ ہزیل کے ایسے گروہ کے ساتھ بھیجا ہے جو کنویں سے ایک ڈول پانی کا نہیں کھینچ سکتے۔

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۳۲۱؛ الاختصاص: ص۲۸۶؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۷۱۔

present ziaraat.com

رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا اور خود طائف کی جانب عازم سفر ہوئے۔ ان لوگوں کا کچھ دن محاصرہ کرنے کے بعد آپؐ نے امیر المومنینؑ کو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ جو بت بھی ملے اسے توڑ ڈالیں۔ امیر المومنینؑ روانہ ہوئے اور قبیلہ خثعم کے سواروں کی ایک بڑی تعداد سے آمنا سامنا ہو گیا۔ ان میں سے ایک مرد بنام شہاب باہر آیا اور مبارز طلب کرنے لگا۔ امیر المومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کون ہے جو میدان میں جائے؟ کسی نے جواب نہ دیا؛ امیر المومنینؑ خود کھڑے ہوئے اور میدان میں آ گئے۔

اس وقت ابوالعاص بن ربیع نے کہا: اے امیر! دوسرے بھی موجود ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: نہیں میں ہی جاؤں گا لیکن اگر میں مارا جاؤں تو تو لشکر کا امیر ہے۔ جناب امیرؑ نے ایک ہی ضرب سے شہاب کو فی النار کر دیا اور لشکر کشی کر کے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اس کے بعد جناب امیرؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس محاصرے والی جگہ پر پہنچ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ کو دیکھ کر تکبیر کہی اور ان کا ہاتھ تھام کر [ایک طرف لے گئے] اور ایک طولانی مدت تک خلوت میں ان سے نجویٰ [راز کی باتیں] کرتے رہے۔

جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کے واقعے میں علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ خلوت فرمائی، عمر بن خطاب نے کہا: کیا آپ علیؑ کے ساتھ خلوت کرتے ہیں اور ہمارے بغیر ہی اس سے راز کی باتیں کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! میں نے اس کے ساتھ راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا نے اس کے ساتھ راز کی باتیں کی ہیں...[1]

[1] الارشاد: ج۱ ص۱۹۸ (مترجم فارسی با متن عربی)

present ziaraat.com

طائف کے محاصرے کے دوران رسول اللہ ﷺ کا جناب امیرؑ کے ساتھ خلوت کرنا، ان پر بعض اصحاب کا اعتراض کرنا، اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ: میں نے علیؑ کے ساتھ راز کی باتیں نہیں کی بلکہ خدا نے اس کے ساتھ راز و نیاز کیا ہے؛ ان تمام امور کو کثیر شیعہ و سنی علماء نے نقل کیا ہے؛ اس صورت سے کہ ان واقعے کے وقوع میں کوئی تردید نہیں کی جاسکتی۔[1]

---

[1] اس حدیث کو بزرگان اسلام نے کچھ فرق کے ساتھ مختلف تعبیرات کے قالب میں نقل کیا ہے. **اہلسنت منابع**: مسند احمد بن حنبل؛ سنن ترمذی: ج۵، ص ۶۳۹؛ تحفۃ الاحوذی (مبارک فوری): ج۱۰، ص ۱۵۹؛ مسند ابو یعلی موصلی: ج۴، ص۱۱۸؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ج۲، ص۱۸۶؛ شرح ابن ابی الحدید معتزلی: ج۷، ص ۲۴۴؛ کنزالعمال (متقی ہندی): ج۱۱، ص ۶۲۵ و ج۱۳، ص ۱۲۹؛ شواہد التنزیل (حاکم حسکانی): ج۲، ص ۳۲۵؛ الکامل (عبداللہ بن عدی): ج۶، ص۲۴۷؛ تاریخ خطیب بغدادی: ج۷، ص۴۱۶؛ تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر): ج۴۲، ص ۳۱۵؛ اخبار اصفہان (حافظا اصفہانی): ج۱، ص ۱۴۱؛ البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر): ج۷، ص ۲۹۳؛ المناقب خوارزمی: ص ۱۳۸؛ مطالب السؤول (محمد بن طلحہ شافعی): ص ۹۱؛ الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی): ج۱، ص ۲۳۱؛ ینابیع المودۃ (قندوزی): ج۱، ص ۱۸۲؛ النھایہ فی غریب الحدیث (ابن اثیر): ج۵، ص ۲۵؛ لسان العرب (ابن منظور): ج۱۵، ص۳۰۷؛ تاج العروس (زبیدی): ج۲۰، ص ۲۲۱؛ السنۃ (ابن ابی عاصم): ج۲، ص ۵۹۸؛ اس کے علاوہ، اسد الغابہ؛ جامع الاصول (ابن اثیر) اور الریاض النظرۃ میں بھی. **شیعہ منابع**: بصائرالدرجات (محمد بن حسن صفار)؛ الاختصاص والارشاد (شیخ مفید)؛ شرح الاخبار (قاضی نعمان مصری)؛ مناقب الامام امیر المومنینؑ (محمد بن سلیمان کوفی)؛ امالی طوسی؛ مناقب ابن شہر آشوب؛ المستجاد و کشف الیقین (علامہ حلی) الصراط المستقیم (علی بن یونس آملی)؛ عوالی اللئالی (ابن جمہور احسائی)؛ مجمع البیان (شیخ طبرسی)؛ بشارۃ المصطفیٰ (محمد بن علی طبری)؛ کشف الغمۃ (ابن ابی الفتح اربلی)؛ غایۃ المرام (سید ہاشم بحرانی)؛ احقاق الحق (شہید ثالث)؛ شرح احقاق الحق (مرعشی نجفی)؛ بحار الانوار (علامہ مجلسی): ج۳۹.

present ziaraat.com

حدیث مناشدہ میں نجوائے طائف

امیر المومنینؑ نے عمر بن خطاب کی تعین خلیفہ کے لیے تشکیل دی ہوئی شش نفری شوریٰ میں اپنے متعدد فضائل بیان فرمائے تھے۔اور کہا تھا: میں تم پر احتجاج کرتا ہوں کہ اعراب میں سے کسی شخص میں اتنی توان نہیں کہ میرے ان فضائل کو جھٹلائے اور اس کے بعد قسم دے دے کر اپنی ایک ایک فضیلت کے لیے حاضرین شوریٰ سے اعتراف کروایا تھا۔

انہیں فضیلتوں میں سے ایک یہ تھی: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم مانتے ہو کہ روز طائف رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ خلوت فرمائی جبکہ کوئی دوسرا وہاں موجود نہ تھا اور یہ راز و نیاز طولانی ہو گیا،اور تم نے کہا: آپ علیؑ کے ساتھ تنہائی میں ہمارے بنا ہی راز کی باتیں کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس سے نجوی نہیں کیا بلکہ خدا نے اس سے نجوی کیا! حاضرین نے کہا: خدا گواہ ہے کہ ایسا ہی ہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ علامہ مجلسی فرماتے ہیں: یہ خبر فریقین کی نقل کے مطابق متعدد اسناد سے ثابت، متواتر اور صحیح ہے،اور یہ فضیلت نبوت کے درجے کے نزدیک بلکہ بعض انبیاء جن کی نبوت خواب تک محدود تھی کی نبوت سے افضل ہے...(بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۷)

[1] مناقب علی بن ابی طالبؑ (ابن مغازلی شافعی): ص۱۱۷؛ ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی): ج۱، ص۱۸۲؛ الولایۃ (ابن عقدۃ کوفی)؛ نہج الحق (علامہ حلی)؛ الاحتجاج (طبرسی)، کچھ فرق کے ساتھ۔

present ziaraat.com

نجوائے طائف کے بارے میں چند نکتے:

پہلا نکتہ: نجوی کے معنی

نجویٰ کے معنی سر، راز اور پنہاں امر کے ہیں۔ علامہ طبرسی کہتے ہیں: نجویٰ یعنی سر و راز جو ایک فرد دوسرے کو منتقل کرتا ہے۔[1]

راغب اصفہانی کہتے ہیں: انتجیت فلانا؛ استخلصتہ سری؛ یعنی فلاں شخص کو اپنے راز کے لیے منتخب کیا۔[2]

فیروز آبادی کہتے ہیں: نجویٰ یعنی سرّ و ناجاہ؛ یعنی اسے راز بتلایا اور انتجاہ یعنی اس سے خصوصی مناجات کیں۔[3]

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: نجو، راز کا نام ہے اور میں نے فلاں کے ساتھ نجویٰ کیا کے معنی ہے کہ میں نے فلاں کو راز بتلایا...[4]

جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان: **و لکن اللہ انتجاہ**؛ کا معنی یہ قرار پایا کہ: خدا نے علیؑ کو اپنے اسرار بتلانے کے لیے منتخب اور انہیں اس چیز سے خاص فرمایا۔

---

[1] مجمع البیان: ج۹، ص ۴۱۳.

[2] مفردات راغب.

[3] القاموس المحیط.

[4] شرح نہج البلاغۃ: ج۷، ص ۲۴.

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

دوسرا نکتہ: غلط توجیہ

علمائے اہلسنت کی ایک جماعت، جیسے ترمذی نے سنن میں ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ،ابن اثیر نے کامل میں، ابن منظور نے لسان العرب میں اور زبیدی نے تاک العروس میں اس جملے: 'و لکن الله انتجاه' کے اس طرح معنی بیان کیے ہیں: خدانے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ سے راز کی بات کہوں؛ تاکہ مذکورہ جملے کے معنی علیؑ کے خدا سے براہ راست مناجات کے نہ رہیں، بلکہ بات چیت رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ کے درمیان رہے کہ انہوں نے خدا کے حکم سے وہ اسرار جن کے ابلاغ کا حکم خدانے دیا تھا، انجام دیے۔

لہذا اہلسنت میں سے مبارکفوری کہتے ہیں: حدیث کے معنی یہ ہیں: میں نے خدا کی جانب سے وہ چیز جو اس نے مجھے حکم دی کہ علیؑ کو پہنچادوں اسے نجوی کے ذریعے پہنچادیا اور اس طرح خدانے ان کے ساتھ نجوی کیا اور یہ مسئلہ بلکہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿وَ ما رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ لكِنَّ اللَّهَ رَمى﴾ جب تو نے تیر چلایا تو وہ تو نے نہیں بلکہ خدانے چلایا تھا۔[1] یعنی جس طرح خدا کے حکم کی وجہ سے تیر چلانے کی نسبت خدا کی جانب ہے نہ یہ کہ خود خدانے آ کر براہ راست تیر چلائے تھے، ان مناجات میں بھی ایسا ہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کے حکم پر علیؑ کے ساتھ مناجات کی تھیں اور یہ اسی وجہ سے خدا کے ساتھ مناجات کرنا محسوب ہوئیں۔

---

[1] الانفال:۱۷.

present ziaraat.com

اگر ہم اس توجیہ کو خوش بین ہو کر دیکھیں اور اسے عناد و بغض اور اہلبیتؑ کے فضائل گھٹانے پر محمول نہ بھی کریں، جیسا کہ بعض اس کے معتقد بھی ہوئے ہیں،[1] تب بھی لازم ہیں کہ یہی کہیں: یہ توجیہ ہر چند کہ ممکن ہے؛ بالخصوص یہ اہلسنت اور بعض شیعہ روایات میں بھی آئی ہے[2]۔اور علامہ حلی نے بھی اس سے یہی مراد لی ہے۔[3] اور امیر المومنینؑ کے ساتھ ایسے خصوصی نشست میں اسرار الٰہی بیان کرنا بھی خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے نزدیک امیر المومنینؑ کی بے نظیر عظمت کو ظاہر کرتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے قرائن موجود ہیں جو ظاہر حدیث کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امیر المومنینؑ کے ساتھ خدا کے براہ راست مناجات کرنے کی تائید کرتے ہیں۔

الف) اس جملے کا ظاہر: (ما انا انتجیتہ و لکن اللہ انتجاہ) میں نے اس کے ساتھ نجوی نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے۔ یہ پتہ دیتا ہے کہ یہ مکالمہ براہ راست خدا کے ساتھ تھا۔

---

[1] بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۷.

[2] مدینۃ المعاجز، مناقب ابن شہر آشوب، اور ترمذی، ابویعلی، سمعانی... ان اللہ امرنی ان انتجی معہ یعنی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ کے ساتھ نجوی کروں۔ ما انا ناجیتہ بل اللہ امرنی بذلک: میں نے اس کے ساتھ نجوی نہیں کیا بلکہ خدا نے مجھے اس کا حکم دیا، الاحتجاج: ج۱، ص۲۰۲؛ حدیث مناشدہ کے ضمن میں.

[3] کشف الیقین: ص۳۵۴.

present ziaraat.com

ب) جن متعدد روایات میں واقعہ طائف نقل ہوا ہے ان میں اس جملے (لکن اللہ انتجاہ) کی جگہ کی جملہ (إِنِّي وَاللّٰهِ مَا نَاجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ نَاجَاه) نقل ہوا ہے۔ یعنی میں نے اس کے ساتھ خصوصی بات نہیں کی بلکہ یہ تو خدا ہے جس نے علیؑ کے ساتھ بات کی ہے۔ کلمہ ناجاہ محکم ظہور رکھتا ہے کہ یہ مناجات امیر المومنینؑ اور خدا کے درمیان براہ راست ہوئی ہیں۔[1]

اور دوسری تعبیر اس طرح وارد ہوئی ہے: مَا أَنَا بِمُنَاجِيهِ إِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّه؛ میں نے اس کے ساتھ مناجات نہیں کی بلکہ یہ تو اپنے رب کے ساتھ مناجات کر رہا تھا۔[2]

ج) امیر المومنین کے ساتھ خداوند متعال کا نجوی کرنا دوسرے موارد میں بھی نقل ہوا ہے اور ان مقامات پر امیر المومنینؑ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہ تھے جو اس قسم کی توجیہ کا امکان باقی رہے۔ مثلاً: برائت کی ماموریت کے واقعے میں امام علیؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: مجھے سفارش کیجیے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكَ وَ يُنَاجِيكَ قَالَ فَنَاجَاهُ يَوْمَ بَرَاءَةَ قَبْلَ صَلَاةِ الْأُولَى إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ. خدا تجھے سفارش کرے گا اور تجھ سے نجویٰ بھی کرے گا۔ خدا نے روز برائت نماز ظہر کے قبل سے نماز عصر تک علیؑ کے ساتھ نجوی کیا۔[3]

---

[1] نقل اہلسنت کے مطابق جابر کی روایت میں؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۴ و۱۵۵۔

[2] الاختصاص: ص۳۲۷؛ مدینۃ المعاجز: ج۱، ص۳۷؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۳۔

[3] الاختصاص: ص۲۰۰؛ بصائر الدرجات: ج۱، ص۴۱۱؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۵۔

present ziaraat.com

یمن کی ماموریت کے واقعے کے حوالے سے امام صادقؑ نے فرمایا: امیر المومنینؑ احکام کو روح القدس سے دریافت کرتے رہے۔[1]

واقعہ فتح خیبر میں جہاں رسول اللہ ﷺ علیؑ کے ساتھ نہیں تھے، جب ابو رافع نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ علیؑ آپ کے حکم کے مطابق لوگوں کے درمیان رک گئے ہیں اور بعض افراد کہہ رہے ہیں: إِنَّ اللَّهَ نَاجَاهُ فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَا رَافِعٍ إِنَّ اللَّهَ نَاجَاه؛ خدا نے علیؑ کے ساتھ نجوی کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں (لوگ ٹھیک کہتے ہیں) خدا نے علیؑ کے ساتھ نجوی کیا ہے۔[2]

جب آپ رسول اللہ ﷺ کو غسل دے رہے تھے اس وقت کے لیے بھی ایک روایت موجود ہے: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَاجَى عَلِيّاً ع يَوْمَ غَسَّلَ رَسُولَ اللَّهِ ص؛ خدا نے علیؑ کے ساتھ مناجات کیں جب وہ رسول اللہ ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔[3]

یہاں تک کہ طائف کے واقعے کے بارے میں بعض روایات میں آیا ہے: امام علیؑ پہاڑ پر کھڑے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: سنبھل کر محکم کھڑے ہو جاؤ اور اس کے بعد بجلی کے کوندے کی سی صدا سنائی دی، لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ یہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُنَاجِي عَلِيّاً ع. خدا نے علیؑ کے ساتھ نجوی کیا ہے۔[4]

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۴۵۳؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۶.

[2] الاختصاص: ص۳۲۸؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۴.

[3] بصائر الدرجات: ج۱، ص۴۱۱؛ الاختصاص: ص۲۰۰؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۵.

[4] بصائر الدرجات: ج۱، ص۴۱۲؛ الاختصاص: ص۲۰۱؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۶.

present ziaraat.com

د) ہماری بات پر ایک اور مؤید وہ کثیر روایات ہیں جن میں امام کو الہام ، نوری ستون، جبرائیل، روح القدس یا کسی اور فرشتے کے ذریعے سے خدا کے ساتھ مرتبط بتایا گیا ہے۔ یہ سب باتیں اس مطلب پر مؤید ہیں کہ آئمہ اہلبیتؑ خدا کے ساتھ سری ارتباط رکھتے ہیں جن میں خدا فرشتے کے ذریعے یا براہ راست کلام کرتا ہے۔

اور رہیں وہ روایات جن میں نجوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کے درمیان بتایا گیا ہے تو ان میں ضعف سند اور ارسال پایا جاتا ہے اور ان سے تو ان توجیہ گر افراد نے بھی تمسک اختیار نہیں کیا اور اگر واقعاً ایسی روایت ثابت ہوتی تو کم از کم یہ توجیہ گر افراد ان احادیث سے جو حدیث کے ظاہر کے خلاف ہیں ضرور تمسک اختیار کرتے۔ اس کے علاوہ یہ روایات ان روایات سے متعارض بھی ہیں جو اس واقعے کو بیان کرتی ہیں بلکہ جیسا کہ ہم نے دیکھا ان کے خلاف محکم دلائل موجود ہیں۔

غلو کے وہم کا ازالہ

البتہ یہ احتمال بعید نہیں کہ مذکورہ توجیہ کرنے والے افراد نے شاید یہ گمان کیا ہو کہ امیر المومنینؑ کے خدا کے ساتھ کلام کرنے میں اس وحی کا شائبہ موجود ہے جو انبیاء سے خاص ہے، لہذا انہوں نے غلو و نبوت کے وہم کے ازالہ و دفع کی خاطر اس توجیہ کا ذکر کیا ہو۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اولاً تو تمام شیعہ سنی مسلمان اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ گزشتہ امتوں میں اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد بھی، بعض افراد ایسے تھے جو پیغمبر تو نہیں تھے لیکن عالم غیب سے اسرار واخبار ان تک پہنچتے تھے۔

present ziaraat.com

صحیح بخاری میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء...؛ یعنی بنی اسرائیل میں بعض ایسے مرد موجود تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا جبکہ وہ پیغمبر بھی نہ تھے۔[1] اہلسنت کے بزرگان نے محدَّث کی تعریف میں کہا ہے: یا تو یہ اسے کہتے ہیں جس پر الہام ہوتا ہے یا اسے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں لیکن وہ نبی نہیں ہوتا۔[2] یہاں تک کہ عمر بن خطاب کے لیے بھی محدث ہونے کا ادعا کیا گیا ہے۔ اہلسنت کی مذکورہ حدیث میں آیا ہے: اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں!![3]

اور عمران بن حصین (م ۵۲) کے بارے میں کہا گیا ہے: وہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو دیکھتا تھا اور وہ اس سے بات بھی کرتے تھے۔[4]

---

[1] صحیح بخاری: ج ۲، ص ۱۹۴؛ اور اسی کے مثل صحیح مسلم باب فضائل عمر میں بھی آئی ہے. لیکن اس کے ساتھ ہی ایک تأمل انگیز جملے کا اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے: فان یکن من امتی منهم احد فعمر! اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہے تو وہ عمر ہے. تأمل اس لحاظ سے کہ خلیفہ دوم کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی ان تمام غلطیوں کے باوجود جو تاریخ میں کثرت سے مذکور ہیں، اور خود اس واقعہ نجویٰ میں بھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا؛ خدا کی جانب سے مؤید ہوں؟!

[2] محب الدین الطبری: ج ۱، ص ۱۹۹؛ مناوی نے قرطبّی سے، شرح الجامع الصغیر: ج ۴، ص ۵۰۷؛ دیکھیے الغدیر: ج ۵، ص ۴۴.

[3] ارشاد الساری: ج ۶، ص ۹۹؛ دیکھیے: الغدیر: ج ۵، ص ۴۲.

[4] الاستعیاب: ج ۲، ص ۴۵۵؛ الاصابۃ: ج ۳، ص ۲۶؛ دیکھیے الغدیر: ج ۵، ص ۴۶.

present ziaraat.com

بنا بریں؛ غیب، الہام اور ملائکہ سے ارتباط رکھنے کا اعتقاد رکھنا غلو نہیں لہذا یہ اعتراض صحت نہیں رکھتا۔

ثانیاً: قرآن میں بعض اولیائے الٰہی کا ملائکہ کے ساتھ کلام کرنا ذکر ہوا ہے اور یہ وہ تھے جو انبیاء میں سے نہیں تھے۔ مثلاً: جبرائیل کا جناب مریمؑ کے لیے تمثل اختیار کرنا اور ان دونوں کے درمیان باتوں کا تبادلہ ہونا جسے قرآن نے نقل کیا ہے: ﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجاباً فَأَرْسَلْنا إِلَيْها رُوحَنا فَتَمَثَّلَ لَها بَشَراً سَوِيًّا ۞ قالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۞ قالَ إِنَّما أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلاماً زَكِيًّا ۞ قالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلامٌ وَ لَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَ لَمْ أَكُ بَغِيًّا ۞ قالَ كَذلِكِ قالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِنَّا وَ كانَ أَمْراً مَقْضِيًّا﴾ ہم نے فرشتہ روح کو مریم کی جناب بھیجا اور وہ کامل بشر کی صورت میں متمثل ہوا، مریمؑ نے کہا: میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو پیرہیزگاروں میں سے ہے، تو وہ فرشتہ بولا: میں تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں...[۱]

یا خدا کا مادر موسیٰؑ کو وحی کرنا: ﴿وَ أَوْحَيْنا إِلى أُمِّ مُوسى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَ لا تَخافِي وَ لا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَ جاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ اور ہم نے مادر موسیٰؑ کو وحی کی کہ اسے دودھ پلائے اور جب بھی خوف محسوس ہو اسے دریا کے حوالے کر دے اور نہ ڈرے...[۲]

---

[۱] مریم: ۱۷ تا ۲۱.

[۲] القصص: ۷.

present ziaraat.com

یا فرشتوں کا جناب ابراہیمؑ کی زوجہ سے ہم کلام ہونا کہ جب انہوں نے عالم پیری میں جناب اسماعیلؑ کے تولد کی خبر دی اور وہ حیرت زدہ ہو گئیں تو فرشتوں نے ان سے کہا: ﴿قالُوا أَ تَعْجَبينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَ بَرَكاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَميدٌ مَجيدٌ﴾ کیا تو خدا کے امر پر تعجب کرتی ہے، اللہ کی رحمت اور برکت ہو تم پر اے اہلبیت، بے شک وہ حمید و مجید ہے۔[1]

سو امام باقرؑ کے اس فرمان میں کوئی جائے تعجب نہیں کہ آپ فرماتے ہیں: إِنَّ الْأَوْصِيَاءَ مُحَدَّثُونَ يُحَدِّثُهُمْ رُوحُ الْقُدُسِ؛ اوصیاء محدث ہیں اور روح القدس ان کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔[2]

آئمہ اہلبیتؑ، پیغمبر نہیں ہیں

امام صادقؑ فرماتے ہیں: مَنْ قَالَ بِأَنَّنَا أَنْبِيَاءُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَ مَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ؛ جو بھی یہ کہے کہ ہم نبی ہیں اس پر خدا کی لعنت اور جو کوئی بھی اس بات میں شک کرے اس پر بھی خدا کی لعنت۔[3]

دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب امام باقرؑ نے فرمایا: قَالَ لِي أَبُو جَعْفَرٍ ع إِنَّ عَلِيّاً ع كَانَ مُحَدَّثاً قُلْتُ فَنَقُولُ إِنَّهُ نَبِيٌّ قَالَ فَحَرَّكَ يَدَهُ هَكَذَا ثُمَّ قَالَ أَوْ كَصَاحِبِ سُلَيْمَانَ أَوْ كَصَاحِبِ

---

[1] ہود: ۷۳.

[2] بصائر الدرجات: ج۱، ص۴۵۳؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۲.

[3] رجال کشی: ص۳۰۱؛ بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۹۶.

present ziaraat.com

مُوسَى أَوْ كَذِي الْقَرْنَيْنِ أَوَمَا بَلَغَكُمْ أَنَّهُ قَالَ وَفِيكُمْ مِثْلُهُ. حضرت علیؑ محدث تھے اور فرشتے انہیں خبریں دیا کرتے تھے؛ تو راوی نے سوال کیا: تو کیا وہ رسول تھے؟ امام نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ آصف ابن برخیا، جناب خضر یا جناب ذوالقرنین کی طرح تھے (کہ جنہیں غیب کی خبریں ملتی تھیں لیکن وہ نبی نہیں تھے)۔ اس کے بعد فرمایا: کیا تم تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ امام علیؑ نے فرمایا ہے: تمہارے درمیان بھی ان جیسے افراد موجود ہیں۔[1]

ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے: کیا تم نے نہیں سنا کہ علیؑ سے پوچھا گیا تھا: کیا ذوالقرنین پیغمبر تھے؟ آپ نے فرمایا: لَا بَلْ كَانَ عَبْداً أَحَبَّ اللَّهَ فَأَحَبَّهُ وَنَاصَحَ اللَّهَ فَنَاصَحَهُ؛ نہیں لیکن وہ خدا دوست بندے تھے جنہیں خدا بھی دوست رکھتا تھا، انہوں نے خدا کے لیے خدمت کی اور خدا نے بھی انہیں نصیحت کی۔[2]

امام صادقؑ نے فرمایا: إِنَّمَا الْوُقُوفُ عَلَيْنَا فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَأَمَّا النُّبُوَّةُ فَلَا؛ حلال و حرام کے معاملے میں ہم پر تکیہ کرو لیکن ہماری نبوت کا اعتقاد نہ رکھنا۔[3]

آپ ہی نے فرمایا: خدا نے قرآن کے ذریعے کتابوں کو تمام کیا اور تمہارے نبی پر نبوت کو ختم فرمایا۔[4]

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص ۳۲۲؛ اختصاص: ۲۸۷؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص ۷۰ و ج ۴۰، ص ۱۴۲.

[2] بصائر الدرجات: ج۱، ص ۳۶۷؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص ۷۲

[3] الکافی: ج۱، ص ۲۶۷، ح ۵۰۷؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص ۸۳.

[4] اصول کافی: کتاب الحجۃ، باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث.

www.ziaraat.com

اور ایک اور حدیث میں علوم اہلبیت کے منابع بیان کرنے کے بعد جن میں الہامی ارتباط اور فرشتوں سے اخبار لینے کا ذکر تھا، فرمایا: وَلَا نَبِيَ بَعْدَ نَبِيِّنَا. ہماری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں۔[1]

بلکہ شیعہ تو اس بات کے معتقد ہیں کہ وحی کی تعبیر اہلبیتؑ کے خصوصی ارتباط بالغیب کے لیے استعمال کرنا بھی صحیح نہیں؛ ہر چند کہ قرآن میں مادر موسیٰؑ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے جو نبی نہیں تھیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے آیت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

شیخ مفید، جو ایک برجستہ عالم اور تمام شیعہ علماء کے یہاں مورد اتفاق ہیں صریح طور پر کہتے ہیں: ہر چند کہ عقلی طور پر ہمارے آئمہؑ پر جو نبی بھی نہیں ہیں، نزول وحی کوئی عقلی مانع نہیں رکھتی؛ بالکل ویسے ہی جیسے خدا نے مادر موسیٰؑ پر وحی ہے البتہ اس بات پر بھی سب ہی اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو گی اور جو کوئی بھی یہ سوچے کہ بعد از پیغمبر کسی پر وحی ہو گی اس نے خطا کی اور وہ کافر ہے... اور اس مطلب پر تمام امامیہ کا اتفاق ہے اور کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔[2]

ایک اور مقام پر تصریح کرتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ پیغمبر کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو گی۔[3]

---

[1] الکافی (اسلامیہ): ج ۱، ص ۲۶۴؛ بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۳۱۸؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۵۹.

[2] اوائل المقالات؛ مرآۃ العقول: ج ۲، ص ۲۹۱؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۸۳.

[3] ایضاً. (مترجم کہتا ہے: البتہ یہاں پر تفصیل کا قائل ہوا جا سکتا ہے. کیونکہ وحی دو حصوں میں منقسم ہے ایک تشریعی اور دوسری غیر تشریعی؛ اس میں کوئی شک نہیں کہ وحی تشریعی وہ قسم ہے جو فقط انبیاء سے متعلق تھی اور بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو گئے، کیونکہ دین کامل ہوا لیکن وحی غیر تشریعی

present ziaraat.com

اس سب کے باوجود یہ بات بڑی عجیب اور انصاف سے دور ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شیعہ اور پیروان اہلبیتؑ اپنے آئمہؑ کے متعلق اس بات کے قائل ہیں کہ ان پر وحی ہوتی ہے اور ملائکہ خدا کی جانب سے ان پر وحی لے کر نازل ہوتے ہیں؛ جیسے کہ عبداللہ قصیمی نے کمال بے شرمی سے اسے شیعوں کے سر تھوپنے کی کوشش کی ہے۔[1]

یاللعجب کہ وہ مدعی ہوا ہے کہ: چونکہ شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ امام عالم غیب سے الہام حاصل کرتا ہے یا فرشتوں سے بات کرتا ہے، لہذا اس صورت میں وہ حتماً پیغمبر ہوئے؛ اور وہ اس کے بعد انکار نبوت اور آئمہ پر نزول وحی [تشریعی] کی رد میں وارد روایات اہلبیت کی تصریح اور اجماع شیعہ پر توجہ کرنا ہی نہیں چاہتا؛ بالکل ویسے ہی جیسے وہ قرآن کی آیات اور اہلسنت کی روایات پر بھی توجہ نہیں کرتا جو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ بعض اولیائے الہی پر خدا کی جانب سے امور کا القاء ہوا تھا؛ من جملہ عمر بن خطاب کہ جن کے بارے میں اہلسنت کا یہی دعویٰ ہے۔

خداوند عالم نے ان جیسوں کے حق میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ جو جھوٹ باندھتے ہیں، وہ خدا کی

کے ختم ہو جانے پر کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ قسم انبیاء سے خاص بھی نہیں بلکہ باقی افراد سے بھی متعلق ہے۔ اور اس کے ختم نہ ہونے پر دلیل کا نہ ہونا ہی اس کے جاری رہنے کے اثبات کے لیے کافی ہے، کیونکہ اس کے آغاز کی جانب قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ مادر موسیٰ و مریم کے بارے میں ہم نقل کر آئے ہیں۔)

[1] الصراع بین الاسلام والوثنیۃ: ج ۱، ص او ج ۲، ص ۳۵؛ دیکھیے الغدیر: ج ۵، ص ۵۰ و ۵۱۔

present ziaraat.com

آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ خود ہی جھوٹے ہیں۔[1]

وحی، الہام اور تحدیث میں فرق

یہ بات مسلم ہے کہ خدا نے نبوت کے ختم ہونے کے بعد بندوں سے اپنا رابطہ ختم نہیں کیا۔ اور وہ ان کے دلوں کو جیسے طرح اس کی حکمت اور رحمت تقاضا کرتی ہے بیداری یا خواب میں مختلف اقسام کے ذریعے ہدایت کرتا ہے۔ مثلاً: فرماتا ہے: ﴿وَ الَّذِينَ جاهَدُوا فِينا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنا﴾ وہ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم بالیقین انہیں اپنی راہ کی طرف ہدایت کریں گے۔[2] یہ خدا کی ایک خاص ہدایت ہے جو راہ خدا میں جہاد کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اس چیز میں کیا مانع ہے کہ یہ ہدایت الہام کے ذریعے ملے یا کسی فرشتے کی سرگوشی کے ذریعے ہو۔ اور اسی کے برعکس شیطان بھی اپنے طرفداروں کو ایسے ہی وسوسہ کرتا ہے۔

اور یا فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلامِ﴾ جس کے لیے خدا ارادہ کرے کہ اسے ہدایت کرے تو وہ اس کا دل اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے۔[3]

اور فرماتا ہے: ﴿وَ رَبَطْنا عَلى قُلُوبِهِمْ إِذْ قامُوا﴾ ہم نے ان کے دلوں کو قوت بخشی جب انہوں نے قیام کیا۔[4]

---

[1] النحل:۱۰۵.

[2] عنکبوت:۶۹.

[3] الانعام:۱۲۵.

[4] الکہف:۱۴.

present ziaraat.com

﴿فَعَلِمَ ما في قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ﴾اور خدا جانتا تھا کہ ان کے دلوں میں کیا گزر رہا ہے پس خدا نے ان پر سکینہ نازل کی۔[1]

﴿أُولئِكَ كَتَبَ في قُلُوبِهِمُ الْإيمانَ وَ أَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ﴾خدا نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا اور ان کی اپنی روح سے مدد کی۔[2]

اور ایسے ہی کثیر دوسری گزارشات و تجربات جو سب کی سب خدا کے ساتھ اس کے بندوں کے ارتباط کی خبر دیتی ہیں اور ان کے معاملے میں کسی قسم کا بھی وحی یا نبوت کا وہم موجود نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم بہت سارے دوسرے امور کی طرح حقیقت وحی کو نہیں جانتے؛ اس بارے میں ہم فقط یہ جانتے ہیں کہ یہ ایک خاص قسم کا ارتباط ہے جو خدا اور اس کے کچھ خاص بندوں کے درمیان کبھی براہ راست انجام پاتا ہے کہ اس میں یہ روح یا قلب پیغمبر پر نازل ہوتی ہے، کبھی کسی حجاب کے پیچھے سے ہوتی ہے ویسے ہی جیسے جناب موسیٰؑ کے لیے درخت کے توسط سے انجام پذیر ہوئی اور کبھی فرشتے کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ ارتباط خاص جو خدا انبیاء کے ساتھ قائم کرتا ہے اور وہ ارتباط جو وہ غیر انبیاء کے ساتھ قائم کرتا ہے میں فرق ہے۔ ویسے ہی جیسے اس نے مادر موسیٰؑ، جناب آصف ابن برخیا اور جناب مریمؑ و سارہ کے ساتھ قائم کیا۔

---

[1] الفتح: ۱۸.

[2] مجادلہ: ۲۲.

present ziaraat.com

لیکن یہ فرق کس طرح کا ہے؟ ہمیں اس کی اطلاع نہیں۔ وحی کی حقیقت ایک قسم کا ارتباط اور پنہاں و خصوصی اطلاع رسانی ہے جو خدا اور انبیاء کے درمیان پائی جاتی ہے اور یہ پیغمبر کی عمق جان میں نفوذ کرتی ہے۔ اس کی کیفیت نامعلوم ہے اور ہمارے پاس اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ خدا اور اس کے بندوں کے درمیان پایا جانے والا ارتباط ایک ہی طرح کا ہوتا ہے اور اس کی مختلف اقسام نہیں ہو سکتیں؛ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ایک قسم نبوت کے ساتھ مخصوص ہو جبکہ دوسری قسم الہام اور اسی کی مانند دوسرے امور کے۔

بالکل ویسے ہی جیسے آج کل کے دور میں افراد کے درمیان اطلاع رسانی کی مختلف اقسام پائی جاتی ہیں: ٹیلیفونی رابطہ، ریڈیو، فیکس، تصویر، ٹی وی وغیرہ اور یہ سب کے سب ارتباط کی مختلف قسمیں ہیں۔

البتہ ہمارے کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وحی اور الہام و تحدیث میں پایا جانے والا ارتباط و فرق مذکورہ مثالوں جیسا ہی ہے، بلکہ یہ مثالیں تو فقط تقریب ذہن کے لیے بیان کی گئی تھیں۔ اس مسئلے میں عدم تأمل سے کام لینا مکتب اہلبیت پر ناروا تہمتیں لگانے کا سبب بنتا ہے بالخصوص جب یہ عمل کسی غرض یا عناد و بغض پر مبنی ہو۔

امام محمد باقرؑ نے یہ فرمانے کے بعد کہ ان کے والد امام سجادؑ محدث تھے فرمایا: ابوالخطاب (ایک غالی کا نام) چونکہ محدَّث اور نبی کے فرق کو نہ جان سکا اس لیے ہلاکت میں جا پڑا۔[۱]

[۱] بصائر الدرجات: ج۱، ص ۳۲۰؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۶۷.

present ziaraat.com

آئمہ اطہارؑ کی عالم غیب سے ارتباط کی کیفیت

آئمہؑ کے علم کی مختلف راہیں ہیں، جن میں سے ایک راہ فرشتے کا آنا اور اس کا خبر دینا ہے، کبھی یہ سننے کے ذریعے سے محقق ہوتا ہے اور کبھی الہام یا دوسرے طریقوں سے۔

علی بن یقطین نے امام ابوالحسن [یا امام موسی کاظم یا امام رضاؑ] سے پوچھا: آپ [آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] سے تعلق رکھنے والے عالم کا علم سننے سے حاصل ہوتا ہے یا الہام سے؟ امام نے فرمایا: نَكْتٌ فِي الْقَلْبِ وَنَقْرٌ فِي الْأَسْمَاعِ وَقَدْ يَكُونَانِ مَعاً. سننے سے بھی، الہام سے بھی اور کبھی دونوں ذریعوں سے بھی حاصل ہوتا ہے۔[1]

امام صادقؑ نے علم امام کی کیفیت اور اس بارے میں کہ یہ دلوں میں ڈالا جاتا ہے یا کان سے سنا جاتا ہے، فرمایا: وَحْيٌ كَوَحْيِ أُمِّ مُوسَى. یہ وحی (علم مخفی) کی ایک قسم ہے جیسے مادر موسی پر کی گئی تھی [اور جس کا ذکر قرآن میں بھی کیا گیا ہے]۔[2]

آپ ہی نے فرمایا: إِنَّ فِينَا لَمَنْ يُنْكَتُ فِي قَلْبِهِ وَيُوقَرُ فِي أُذُنِهِ وَيُصَافِحُهُ الْمَلَائِكَةُ؛ خدا کی قسم! ہمارے درمیان وہ بھی ہیں جن کے کان میں سرگوشی کی جاتی ہے اور ان کے دل میں ڈالا جاتا ہے اور ملائکہ ان سے مصافحہ کرتے ہیں! عبداللہ بن نجاشی کہتے ہیں: میں نے پوچھا: مذکورہ فرد بس پہلے زمانے میں ہی تھا یا اب بھی موجود ہے؟ امام نے فرمایا: إِي وَاللهِ فِينَا الْيَوْمَ إِي وَاللهِ

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۳۱۶؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۵۷.

[2] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۳۱۷؛ الاختصاص: ص ۲۸۶؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۵۸.

present ziaraat.com

فِينَا الْيَوْمَ ثَلَاثاً. آج بھی ہے۔ خدا کی قسم! ہم میں ایسا فرد آج بھی ہے اور تین بار اس جملے کو تکرار فرمایا۔[1]

امام پر الہام ہونے، ان کے دل میں مطالب کے ڈالنے اور ان کے کانوں سے سننے کے بارے میں روایات فراوان ہیں، خواہشمند افراد بحار الانوار کی جلد ۲۹ باب جہات علومھم کی جانب رجوع فرمائیں۔

اہلبیتؑ کا گھر ملائکہ کی آمدورفت کا مقام ہے

امام باقرؑ فرماتے ہیں: نَحْنُ الَّذِينَ إِلَيْنَا تَخْتَلِفُ الْمَلَائِكَةُ؛ ہم وہ ہیں جن کے پاس ملائکہ کی آمد ورفت لگی رہتی ہے۔[2]

امام موسی بن جعفر الکاظمؑ فرماتے ہیں: مَا مِنْ مَلَكٍ يُهْبِطُهُ اللهُ فِي أَمْرٍ مِمَّا يَهْبِطُ لَهُ إِلَّا بَدَأَ بِالْإِمَامِ فَعَرَضَ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَ إِنَّ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِلَى صَاحِبِ هَذَا الْأَمْرِ؛ کوئی فرشتہ ایسا نہیں کہ خدا اسے کسی کام کے انجام دینے کے لیے بھیجے مگر وہ پہلے امام کے پاس نہ آئے اور اس پر [اپنی یہ ذمہ داری] پیش کرے، اور بے شک اس امر کے صاحب (یعنی ہر زمانے کا امام) خدا کی جانب سے ملائکہ کی آمدورفت کا مقام ہے۔[3]

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۳۱۸؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۵۹.

[2] بصائر الدرجات: ج۱، ص۹۲؛ کمال الدین: ج۱، ص۲۰۶؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۳۵۴.

[3] بصائر الدرجات: ج۱، ص۹۵؛ الکافی: ج۲، ص۳۱۳، ح۱۰۳۲؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۳۵۷.

present ziaraat.com

امام صادقؑ فرماتے ہیں: إِنَّ مِنَّا لَمَنْ يُنْكَتُ فِي أُذُنِهِ وَ إِنَّ مِنَّا لَمَنْ يُؤْتَى فِي مَنَامِهِ وَ إِنَّ مِنَّا لَمَنْ يَسْمَعُ صَوْتَ السِّلْسِلَةِ يَقَعُ عَلَى الطَّشْتِ وَ إِنَّ مِنَّا لَمَنْ يَأْتِيهِ صُورَةٌ أَعْظَمُ مِنْ جَبْرَئِيلَ وَ مِيكَائِيلَ؛ بے شک ہم میں سے ہے جس کے کان میں کہا جاتا ہے، اور ہم میں سے ہے جو خواب میں اس کے پاس آتے ہیں، اور ہم میں سے ہے جو اس زنجیر کی آواز کی طرح سنتا ہے جو کسی طشت پر ماری جا رہی ہو، اور ہم میں سے ہیں جن کے پاس جبرائیل و میکائیل سے بڑی صورت [والی مخلوق] آتی ہے۔[1]

اعتراض کس نے کیا؟

مناجات طائف کا واقعہ اس بات کو بخوبی بیان کرتا ہے کہ اس خلوت پر بعض افراد ناخوش ہوئے؛ وہ نہیں چاہتے تھے کہ امیر المومنینؑ جو اس وقت ایک جوان سے زیادہ کچھ نہ تھے اس امتیاز کے حامل قرار پائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب سر اور ان کے مشاور خاص ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں آیا ہے کہ جابر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ واقعہ طائف میں خلوت کی اور ایک طویل وقت کے لیے نجوی فرمایا جس کی وجہ سے بعض کے چہرے پر ناخوشی کے آثار دیکھنے کو ملے...[2]

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص ۲۳۲؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص۳۵۸.

[2] امالی طوسی: ص۲۶۰؛ بحار الانوار: ج۳۹، ص۱۵۱.

present ziaraat.com

یہاں تک کہ بعض نے تو اپنی ناراحتی کا اظہار زبان سے بھی کر ڈالا اور بولے: عجیب ہے کہ اس جیسے سخت دن میں ان مشکل حالات کے ہوتے ہوئے اس جوان کے ساتھ راز کی باتیں چل رہی ہیں۔[1]

اہلسنت کی روایات میں معمولاً ان معترضین کا ذکر ابہام واجمال کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور ان کے لیے اس قسم کے جملے استعمال ہوئے ہیں جیسے: لوگوں نے کہا... ایک مرد نے کہا... بعض اصحاب نے کہا... ایک گروہ نے کہا... ان میں سے ایک بولا... اور اسی کی طرح کی دوسری تعبیرات۔[2]

لیکن شیعہ روایات جو جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے نقل ہوئی ہیں، یعنی وہی راوی جن سے اہلسنت نے یہ روایات نقل کی ہیں شیعوں نے بھی انہی سے نقل کی ہیں، ان میں اعتراض کرنے والوں میں خلیفہ اول ودوم کا نام لیا گیا ہے۔[3]

بعید نہیں کہ ناقلین حدیث نے بعض مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے معترض یا معترضین کا نام کنایے میں تبدیل کر دیا بالکل ویسے ہی جیسے اس طرح کے اور بہت سے موارد دیکھے جا سکتے ہیں۔

جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کی روایت میں آیا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز طائف علیؑ کے ساتھ خلوت فرمائی، تو عمر بن خطاب آئے اور بولے: کیا ہمارے بناہی اس کے ساتھ

---

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص ۴۱۰؛ الاختصاص: ص ۳۲۸؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۱۵۳.

[2] بحار الانوار: ج ۳۹، باب روایات باب و مناقب ابن مغازلی از ص ۱۲۴ تا ۱۲۶ تک.

[3] بصائر الدرجات: ج۱، ص ۴۱۰؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۱۵۴.

present ziaraat.com

خصوصی راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! میں نے اس کے ساتھ نجوی نہیں کیا بلکہ خدا نے علیؑ کے ساتھ نجوی کیا ہے۔ عمر اس حال میں کہ پشت کر رکھی تھی کہتے جاتے تھے: آپ کا یہ کلام بالکل اسی کلام کی مانند ہے جو اس سے پہلے صلح حدیبیہ کے بارے میں کہہ چکے ہیں: ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ﴾ ہم قطعاً مسجد الحرام میں داخل ہونگے اگر اللہ نے چاہا[1]۔ لیکن ہم تو [اب تک] وہاں داخل نہ ہوئے اور ہمارا رستہ بند کر دیا گیا! رسول اللہ ﷺ نے چلا کر جواب دیا: میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال مسجد الحرام میں داخل ہونگے۔[2]

اور اس بات کی تائید یہ امر کرتا ہے کہ علی بن محمد خطیب شافعی المعروف بہ ابن مغازلی (م ۴۸۳) نے یہ مذکورہ حدیث پانچ اسناد سے جابر سے ہی نقل کی ہے اور ان میں سے ایک سند سے مروی حدیث میں اس طرح آیا ہے: فقال احد الرجلین لقد اطال نجواہ لابن عمہ...؛ ان دو میں سے ایک مرد نے کہا: ان کا اپنے چچازاد کے ساتھ راز و نیاز طول پکڑ گیا ہے۔[3]

اور یہ بات تو معلوم ہے کہ خلیفہ اول و دوم کے علاوہ اور کوئی نہیں جن کے نام لکھنے سے اعراض برتا جائے اور انہیں 'دو افراد میں سے ایک نے کہا' کے عنوان سے یاد کیا جائے۔

---

[1] الفتح: ۲۷.

[2] الارشاد: ج۱، ص ۲۰۰ (فارسی ترجمہ مع متن)

[3] مناقب علی بن ابی طالب: ص ۱۲۵.

present ziaraat.com

حضرت علیؑ کے ساتھ خدا کی مناجات کا موضوع کیا تھا؟

یہ بات تو مسلم ہے کہ خدا نے امیر المومنینؑ سے نجوی میں اہم مطالب کو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی وجہ سے ایسے نجویٰ کی ضرورت پڑی، اور یہ مطالب سرالہی کے عنوان سے علیؑ کو منتقل کیے گئے۔

طیبی جو اہلسنت سے ہیں کہتے ہیں: کان ذلک اسرارا الھیۃ و امورا غیبہ جعلہ من خزائنھا؛ یعنی اس محفل میں اسرار الہی اور امور غیبی بیان ہوئے اور خدا نے امیر المومنینؑ کو ان اسرار کا گنجینہ قرار دیا۔[1]

حقیر کو تاریخی و روائی منابع میں کہیں نہیں ملا کہ ان اسرار سے پردہ اٹھایا گیا ہو جبکہ یہ اس قدر طولانی نشست تھی کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے علیؑ کے ساتھ خلوت کرنے کے طول پکڑنے کی وجہ سے بعض اصحاب نے شکایت بھی کی کیونکہ ان کا سوچنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ علیؑ کے ساتھ نجوی فرمار ہے ہیں [جبکہ حقیقت میں تو خدا علیؑ کے ساتھ نجوی فرمارہا تھا]۔ بعض روایات میں آیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ ایک دن تک راز و نیاز فرمایا؛ اصحاب میں سے ایک نے کہا: عجیب ہے کہ ان سخت حالات میں رسول اللہ ﷺ اس جوان کے ساتھ صبح سے نجوی کر رہے ہیں۔[2]

بہر حال وہ بات چیت جو بھی تھی گنجینہ اسرار تھی جو صاحب سرّ رسول ﷺ کے اختیار میں قرار پائی اور انہیں اس کے ذریعے مخزن اسرار الٰہی قرار دیا گیا، اور شاید یہ جملہ جو

---

[1] تحفۃ الاحوذی: ج ۱۰، ص ۱۵۹.

[2] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۴۱۰؛ الاختصاص: ص ۳۲۷؛ بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۱۵۳.

present ziaraat.com

امیر المومنینؑ اپنے دور امامت میں وقوع پذیر ہونے والے حوادث کے وقت دہراتے ہوئے فرماتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں مجھے یہ نصیحت کی؛ وہ اسی نجوی سے متعلق ہو۔ واللہ العالم۔

کیا خلیفہ دوم مؤید تھے؟

اہلسنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کی امتوں میں بنی اسرائیل کے اندر ایسے مرد موجود تھے جن سے غیبی بات چیت کی جاتی تھی جبکہ وہ پیغمبر بھی نہیں تھے اور اگر اس امت میں ان میں سے کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔[1]

مناوی جو اہلسنت میں سے ہیں، تاکید کرتے ہیں کہ: عمر پر یہ الہام قطعی امر ہے اور اس کے بعد وہ شواہد بھی ذکر کرتے ہیں، من جملہ ایک حدیث مجعول کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نے حق کو عمر کی زبان پر جاری کیا ہے۔[2]

مذکورہ احادیث کے بارے میں تحقیق فرصت کی طلبگار ہے لیکن ہم اتنا ہی کہنا چاہیں گے کہ خلیفہ دوم کی فاحش، حیرت آور اور واضح غلطیاں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے خدا کی جانب سے تائید یافتہ ہونے کے امکان کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] صحیح بخاری: ج۲، ص۱۹۴؛ صحیح مسلم: باب فضائل عمر؛ دیکھیے الغدیر: ج۵، ص۴۲.

[2] فیض القدیر: ج۴، ص۶۶۵.

present ziaraat.com

علامہ امینیؒ نے الغدیر: ج۶، ص ۸۳تا۱۹۸ میں بعنوان: **الاثر فی علم عمر** میں ان غلطیوں کی ایک خاصی تعداد درج کی ہے۔ ہم ان میں سے بعض کو بصورت خلاصہ پیش کرتے ہیں:

پانی نہیں ہے تو نماز نہ پڑھ!

صحیح مسلم میں آیا ہے: ایک مرد نے عمر سے کہا: میں مجنب ہو گیا ہوں لیکن مجھے پانی نہیں ملا ؛ عمر نے کہا: نماز نہ پڑھ! اور بعض روایات کے مطابق انہوں نے کہا: اگر میں [تیری جگہ] ہوں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔ (عجیب بات یہ ہے کہ بخاری نے خلیفہ کو بچانے کی خاطر ان کے جواب کو جس میں کہا کہ: نماز نہ پڑھ! حذف کر دیا) عمار نے عمر سے کہا: کیا تجھے یاد نہیں کہ جب میں اور تم ایک مہم پر تھے مجنب ہو گئے اور ہمارے پاس پانی نہیں تھا؛ تو نے نماز نہیں پڑھی تھی لیکن میں نے خاک پر لوٹیں ماریں اور اس کے بعد نماز پڑھ لی؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اتنا ہی کافی ہے کہ تو اپنے ہاتھ کو زمین پر مار اور پھر پھونک مار کر مٹی اڑا دے اور پھر چہرے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر پھیر لے [یعنی تیمم کر لے]۔ لیکن عمر نے اس واقعے کو سننے کے بعد کہا: اے عمار! خدا سے ڈر۔ عمار نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو میں کسی سے یہ حدیث نقل نہیں کرونگا۔[1]

اب سوال یہ ہے کہ وہ شخص جو یہ نہ جانتا ہو کہ مجنب ہونے کے بعد اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھنا لازم ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے اپنے زمانہ خلافت تک دسیوں

[1] صحیح مسلم: ج۱، ص ۳۵۵؛ سنن ابی داؤد؛ سنن ابن ماجہ؛ مسند احمد؛ سنن نسائی؛ سنن بیہقی.

present ziaraat.com

بار اس مسئلے سے دوچار ہوا ہو اور اس نے اسی طرح عمل کرتے ہوئے نماز نہ پڑھی ہو اور خدا کی جانب سے اس تک کوئی ہدایت بھی نہ پہنچی اور کوئی ایسا بھی نہیں تھا کہ جس نے اس تک اس حکم الٰہی کو پہنچایا ہو؟ تو کیا ایسے شخص کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ خدا کی جانب سے مؤید تھا؟!

دلچسپ بات یہ ہے کہ صحیح بخاری میں آیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک مرد کو دیکھا جو لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ رہا تھا: آپ نے پوچھا: کیوں لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ مجنب ہو گیا ہوں اور میرے پاس پانی بھی نہیں؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیک بالصعید فانہ یکفیک؛ تجھ پر لازم ہے خاک [استعمال کر] جو تیرے لیے کفایت کرے گی۔[1]

بلکہ آیہ تیمم بیہقی کی اس نقل کے مطابق جو اس نے امیر المومنینؑ سے نقل کی ہے ایک ایسے مسافر کے بارے میں بھی ہے جو مجنب ہو گیا تھا اور اس کے پاس پانی نہیں تھا۔[2]

صحیح بخاری میں آیا ہے: شقیق کہتا ہے: میں عبد اللہ بن عمر اور ابو موسی کے پاس تھا؛ ابو موسی نے عبد اللہ سے کہا: اے ابا الرحمن! یہ تو بتاؤ کہ اگر کوئی مجنب ہو جائے اور اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ عبد اللہ نے کہا: اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک پانی نہ مل جائے! ابو موسی نے کہا: پھر عمار کے کلام کا کیا کرو گے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا

---

[1] صحیح بخاری: ج۱، ص۱۲۹؛ صحیح مسلم: ج۲، ص۱۳۱؛ مسند احمد: ج۴، ص۴۳۴؛ سنن نسائی: ج۱، ص۱۷۱؛ سنن بیہقی: ج۱، ص۲۱۹؛ دیکھیے الغدیر: ج۶، ص۸۵.

[2] سنن بیہقی: ج۱، ص۲۱۶؛ دیکھیے الغدیر: ج۶، ص۱۲۵؛ آیہ: النساء: ۴۳.

present ziaraat.com

تھا: خاک (تیمم) کافی ہے؛ عبداللہ نے کہا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ عمران کی بات سے قانع نہیں ہوئے! ابو موسی نے کہا: سخن عمار کو ایک طرف کرو اس آیہ تیمم (النساء: ۴۳) کا کیا کرو گے؟

عبداللہ کو سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہے، کہنے لگا: اگر ہم لوگوں کو اس معاملے میں اجازت دیں تو دور نہیں کہ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو یہ اس وقت بھی پانی کو چھوڑ کر تیمم کرنے بیٹھ جائیں! راوی کہتا ہے: میں نے شقیق سے کہا: کیا عبداللہ فقط اس وجہ سے تیمم کرنے سے کراہت کھاتا تھا؟ اس نے کہا: ہاں![1]

مؤلف کہتا ہے: اناللہ وانا الیہ راجعون! کہ عبداللہ ابن عمر جیسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو اس وجہ سے چھوڑ دیں کہ عمر نے اسے قبول نہیں کیا؛ اور خدا کے کلام کو ایک ہلکی پھلکی سی خود ساختہ مصلحت کی وجہ سے پس پشت ڈال دیں اور یہ اجازت دے دیں کہ ایک شخص نماز کو جو دین کا ستون ہے خدا اور اس کے رسول کے حکم کے بر خلاف چھوڑ دے چاہے کتنی ہی طویل مدت کے لیے کیوں نہ ہو!! عجیب بات یہ ہے کہ اس مجتہد کے نزدیک مجنب کا سرے سے نماز نہ پڑھنا بہتر ہے اس سے کہ ایک شخص سردی کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھے!!

سب لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں

خلیفہ دوم کس طرح خدا کی جانب سے مؤید ہو سکتے ہیں جبکہ وہ قرآن کی آیت جو کہتی ہے:

[1] صحیح بخاری: ج۱، ص۱۲۸؛ صحیح مسلم: ج۱، ص۱۱۰؛ دیکھیے الغدیر: ج۶، ص۱۳۱.

present ziaraat.com

کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو کافی مال بطور مہر دے دیا ہے تو تم اس سے واپس نہیں لے سکتے۔[1] اسکے خلاف جاتے ہوئے بر سر منبر اعلان کریں: چار سو درہم سے زیادہ مہر جائز نہیں، اور جب ایک خاتون نے ان کے لیے اس آیت کو پڑھا تو معذرت کرتے ہوئے بولے: تمام لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور پھر اپنے نظر سے عدول کر لیا۔[2]

بے گناہ کے قتل کا حکم!

خلیفہ کس طرح خدا کی جانب سے مؤید ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ایک دیوانی خاتون کے سنگسار کا حکم دے دیتے ہیں جس کے ساتھ زنا ہوا تھا؛ جب اس بے چاری کو لے سنگسار کے لیے لے جایا جا رہا تھا، امام علیؑ راستے میں مل گئے اور اسے دیکھ کر ماجرا معلوم کیا: لوگوں نے کہا: اس نے زنا کیا ہے اور خلیفہ کے حکم کے مطابق اسے لے جا رہے ہیں تا کہ سنگسار کریں! امام نے اس خاتون کو ان کے چنگل سے چھڑایا اور لوٹا دیا... اور عمر سے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: تین گروہوں پر سے تکلیف اٹھالی گئی ہے: جو سو رہا ہو اس وقت تک جب تک بیدار

---

[1] النساء: ۲۰.

[2] ابو یعلی نے مسند میں؛ کبیر و سعید بن منصور نے سنن میں؛ محاملی نے امالی میں، ابن جوزی نے سیرۃ عمر میں ابن کثیر نے تفسیر میں، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں؛ سیوطی نے در منثور میں؛ اور اسی سے ملتی جھلتی بات بیہقی نے سنن میں؛ ابن بکار نے موفقیات میں؛ ابن عبد البر نے جامع العلم میں؛ قرطبّی نے تفسیر میں زمخشری نے کشاف میں نقل کی ہے... دیکھیے الغدیر: ج۶، ص۱۳۶. ان منابع اور اسناد کی کثرت اس واقعے کو قطعی ثابت کرتی ہیں.

present ziaraat.com

نہ ہو جائے، بچے پر سے جب تک بڑا نہ ہو جائے اور دیوانے پر سے یہاں تک کہ وہ ٹھیک نہ ہو جائے۔ عمر نے کہا: ہاں سنی ہے اور اس کے بعد اس خاتون کو چھوڑ دیا۔[1]

عجیب بات یہ ہے کہ صحیح بخاری کے مصنف نے خلیفہ کی کرامت کو حفظ کرنے کے لیے حدیث کے پہلے حصے کو حذف کر دیا اور اس میں سے فقط امیر المومنینؑ کے کلام کو نقل کیا ہے۔[2]

ایک ہی مسئلے میں سو مختلف فتوے!

عمر بن خطاب کے خدا کی جانب سے تائید یافتہ نہ ہونے کی ایک اور نشانی ان کی ارث جد میں مختلف و متفاوت آراء ہیں؛ اس صورت میں کہ عبید کہتا ہے: میں جد کے ارث کے بارے میں عمر کے بیان کردہ سو جوابوں کو جانتا ہوں کہ جو سب کے سب ایک دوسرے کے متناقض ہیں!![3]

لہذا امیر المومنینؑ خطبہ شقشقیہ میں خلیفہ دوم کو زیادہ غلطیوں اور خطاؤں کے مرتکب ہونے کے عنوان سے یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] یہ حدیث مختلف الفاظ اور مضامین کے ساتھ اہلسنت کی کئی کتب میں مروی ہے: من جملہ: مستدرک حاکم: ج ۲، ص ۵۹ اور انہوں نے اسے صحیح شمار کیا ہے؛ ابوداؤد نے سنن میں چند اسناد کے ساتھ، بیہقی نے سنن میں چند اسناد کے ساتھ؛ ابن اثیر نے جامع الاصول میں؛ ابن جوزی نے تذکرہ میں کہا ہے: جب عمر متوجہ ہوئے تو بولے: لولا علی لھلک عمر... دیکھیے: الغدیر: ج۶، ص ۱۴۷.

[2] صحیح بخاری: کتاب المحاربین؛ باب: لا یرجم المجنون والمجنونۃ.

[3] سنن بیہقی: ج۶، ص ۲۴۵؛ دیکھیے: الغدیر: ج۶، ص ۱۶۶.

present ziaraat.com

فَصَيَّرَهَا فِي حَوْزَةٍ خَشْنَاءَ يَغْلُظُ كَلْمُهَا وَ يَخْشُنُ مَسُّهَا وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ فِيهَا وَ الِاعْتِذَارُ مِنْهَا فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَ إِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ فَمُنِيَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللَّهِ بِخَبْطٍ وَ شِمَاسٍ وَ تَلَوُّنٍ وَ اعْتِرَاضٍ فَصَبَرْتُ عَلَى طُولِ الْمُدَّةِ وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ...؛

آخر کار ابو بکر نے خلافت کو ایک پر خشونت اور درشت محل میں رکھ دیا جس کے چر کے کاری تھے، جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی جہاں بات بات پر ٹھوکر کھانا اور پھر عذر خواہی کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑا وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اس کی منہ زوری سے) اس کی ناک ہی چھد جائے گی (جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہے) اور اگر مہار کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ کھائی میں جا پڑے گا۔ اس وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کج روی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوئے اور میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔[1]

کیا واقعاً ایسا شخص خدا کی جانب سے تائید یافتہ ہو سکتا ہے؟!

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۸ ہجری، بمطابق ۲۵ مارچ، ۲۰۱۷، رات ۰۰:۰۴ بجے اس کتاب کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔ آمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد و آله الطاهرین

بندۂ ثقلین؛ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری
مقیم حال، عشِ آلِ محمد، قم المقدس ایران

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۳.

present ziaraat.com

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

عجائباتِ غدیر

حدیثِ غدیر کے بارے میں عجیب و غریب توجیہات

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین و لعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین

مقدمہ:

رہبری اور تعین حاکم کا مسئلہ ہر دور میں تمام انسانی معاشروں کے لیے ایک اہم مسئلہ رہا ہے، انسانی معاشرے اس کی نسبت بہت حساسیت کے حامل رہے ہیں کیونکہ کسی معاشرے کی سعادت و کامیابی اسی سے وابستہ ہے، لیکن اسلام میں امامت و رہبری کی اہمیت فقط مادی امور کی تنظیم، اجتماعی روابط، اقتصادی ترقی، رعایہ کے حقوق کا دفاع اور داخلی و خارجی حملوں سے حفاظت وغیرہ تک ہی محدود نہیں، بلکہ اسلام میں امامت و رہبری کا مسئلہ اہداف نبوت، احکام شریعت کی حفاظت اور لوگوں کے لیے ان کی توضیح و بیان کے دوام کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحلت کے بعد مسئلہ خلافت و امامت کے سلسلے میں انحراف وجود میں آیا جس کی وجہ سے معارف و احکام و اخلاق اسلامی بھی تحریف کا شکار ہوئے۔ اہلبیتؑ کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی امت میں امام و امین کے عنوان سے چھوڑا تھا کی جگہ خلفاء کی روش و سنت نے لے لی، جس کے نتیجے کے بارے میں ابو الدرداء کہتے ہیں: خدا کی قسم!

present ziaraat.com

میں ان کے درمیان دین محمدؐ میں سے کسی چیز کو نہیں پہچانتا سوائے اس کے کہ یہ ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔[1] امام صادقؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم ان (بنو امیہ کے دور میں رہنے والوں) کے پاس احکامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ نہیں سوائے کعبے کی تعظیم کے۔[2] شافعی وہب بن کیسان سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے ابن زبیر کو نماز جمعہ کے خطبے سے پہلے دیکھا، اس نے نماز شروع کی! اس کے بعد کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام سنتوں کو بدل دیا گیا، حتی نماز کو بھی۔[3]

بنا بر این مسئلہ غدیر کا تعقب کرنا، اسلام، الٰہی اہداف اور سنت رسولؐ کا تعقب کرنا ہے، جو سنت خلفاء اور اہل آراء وہوا کے مقابل بشر کے لیے تنہا راہ سعادت ہے۔

اسی وجہ سے ہم اس چیز کے درپے ہوئے کہ اس عظیم واقعے غدیر خم پر مختلف زاویوں سے نگاہ ڈالیں، تاکہ کچھ افراد کی انحرافی توجیحات کرنے کی کوشش لا حاصل اور غدیر کی حقیقت کو چھپانے پر پائے جانے والے اس قدر اصرار کو طشت از بام کیا جا سکے۔

لیهلک من هلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة

---

[1] مسند احمد: ج۶، ص۴۴۳.

[2] بحار الانوار: ج۶۸، ص۹۱.

[3] الام: ج۱، ص۲۶۹.

present ziaraat.com

واقعہ غدیر کا اجمالی بیان

دسویں ہجری یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری سال، حضرتؐ نے اعمال حج بجالانے کی نیت فرمائی اور اس فریضے کی انجام دہی کے لیے عام اعلان کروادیا۔ یہ پہلا اور آخری حج تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے سے ہجرت کے بعد انجام دے رہے تھے، اسی وجہ سے اسے حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مہاجرین وانصار کا ایک انبوہ بے کراں جس کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک ثبت کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ۲۴ یا ۲۵ ذی القعد بروز شنبہ (ہفتہ) مکے کی جانب عازم سفر ہوا۔

البتہ خاصی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکے سے بھی آملی اور ایک گروہ امیر المومنین علیؑ اور ابو موسی اشعری کی ہمراہی میں یمن سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قافلے سے پیوست ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر میں خانہ خدا کے جوار میں رہتے ہوئے لوگوں کو قیمتی نصائح سے بحرہ مند فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ مناسک حج کی تعلیم بھی دی، اس کے بعد آپ نے مدینہ واپس لوٹنے کا ارادہ فرمایا۔ اثنائے راہ میں آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے جسے تاریخ میں غدیر خم کا نام دیا گیا ہے، یہ علاقہ مدینے کے جنوب اور مکے سے ۲ فرسخ شمال میں واقع ہے، اس صورت میں کہ مدینہ، مصر اور عراق کے راستے اسی مقام سے جدا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی اس مقام سے گزر ہی رہے تھے کہ اچانک جبرائیل امینؑ از جانب رب العالمین وحی لے کر نازل ہوئے: ﴿ يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ

present ziaraat.com

الکافِرین﴾[1] اے رسولؐ پہنچا دو وہ جو تمھارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہو چکا ہے، اور اگر یہ نہ پہنچایا، تو رسالت خداوندی کا کچھ نہ پہنچایا اور اللہ تمہیں انسانوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا اور خدا کافر قوموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم تھا کہ امیر المومنین علیؑ کے بارے میں لوگوں کو ایک اہم بات پہنچا دیں آپ اس حکم کی بابت لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی کی وجہ سے پریشان تھے جس کی وجہ سے بارگاہ خدا میں عرض کی: اے خدا! میں تنہا ہوں، یہ لوگ مجھے پر شورش کریں گے اور کہیں گے: یہ اپنے چچازاد کے لیے ایسا کر رہا ہے، ان لوگوں کو ابھی زمانہ جاہلیت سے دور ہوئے زیادہ زمانہ نہیں بیتا، [2] اور تعصبات جاہلی اب تک ان میں موجود ہیں، لیکن خدا نے تاکید کے ساتھ آپؐ کو یہ حکم پہنچا دینے کا دستور صادر فرمایا۔

اس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعرات ۱۸ ذی الحج کے دن غدیر خم کے میدان میں توقف کرنے کا حکم فرمایا، تاکہ جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ ان سے آملیں اور جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ واپس پلٹیں۔ اس دن موسم بہت گرم تھا، حضرتؐ کے حکم پر زمین کو خار و خاشاک سے پاک کیا گیا، لوگوں نے اپنی ردائیں پیروں تلے بچھا رکھی تھیں اور ان کا ایک ایک سرا اپنے سروں پر ڈال رکھا تھا تاکہ گرمی سے آمان پا سکیں۔ نماز ظہر کے بعد پالانوں سے ایک ممبر بنایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مضمون یہ تھا: تعریف خدا کی ذات سے مخصوص ہے، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی پر ایمان رکھتے

---

[1] مائدہ: ٦٧.

[2] الدر المنثور: ج ۲، ص ۲۹۸.

present ziaraat.com

ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں، اور اپنے برے اعمال کے شر سے اسی کی پناہ چاہتے ہیں، جسے وہ گمراہ کر دے اس کے لیے کوئی ہدایت گر نہیں، اور جسے وہ ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، میں گواہی دیتا ہوں لا الہ الا اللہ اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔

اما بعد؛ اے لوگو ں قریب ہے کہ ملا اعلی کی جانب سے میری دعوت کی جائے اور میں اس پر لبیک کہوں، میں بھی مسئول ہوں اور تم سے بھی سوال کیا جائے گا، تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے رسالت الٰہی کا حق ادا کر دیا، آپ نے (ہماری) خیر خواہی چاہی اور اس کے لیے بہت سعی فرمائی، خدا آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس چیز کی شہادت دو گے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے؟ بہشت و جہنم اور موت بر حق ہے، قیامت بنا کسی شک وشبہے کے آئے گی، اور خدا قبور سے مردوں کو زندہ کرے گا؟ لوگوں نے کہا: بالکل ہم گواہی دیتے ہیں۔

اس وقت آپ نے فرمایا: اے خدا گواہ رہنا! اے لوگوں کیا میری بات سن رہے ہو؟ کہا: ہاں سن رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچ جاؤں گا، اور تم وہاں میرے پاس آؤ گے، ایسا حوض جو بہت وسیع ہو گا اور جس پر رکھے جاموں کی تعداد ستاروں کے مانند ہو گی، اب فکر کرو کہ میرے بعد تم دو گرانبہا چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟

مجمع میں سے ایک شخص نے صدا لگائی: یہ دو بھاری بھر کم چیزیں کیا ہیں: آپ نے فرمایا: ان میں سے ثقل اکبر کتاب خدا ہے کہ جس کا ایک سرا خدا کی جانب ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھوں میں، اسے مضبوطی سے تھامے رہو تا کہ گمراہ نہ ہو، اور ثقل اصغر میری عترت ہے، خدائے رحمن و علیم نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ

present ziaraat.com

حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ان دو سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے،اور ان سے پیچھے بھی مت رہ جانا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ جبرائیل نے مجھے خدا کی جانب سے حکم سنایا ہے کہ اس مقام پر کھڑا ہو جاؤں اور ہر سیاہ و سفید کو آگاہ کر دوں، اس وقت آپؐ نے دستِ علیؑ پکڑا اور بلند کیا اس انداز میں کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نمودار ہوئی اور سب نے نبیؐ کے ہاتھوں پر علیؑ کو دیکھا، پھر گویا ہوئے: اے لوگوں! وہ کون ہے جو مومنین پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے؟ سب نے کہا: خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: **فمن كنت مولاه فعلی مولا** جس جس کا میں مولا پس اس کا علیؑ مولا۔اور اس جملے کو تین چار بار دھرایا۔ طبری کی روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ میرا بھائی، وصی، جانشین اور میرے بعد میری طرف سے امام ہے، خدا نے اسے تم پر امام و ولی مقرر کیا ہے اور اس کی اطاعت کو سب پر واجب کیا ہے، جو بھی اس کی مخالفت کرے ملعون ہے، سنو اور اطاعت کرو، خدا تمہارا مولا ہے اور علیؑ تمہارا امام، اور اس کے بعد میرے بچے جو علی کی نسل سے ہونگے اور ان میں امامت قیامت تک جاری رہے گی، میرا یہ کلام جبرائیل اور خدا کی جانب سے ہے، لہذا ہر کوئی اس بات کی فکر کرے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: جان لو کہ میں نے پہنچا دیا، جان لو کہ میں نے ابلاغ پیغام کر دیا، جان لو کہ میں سننے والا ہوں، جان لو کہ میں نے توضیح دے کر سمجھا دیا، اے خدا دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے، اور دشمن جان اسے جو علیؑ سے دشمنی کرے، نصرت کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے، اور چھوڑ دے اسے جو علیؑ سے منہ موڑ لے، خدا حق کو وہاں قرار دے جہاں علیؑ ہو۔ پھر فرمایا: جو حاضر ہے وہ غائب تک میرا یہ پیغام پہنچا دے۔ابھی مجمع چھٹنے نہ پایا تھا کہ امین وحی

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے: ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾[1] آج کے دن ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لیے دین اسلام سے راضی ہوئے۔ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے یہ سن کر تکبیر بلند کی: اللہ اکبر، خدا کی تحلیل ہے دین کی تکمیل، اتمام نعمت اور میری نبوت و علیؑ کی ولایت پر خوشنودی الٰہی کی وجہ سے۔ اس کے بعد فرمایا: مجھے مبارکباد دو۔ اس وقت لوگ غول کے غول بنائے رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم اور امیر المومنینؑ کی جانب بڑھے اور انہیں مبارکباد اور تبریک و تہنیت عرض کرنے لگے۔ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: الحمد لله الذى فضلنا على جميع العالمين۔

سب سے پہلے مبارکباد دینے والوں میں ابو بکر و عمر تھے، عمر بولے: بخ بخ یابن ابی طالب، اصبحت و امسیت مولای و مولی کل مومن و مومنة۔[2] یعنی مبارک ہو مبارک ہو! تمہیں اے ابوطالب کے پسر کہ تم تو میرے اور ہر مومن و مومنہ کہ مولا ہو گئے۔ لوگوں کا ہجوم اس بات کا باعث بنا کہ نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ایک ساتھ پڑھی جائے اور یہ سلسلہ تین دن تک جاری رہا۔ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے اپنی ازواج کو بھی حکم دیا کہ وہ علیؑ کے پاس جائیں اور انہیں مبارکباد دیں۔ ابن عباس کہتے ہیں: خدا کی قسم! علی کی ولایت لوگوں کی گردنوں پر واجب ہو گئی۔[3]

---

[1] مائدہ: ۳.

[2] الغدیر: ج۱، ص۹، علامہ امینی.

[3] سیوطی تاریخ الخلفاء.

present ziaraat.com

یہ تھا واقعہ غدیر کا خلاصہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت تاکید کے ساتھ امیر المومنین ؑ اور اپنے خاندان کو رہبر اور اپنے جانشین کے عنوان سے امت اسلامیہ کے سامنے متعارف کروایا۔ لیکن کمال تعجب کی بات یہ کہ آپ ؐ کے بعد کچھ افراد نے ریاست طلبی کے چکر میں امت اسلامیہ کو اپنی راہ سے منحرف کر دیا، اور اسکے بعد ان کے ہواداروں نے حدیث غدیر کے مقابل ان کے اعمال کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب توجیحات گھڑیں۔ ہم اس کتاب میں ان میں انہیں توجیحات میں سے کچھ آپ کی خدمت میں پیش کریں گے، جو خود ان کی متزلزل حالت باطنی کو ظاہر کرتی ہیں۔

www.ziaraat.com

(۱)

متواتر ہے یا مشکوک؟!

واقعہ غدیر کے عجائبات میں سے ایک، منحرفین غدیر کے کلام میں پایا جانے والا تناقض و اختلاف ہے۔ جیسا کہ ابن حزم کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ یہ ایسا متعصب شخص تھا کہ علمائے اہلسنت نے بھی اس گمراہ شمار کیا ہے اور اس کی کتب کو جلا دینے کے فتوے صادر کیے ہیں[1] آلوسی نے اسے گمراہ کرنے والا جانا ہے[2] یہ وہی شخص ہے جو اپنے کمال انحراف اور تعصب کی بنا پر اس بات کا معتقد تھا کہ ابن ملجم مجتہد تھا (اور وہ مولا علیؑ کے قتل کے معاملے میں نہ فقط یہ کہ دوسرے مجتہدین کی طرح گناہگار نہیں بلکہ اجر کا مستحق بھی ہے!!)[3] قاتل عمار یاسرؓ ابو الغادیہ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ مجتہد تھا[4] لیکن جب اس سے قاتلان عثمان کے بارے میں پوچھا جائے، تو کہتا ہے: وہ مجتہد نہیں تھے[5]۔ یہ اس چیز کے اعتقاد کے باوجود کہ کسی حدیث کے

---

[1] لسان المیزان: ج۴، ص۲۰۰.

[2] روح المعانی: ج۲۱، ص۲۶.

[3] المحلی: ج۱۰، ص۴۸۲.

[4] الغدیر: ج۱، ص۳۲۸.

[5] الفصل: ج۴، ص۱۶۱.

present ziaraat.com

تواتر قطعی کے لیے اس کا چار صحابیوں سے مروی ہونا کافی ہے[1] حدیث غدیر کا منکر ہے، وہ حدیث جو ۱۱۰ صحابیوں، ۸۴ تابعیوں اور ۳۶۰ علمائے اسلام نے مختلف قرون میں نقل کی۔!!

حیرت انگیز تعصبات

ان جملہ عجائب میں سے ایک کچھ کج دل افراد کی تردید ہے، جیسے جاحظ ناصبی، واقدی دروغ گو (سیوطی کے مطابق) اور جاحظ کا شاگرد ابن ابی داؤد کہ جس نے امیر المومنینؑ کی عداوت اور ناصبیت اپنے استاد سے ارث میں پائی تھی، اہلسنت میں سے کچھ علماء جس میں خود اس کا باپ بھی شامل ہے اسے جھوٹا سمجھتے تھے،اس نے اپنی ایک کتاب میں امیر المومنین علیؑ پر ایک ایسی تہمت بھی لگائی کہ نزدیک تھا اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا، جیسا کہ اس نے کہا: اگر حدیث طیر (جو امیر المومنین علیؑ کو خدا کی سب سے محبوب ترین مخلوق کے طور پر متعارف کرواتی ہے) صحیح ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت باطل ہے! یہ کلام اس قدر گستاخانہ تھا کہ ذہبی بھی (جو خود امیر المومنین علیؑ کی نسبت منحرفین میں سے شمار ہوتا ہے) اس قول کو برداشت نہ کر سکا اور گویا ہوا: [هذه عبارة ردية و كلام نحس] یہ بات کہنا برا اور نحس ہے۔[2]

ان کے پیچھے پیچھے فخر الدین رازی، تفتازانی، ایجی اور ابن تیمیہ جیسے متعصبین بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے حدیث غدیر کی صحت میں شک کیا ہے۔ جبکہ حدیث غدیر کو احمد بن جنبل نے

---

[1] المحلی: ج۱، ص۸۶، تحقیق احمد محمد شاکر.

[2] فیض القدیر: ص۱۳۶. وذہبی در سیر اعلام النبلاء

present ziaraat.com

۱۴۰ اسناد، طبری نے ۷۰ اسناد، جزری نے ۸۰ اسناد، ابن عقدہ نے ۱۰۵ اسناد، ابو سعید نے ۱۲۰ اسناد، ابو بکر نے ۱۲۵ اسناد، امیر محمد یمنی نے ۱۵۰ اسناد اور ابو العطار ہمدانی نے ۲۵۰ اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے[1]۔

علمائے اہلسنت میں سے کئی بزرگ علماء نے حدیث غدیر کی صحت کا اعتراف کیا ہے، جیسے طحاوی (م۲۷۹) ، ابو محمد احمد بن محمد عاصمی کہتا ہے: اس حدیث کو امت اسلامیہ نے قبول کیا ہے[2]، ابو المکارم علاء الدین سمنانی (م۷۳۶) کہتا ہے: اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے[3]، ذہبی کہتا ہے: میں نے حدیث غدیر دیکھی اور اس کی اسناد کی فراوانی نے مجھے حیرت میں ڈال دیا[4]۔

ضیا الحق مقبلی (م۱۱۰۸) کہتا ہے: اگر یہ حدیث قطعی نہ ہو تو پھر دین میں کوئی بھی امر یقینی نہیں[5] ذہبی اپنے تمام تر تعصب کے باوجود کہتا ہے: جملہ [من کنت مولاہ فعلی مولاہ] متواتر ہے، اور مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا ہے[6] بعض دیگر علمائے اہلسنت نے بھی اس حدیث کو متواتر جانا ہے، جیسے سیوطی اور میر عبد الباقی (م۹۹۵)[1]

---

[1] الغدیر: ج۱، ص۱۴۴ و۱۵۲، باب: المؤلفون فی حدیث غدیر.

[2] الغدیر: ج۱، ص۲۹۵.

[3] الغدیر: ج۱، ص۲۹۷ بحوالہ العروۃ الوثقی.

[4] الغدیر: ج۱، ص۱۵۲.

[5] الغدیر: ج۱، ص۳۰۷.

[6] الغدیر: ج۱، ص۲۹۷؛ تاریخ ابن کثیر، ج۵، ص۲۱۳.

present ziaraat.com

حدیث غدیر کی اسناد پر ۲۹ جلدی کتاب!!

کچھ علماء نے حدیث غدیر کی اسناد پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں، جیسے ابن عقدہ (م۳۳۲) ، طبری (م۳۱۰) بلکہ ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ (م۴۷۸) تعجب کے ساتھ کہتاہے: میں نے بغداد میں جلد ساز کے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو حدیث غدیر سے مربوط تھی،اس کے اوپر لکھا تھا: اٹھائیسویں جلد، کلام رسولؐ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی اسناد پر،اوراس کے بعد انتیسویں جلد بھی آئے گی![2]

یہ چیز انتہائی حیرت انگیز اور عجیب ہے کہ اہلسنت علماء میں سے کچھ تو اس حدیث کو قطعی اور متواتر جانتے ہیں کیونکہ یہ ۱۰۰ سے زیادہ صحابیوں سے نقل ہوئی ہے جبکہ انہیں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اس حدیث کو مشکوک کہتے ہیں!!

[1] فیض القدیر، ص۵۳و۵۴۔از کتاب الازھار المتناثرۃ ونواقض الروافض.

[2] ینابیع المودۃ: ص۳۶،ابن کثیر در تاریخ،ابن شہر آشوب در مناقب؛الغدیر: ج۱، ص۱۵۷.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

(۲)

حدیث غدیر چوتھے خلیفہ کا تعارف کرواتی ہے!!

غدیر کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہی کہ جب کچھ متعصب علماء نے بے چارگی کے عالم میں حدیث غدیر کا سند و دلالت کے حوالے سے استحکام دیکھا، تو ان کے قلم سے بہت ہی عجیب و غریب توجیہات نکلیں، وہ کہتے ہیں: امیر المومنینؑ کی ولایت و خلافت قبول کی جا سکتی ہے، لیکن خلفائے ثلاثہ کے بعد خلیفہ چہارم کے عنوان سے کہ اہلسنت کا بھی یہی عقیدہ ہے[1]۔

علمائے اہلسنت میں سے آلوسی بغدادی اس توجیہ پر اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے: علیؑ کے نام کی تصریح کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان شورشوں اور تین جنگوں سے آگاہ تھے جو آپ کے دور خلافت میں واقع ہوئیں[2]۔

یہ توجیہ عجائبات زمانہ میں سے ہے، کہاں سنا یا دیکھا گیا ہے کہ ایک حاکم اور رہبر، لوگوں کے لیے اپنے پہلے جانشین کا (اس کی) اہمیت کے باوجود تعین نہ کرے لیکن چوتھے جانشین کا اس چیز کے ذکر کے بنا کہ وہ چوتھا خلیفہ ہے، تعین کر دے!

[1] شاہ محدث دہلوی اور صاحب تہذیب الکلام، فیض القدیر، ص ۴۳۷۔۴۳۸.

[2] روح المعانی: ج۳، ص۱۸۶.

present ziaraat.com

کون سا عاقل ہے جو واقعۂ غدیر میں تقریب تعین جانشین کے حوالے سے وارد ہونے والے آداب کو دیکھنے کے بعد بھی اسے چوتھے جانشین کے تعین سے تعبیر کرے؟

کیا خلافت امیر المومنینؑ جو دوسرے خلفاء کے مقابلے میں عوام کی جانب سے سب سے زیادہ قبول کی گئی تھی اور جز کچھ افراد کے، مدینے کے تمام افراد اور صحابہ نے اسے قبول کیا تھا، کے لیے تو یاددہانی کی ضرورت تھی، لیکن دوسرے خلفاء بلخصوص خلیفہ اول کہ جنہیں اتنی مشکلات اور فتنے جھیلنے پڑے اور ایسے ہی عثمان بن عفان کی خلافت کہ جو اسلام میں فتنۂ عظیم کا آغاز تھی، کے لیے یاددہانی کی ضرورت نہیں تھی؟!!!

www.ziaraat.com

(۳)

علی بن ابی طالبؑ توغدیر میں موجود ہی نہیں تھے!!

حدیث غدیر کے حوالے سے ایک حیرت انگیز کلام فخر الدین رازی کا ہے، وہ کہتا ہے:
شیعہ کہتے ہیں کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ حجۃالوداع سے واپسی پر بیان کی گئی، جبکہ اس وقت تو علیؑ یمن میں تھے نہ کہ پیغمبرؐ کے ساتھ[1] خدا تعصب وعناد کا برا کرے کہ اس نے کس طرح فخر الدین جیسے عالم کو بھی کج راہی سے دوچار کر دیا اس صورت میں کہ وہ مسلمات تاریخ سے آنکھ چرا بیٹھا، یہاں تک کہ اپنے مکتب کے اہم ترین منابع مثل صحیح بخاری و مسلم، سنن ابن ماجہ وداؤد وترمذی ونسائی تک کی جانب رجوع نہیں کیا، جن میں موجود ہے کہ: امیر المومنینؑ یمن سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملحق ہوئے اور حج بجا لائے، اور انہوں نے اس بارے میں کچھ احکام بھی نقل کیے ہیں۔

یاللعجب! اس پر کہ روایات متواترہ کا انبوہ، جو جناب امیرؑ کے غدیر میں ہونے پر دلالت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روز غدیر ہزاروں افراد کے سامنے آپؑ کو بلند کر کے دکھانا کیا اس بے ہودہ اعتراض کی وجہ سے مورد انکار قرار دیا جاسکتا ہے؟ بس اب تو خود ہی تفصیل جان جا اس اجمال سے!!!

---

[1] فیض القدیر: ص ۶۲. بحوالہ نہایۃ القول.

present ziaraat.com

یہی وجہ ہے کہ ابن حجر اس اعتراض کے لچر پن کو بھانپ گیا تھا، اس لیے وہ کہتا ہے: یہ اعتراض قابل توجہ نہیں، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ علیؑ یمن سے واپس آگئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنا حج انجام دیا تھا[1]۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی فخر الدین رازی جو بخاری و مسلم کو اس قدر اہمیت دیتا ہے کہ ان دونوں کے حدیث غدیر کے نقل نہ کرنے کو اس حدیث کے ضعف پر دلیل جانتا ہے، انہی کتابوں میں حجۃ الوداع کے موقع پر امیر المومنینؑ کی موجودگی کے ذکر کے باوجود بھی اس کا منکر دکھائی دیتا ہے۔

[1] الصواعق المحرقہ: ص۲۵.

present ziaraat.com

(۴)

سامنے سے فرار!

صحیح بخاری میں کیوں نہیں آئی؟

حدیث غدیر جو کہ متواتر اور قطعی ہے کے ساتھ علمائے اہلسنت مثل فخر الدین رازی کے روا رکھنے والے عجیب رویوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے: حدیث غدیر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں آئی اور یہ اس کے عدم اثبات اور ضعف کی علامت ہے!

یہ حیرت اور عجیب اس عنوان سے ہے کہ آج تک کسی عالم نے یہ دعوی نہیں کیا کہ تمام صحیح احادیث فقط انہی دو کتابوں میں نقل ہوئی ہیں اور جو حدیث بھی ان دو کتابوں میں نہ ہو وہ معتبر نہیں! یہ وہ بات ہے کہ حتی کتاب اللہ کے بارے میں بھی نہیں کہی گئی۔

حتی صاحب صحیح بخاری نے لکھا: میں نے اس کتاب میں کوئی حدیث نقل نہیں کی مگر یہ کہ وہ صحیح ہو اور بہت سی صحیح احادیث ایسی بھی ہیں جو میں نے چھوڑ دیں[1] یہاں تک کہ ان نقل ہوا ہے کہ انہیں ایک لاکھ صحیح احادیث حفظ تھیں[2] یہی وجہ تھی کہ حاکم نیشاپوری نے

[1] ھدی الساری: ص ۴، مقدمہ فتح الباری.

[2] ایضاً

present ziaraat.com

ایک زخیم کتاب بنام المستدرک علی الصحیحین لکھی، جس میں صحیحین کی شرائط کے مطابق صحیح احادیث جمع کیں۔ ہماری نظر میں ان دو کتابوں میں اس حدیث کا ذکر نہ ہونا اس کے ضعف کی دلیل نہیں بنتا، البتہ یہ مؤلفین کے اہلبیت کی نسبت عمیق بغض اور تعصب کو ضرور ظاہر کرتا ہے، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسا محدث جس کی آرزو یہ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث کو جمع کرے، وہ حدیث غدیر جیسی حدیث کو چھوڑ دے جس کی قوت و کثرت اسناد سے علمائے اہلسنت فرط حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے)، اور جو ایک سو سے زیادہ اصحاب سے نقل ہوئی ہے؟ کون اپنی کتاب میں یہ نقص چھوڑنا اور اپنی حیثیت علمی کو خطرے میں ڈالنا چاہے گا! (مگر یہ کہ دل میں کچھ کجی ہو) جبکہ بخاری کے مشائخ واساتید میں سے ۱۳۹ افراد نے اس حدیث کو معتبر اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔[1]

راوی کا قصور ہے نہ روایت کا

بعید نہیں کہ بخاری امیر المومنین علیہ السلام سے منحرف سمجھا جائے، کیونکہ اس نے نہ فقط یہ کہ حدیث غدیر نقل نہیں کی بلکہ وہ احادیث جو امام مہدی علیہ السلام سے مربوط تھیں، کہ سید احمد شیخ الاسلام مفتی شافعی نے ان کے متواتر ہونے کا اعتراف کیا ہے، کو بھی نقل نہیں کیا، اور ایسے ہی حدیث ثقلین کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک کتاب اللہ دوسری میری عترت اہلبیت۔۔۔ علمائے اسلام کے ایک انبوہ بے کراں نے اس حدیث کو قطعی و متواتر اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن بخاری نے

[1] الغدیر: ج ۱، ص ۳۲۰.

present ziaraat.com

اسے نقل کرنے سے بھی پرہیز کیا! اور ایسے ہی حدیث کساء بھی نقل نہیں کی، جو متواتر اور قطعی صورت میں نقل ہوئی ہے اور بقول علامہ شرف الدین موسوی العاملی: اہل قبلہ، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے کیوں نہ ہو، اتفاق رکھتے ہیں کہ آیہ تطہیر پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے[1]۔ ابوالخطاب عمر بن حسن بن علی المعروف بہ ابن دحیہ نے توصاف اعتراف کیا ہے کہ بخاری امیر المومنینؑ کے فضائل نقل کرنے کے معاملے میں منحرف تھا، بلخوص اپنی کتاب میں کچھ احادیث میں سے مولا علیؑ کا نام حذف کرنے کے معاملے میں، اسی وجہ سے اس پر نکتہ چینی ہوئی ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول جو آپ نے بریدہ سے فرمایا تھا کہ: [و هو ولی کل مومن بعدی] (علیؑ میرے بعد ہر مومن کا سرپرست ہے) جسے مسند احمد بن حنبل اور سنن ترمذی میں انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، میں تحریف کر دی اور اس کی جگہ یوں نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی سے دشمنی نہ کرو کیونکہ خمس میں اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے!

منحرفین سے، ہاں کیوں نہیں، لیکن اہلبیتؑ سے ہرگز نہیں!!

اگر کوئی مورد طعن واشکال ہے تو وہ بخاری ہے، کہ کیوں باوجود اس کے کہ چار سو ایسے افراد سے جو مورد طعن تھے، بیسیوں حدیثیں نقل کیں[2]، فاسقین، نواصبین اور دشمنان امیر المومنین علیؑ جیسے خوارج، مرجئہ، قدریہ اور مانند عکرمہ کہ جو دروغ گوئی میں مشہور تھا اور

[1] الفصول المهمة: ص ۳۰۴.

[2] مقدمہ فتح الباری، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۶۷؛ اضواء علی السنۃ المحمدیۃ، ص ۳۰۲.

present ziaraat.com

عروۃ بن زبیر، حریز بن عثمان ناصبی، ابو بردہ ابن ابو موسی اشعری کہ جس نے قاتل عمار یاسر کے ہاتھ چھومے[1]، حتی عمرو بن العاص، مروان، ابو سفیان، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ، عمران بن حطان خارجی کہ جس نے ابن ملجم کی مدح کی، جیسے افراد سے کئی احادیث نقل کیں، لیکن اہلبیتؑ سے چند احادیث کے سوا اور کچھ نقل نہ کیا!

وہ صحیح بخاری میں ان افراد سے جو امیر المومنینؑ سے منحرف تھے جیسے ابو ہریرۃ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فقط دو سال گزارے تھے، سے ۴۴۲، عبداللہ بن عمر سے ۲۷۰، عائشہ سے ۲۴۲، ابو موسی اشعری سے ۵۷اور انس بن مالک سے ۲۰۰احادیث نقل کرتا ہے۔

لیکن امیر المومنین علیؑ جو کہ علم رسولؐ کے شہر کا در ہیں، جو آپؐ کی آغوش میں پروان چڑھے ہیں، جو بچپن سے آخر تک آپؐ کے ساتھ رہے ہیں، سے فقط ۳۰، جناب فاطمہؑ سے ۴، امام حسینؑ سے ایک، امام سجادؑ سے ۳، اور امام باقرؑ سے ۴احادیث نقل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ امام صادقؑ، امام کاظمؑ اور امام رضاؑ سے اس قدر شہرت اور شاگردوں کی فراوان تعداد کے باوجود بھی ایک احادیث بھی نقل نہیں کرتا!

اور کاش کہ اسی پر اکتفاء کر لیا جاتا، ذہبی کہتا ہے: محمد بن اسماعیل بخاری نے جعفر بن محمد سے حدیث نقل نہیں کی، بخاری کے استاد یحیی بن سعید قطان اس سے کہتا ہے: میرے نزدیک جعفر بن محمد سے مجالد بہتر ہے! نیز کہتا ہے: میرے نفس میں امام صادقؑ کے لیے کچھ ہے[2]۔ جبکہ یحیی بن سعید قطان جو کہ اہلسنت کا نامدار رجالی ہے نے مجالد کو ضعیف لکھا ہے۔

---

[1] اضواء علی السنۃ المحمدیۃ، ص ۳۰۱.

[2] میزان الاعتدال: ج ۱، س ۴۱۴.

present ziaraat.com

!ہاں بخاری عکرمہ ، حریز بن عثمان، ابو بردہ، ابوالغادیہ اور عمران بن حطان دوسی جیسے ملاعین سے تو روایت نقل کر سکتا ہے، لیکن امام صادقؑ سے روایت نقل کرنے میں تردید کا شکار ہے !آپ کی نظر میں یہ سب باتیں کس راز سے پردہ اٹھارہی ہیں ؟

علامہ شرف الدین عاملی لکھتے ہیں: اہلسنت آئمہ اہلبیت کے لیے مقاتل بن سلیمان (جو کہ تجسیم کا معتقد اور مرجئہ میں سے تھا) جتنی ارزش کے بھی قائل نہیں ہیں، وہ جتنا استناد خوارج، مشبہہ، مرجئہ اور قدریہ کی باتوں سے کرتے ہیں اتنا اہلبیتؑ کی احادیث کو اہمیت نہیں دیتے، اگر ان تمام احادیث کو جمع کیا جائے جو انہوں نے خاندان پیغمبرؐ سے نقل کی ہیں تو وہ عکرمہ بربری خارجی دروغ گو کی نقل کردہ احادیث کے برابر بھی نہیں ہو نگی۔۔۔[1]

[1] اجتہاد در مقابل نص: ص۵۹۸.

present ziaraat.com

(۵)

علمائے اہلسنت کے ہلادینے والے اعتراف

عجائبات غدیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس حدیث کی صحت و دلالت نے بعض علمائے اہلسنت سے اس بات کا اعتراف کروالیا کہ حدیث غدیر امیر المومنینؑ کی خلافت پر دال ہے۔

غزالی: ہوا و ہوس حق قبول کرنے سے مانع رہی!

ابو حامد محمد غزالی اکابر علمائے اہلسنت میں سے ہیں۔ ابن عساکر نے انہیں قرن پنجم کا مجدد دین جانا ہے حتی یہاں تک کہا کہ: بعض علماء کا کہنا ہے: اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ غزالی ہوتے[1]۔

غزالی لکھتا ہے: پردہ رخسار سے ہٹ چکا ہے اور جماہیر علماء حدیث غدیر کے متن پر اتفاق رکھتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: من كنت مولاه فعلي مولا اور عمر نے کہا: [بخ بخ لك يا ابا الحسن لقد اصبحت مولای و مولى كل مؤمن و مؤمنه] واہ واہ اے ابا الحسن کہ تم تو میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے، یہ تسلیم، رضایت اور حکم کا قبول کرنا تھا، لیکن اس کے بعد ریاستوں اور ستوں خلافت کو برپا کرنے، علاقوں پر حملہ آور ہونے،

---

[1] سیوطی کتاب: التنبئة بمن يبعثه على رأس كل ماة ؛ فیض القدیر، ص۳۹۸.

present ziaraat.com

ہوا میں بڑے بڑے پرچموں کے اٹھائے جانے اور ان کے لہرانے، گھوڑوں کی لشکر کشی اور ملکوں کو تحت سلطنت لینے کی ہوا ہوس نے ان لوگوں کو جام لالچ پلایا، اور یہ پھر اپنے پرانے (جاہلیت) کے اختلافات کی طرف پلٹ گئے، حق کو پس پشت ڈال دیا گیا، اور پس کتنا ہی گھاٹے کا سودا کیا؛ فبئس ما یشترون[1]۔

اور یہ جو تحفہ اثناء عشریہ میں محدث دہلوی اس بات کے منکر ہو گئے ہیں کہ سر العالمین عزالی کی کتاب ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں کیوں اہلسنت کے بزرگ علماء جیسے سبط ابن جوزی اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں حسن بن صباح کے حالات میں اس کتاب کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے چیزیں نقل کی ہیں۔

سبط ابن جوزی: حدیث غدیر صراحتاً امامت کا اثبات کرتی ہے

سبط ابن جوزی یوسف بن قزعلی اہلسنت کے بزرگ علماء میں سے ہیں، یافعی نے مرآۃ الجنان، ار نیقی نے مدینۃ العلوم اور ذہبی نے عبر میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔ یہ کلمہ مولا کے کئی معنی ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: مولی کا مطلب وہی اطاعت مخصوص اور اولی ہونا ہے، لہذا حدیث کے یہ معنی ہیں: جس جس پر میں حق تصرف رکھتا ہوں پس علی بھی اس پر حق اولویت رکھتا ہے۔

پھر کہتے ہیں: رسول ﷺ کا یہ فرمانا: [الست اولی بالمؤمنین من انفسھم] کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا؟ باب اثبات امامت علی اور ان

[1] کتاب سر العالمین، مدرک تذکرۃ الخواص و بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۲۵۱.

present ziaraat.com

کی اطاعت کو قبول کرنے کے معاملے میں صریح (بیان) ہے۔ پھر حسان بن ثابت، قیس بن سعد، اور کمیت کے اشعار نقل کرنے کے بعد اضافہ کرتے ہیں: ان اشعار کے ضمن میں کمیت کی ایک عجیب داستان ہے، ہمارے استاد عمر بن صافی موصلی نے ہم سے کہا: کمیت کے اشعار ایک شخص نے پڑھے اور حالت تفکر میں ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا، خواب میں علیؑ کو دیکھا جو اس سے فرما رہے تھے: کمیت کے اشعار دوبارہ پڑھ، یہاں تک کہ وہ اس شعر تک پہنچا:

ولکن الرجال تبایعوها فلم ارمثلها خطرا مبیعاً

(لیکن ان کے مردوں نے ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کر لیا، اور میں نے اس جیسی قیمتی چیز نہیں دیکھی جو بیچ دی گئی)

اس وقت امیر المومنینؑ نے اس شعر کا اضافہ فرمایا:

فلم اَرَ مثل ذاک الیوم یوما و لم ارحقا اضیعا

(میں نے اس روز کی طرح کا کوئی اور دن نہیں دیکھا، اور نہ ہی ویسا حق، وہ حق جو پائمال ہو گیا)[1]

محمد بن طلحہ شافعی: مولا کے تمام معنی علیؑ کے لیے ثابت ہیں

آپ شافعیوں کے برجستہ فقہاء میں سے ہیں، ان کی طبقات الفقہاء الشافعیہ اور عجالۃ الکواکب میں بہت تعریف بیان کی گئی ہے۔ یہ کہتے ہیں: یہ حدیث خدا کے اس کلام کو جو آیہ مباہلہ کے ضمن میں وارد ہوا ہے کھول کر بیان کرنے والی ہے، اور وہ یہ کہ وہاں انفسنا سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں، اور حدیث غدیر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب کچھ جو آپ مومنین کے

[1] تذکرۃ الخواص: مدرک فیض القدیر، ص ۴۰۳.

present ziaraat.com

بارے میں رکھتے تھے علیؑ کے لیے ثابت فرمایا ہے۔ وہ مومنین پر اولی بالتصرف، یاور اور ان کے سید و سردار ہیں، لفظ مولا کے جو بھی معنی قابل اثبات ہوں رسولؐ نے وہ علیؑ کے لیے قرار دیے ہیں، اور یہ وہ بلند و اعلی مقام ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط علیؑ سے مخصوص گردانا ہے، یہی وجہ ہے کہ روز غدیر، اولیاء کے لیے عید اور خوشی کا دن ہے[1]۔

گنجی شافعی: پیغمبرؐ نے علیؑ کو اپنا جانشین بنایا

علامہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جو اس مضمون پر مشتمل ہے: اگر میں اپنے لیے کسی جانشین کا تعین کرتا تو اس مقام کے لیے کوئی علیؑ سے بہتر نہیں تھا، اس کے بعد کہتے ہیں: ہر چند یہ حدیث جانشین کے عدم تعین پر دلالت کرتی ہے، لیکن حدیث غدیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانشین کا تعین فرمایا، اس بنا پر یہ حدیث پہلی حدیث کی ناسخ ہے[2]۔

یہ تھیں بزرگ علمائے اہلسنت کی تصریحات کہ حدیث غدیر امیر المومنینؑ کی جانشینی پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] مطالب السؤول: ص۴۴.

[2] کفایۃ الطالب: ص۱۶۶.

present ziaraat.com

(۶)

آخر کار قرینہ ہے یا جھوٹ؟!

حدیث غدیر کے بارے میں حیران کر دینے والی چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ بعض افراد نے اس حدیث کی دلالت بر خلافت امیر المومنینؑ کی تضعیف کی غرض سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی اوٹ لینے کی کوشش کی، آپؐ نے فرمایا: [اللّھم وال من والاہ و عاد من عاداہ] خدایا علیؑ کے دوست کو دوست اور دشمن علیؑ کو دشمن رکھ، اس توضیح کے ساتھ کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں لفظ مولا سے مراد یہی دوستی ہے، ہم نے کتاب حماسہ غدیر ص ۱۵۰ (فارسی) میں اس توہم کا مفصل جواب دیا ہے، البتہ حیران کن بات یہ ہے کہ بعض افراد جیسے ابن تیمیہ (وہابیوں اور تکفیریوں کا رہبر و قائد) کہتا ہے: علمائے حدیث کا اجماع ہے کہ یہ دعا جھوٹ ہے[1]۔

جی ہاں اس حدیث کی توجیہ اور قبول نہ کرنے نے انہیں اس تناقض سے دوچار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا حدیث غدیر کی طرح قطعی و ثابت ہے، یہاں تک کہ اہلسنت کے عالم حدیث ذہبی بھی اپنے تعصب کے باوجود اس کی صحت کا اعتراف کر گئے۔

[1] منہاج السنۃ: ج۴، ص۱۶.

present ziaraat.com

لیکن اس مقام پر ہم ابن تیمیہ کی مشکل کو سمجھ سکتے ہیں، کیونکہ وہ بہت اچھی طرح سے متوجہ تھا کہ اگر یہ جملہ صحیح ثابت ہو گیا تو اس گروہ کے ساتھ جو علی بن ابی طالبؑ سے دشمنی رکھتے تھے کے بارے میں مسلمانوں کی تکلیف شرعی روشن ہو جائے گی، جیسے اصحاب جمل و صفین و نہروان اور وہ سارے علماء و راویان جن کا نامہ عمل علیؑ سے منحرف ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

ابن تیمیہ اور ان جیسے دوسرے چاہیں یا نہ چاہیں، پر یہ دعا تو ثابت ہے نہ فقط میدان غدیر میں بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت سے دوسرے موارد پر، رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ غدیر کی اس باشکوہ تحریک کے ذریعے لوگوں کو جاہلیت کی عادت اور کینہ پروری سے دور کریں، راہ سعادت ان کے لیے واضح تر کریں، تاکہ وہ خدا اور اس کے رسولؐ کے دوست اور دشمن کی پہچان کر سکیں، اور جان جائیں کہ کوئی بھی موقع ہو جو کوئی بھی علیؑ کے مقابل آجائے، سمجھ جائیں کہ باطل ہے، جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: ہمیشہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ[1]۔

یہی وجہ ہے کہ سبط ابن جوزی کہتا ہے: امت کا اجماع ہے اس پر کہ جب بھی کسی صحابی نے علیؑ سے اختلاف کیا (اور وہ ان کے مقابل آیا) تو حق علیؑ کے ساتھ تھا[2]۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۹۷ قد ثبت عنه ﷺ فی الاخبار الصحیحة مجمع الزوائد: ج۷، ص۲۳۵؛ الامامة والسیاسة، ج۱، ص۹۸.

[2] تذکرة الخواص: ص۳۰.

present ziaraat.com

(۷)

ابو بکر بن ابی قحافہ کی بیعت نہ ٹوٹنے پائے

مگر علیؑ کی بیعت، ہاں فرق نہیں پڑتا!

انہیں عجیب و غریب چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: جب سقیفہ کی کاروائی کے بعد لوگوں نے امیر المومنینؑ کا استحقاق خلافت کے حوالے سے خطاب سنا، تو انصار میں سے کچھ یوں گویا ہوئے: یا ابا الحسن! اگر انصار نے تمہاری یہ باتیں ابو بکر کی بیعت سے قبل سنی ہوتیں تو کوئی شخص بھی تمہارے بارے میں اختلاف نہ کرتا (یعنی آپ نے دیر سے اقدام کیا) حضرت امیرؑ نے فرمایا: ایھا الناس! کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر خاکی کو بنا غسل و کفن و دفن کے یونہی چھوڑ کر حکومت حاصل کرنے کی کشمکش میں جٹ جاتا!؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر کسی کے لیے کسی عذر و بہانے اور کلام کی جا چھوڑی تھی؟[1]

اور ایسے ہی جب سقیفہ کی کاروائی کے بعد امیر المومنینؑ جناب سیدہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہمراہ ایک ایک صحابی کے در پر حمایت طلب کرنے (کے عنوان سے اتمام حجت) کے لیے گئے اور انہیں اپنی نصرت کے لیے دعوت دی، تو سب نے جناب سیدہؑ کو ایک ہی

---

[1] الاحتجاج: ج ۱، ص ۱۸۴؛ بحار الانوار: ج ۲۸، ص ۸۵.

present ziaraat.com

جواب دیا: ہم نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے، وقت گزر گیا ہے (اب ہم پیمان شکنی نہیں کر سکتے) اگر آپ کے شوہر ہمارے پاس پہلے آئے ہوتے تو ہم کسی دوسرے کی بیعت نہ کرتے[1]۔

جی ہاں! یہ افراد جو ایک باطل بیعت کے توڑنے کو تیار نہیں تھے، امیر المومنینؑ کی خلافت ظاہریہ کے زمانے میں بیعت کو پیروں تلے روندتے ہوئے نکل گئے اس کے باوجود کے ان سب نے اپنی میل ورغبت اور بنا کسی جبر واکراہ کے آزادی کے ساتھ حضرت کی بیعت کی تھی، ہزاروں افراد نے طلحہ وزبیر اور زوجہ رسول کے ساتھ مل کر بیعت علیؑ کو توڑا اور جنگ جمل جیسی خونین جنگ کی بناڈالی۔ کیا واقعی ابو بکر کی بیعت نہیں توڑی جاسکتی تھی لیکن علیؑ کی بیعت قابل نقض تھی!

دختر ابو بکر کی حمایت، ہاں کیوں نہیں! لیکن دختر رسول کی حمایت، نہیں جانے دو!!

سقیفہ کی کاروائی کے بعد دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کے مقابل کھڑی ہوئیں اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے مدد و نصرت طلب فرمائی، آپ نے مدینے کے باسیوں کے درمیان جن میں مہاجرین وانصار تھے، خطبہ غراء ارشاد فرمایا، اور ان سے مدد طلب کی، لیکن کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا، یہاں تک کہ آپ سر جھکائے گھر واپس لوٹ آئیں اور امیر المومنینؑ سے فرمایا: منعتنی قیلة نصرها و المهاجرة وصلها و غضت الجماعة دونی طرفها، انصار نے میری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا، مہاجرین نے بھی میری حمایت سے پرہیز کیا، اس گروہ نے مجھ سے آنکھیں پھیر لیں، فلا دافع و لا مانع کوئی نہیں جو میرا دفاع اور

[1] الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۹.

present ziaraat.com

حمایت کرے، خرجت کاظمة و عُدت راغمة، میں خشمناک دل کے ساتھ گئی تھی اور سر جھکا کر واپس آگئی ہوں، و لا خیارلی لیتنی متّ قبل ھینتی دون ذلتی، میں اختیار نہیں رکھتی، کاش وہاں جانے اور اس ذلت کو اٹھانے سے پہلے مر گئی ہوتی، ویلای فی کل شارق ویلای فی کل غارب، وائے ہو مجھ پر ہر صبح وشام، مات العمد وھن العضد و شکوای الی ابی و عدوای الی ربی۔۔۔[1] لیکن جب دختر ابو بکر نے امیر المومنینؑ کے خلاف خروج کیا اور جمل کی ظالمانہ جنگ کی آگ بھڑکائی تو یہی مدینے کے لوگوں تھے جنھوں نے ہزاروں کی تعداد میں ان کی نصرت وامداد کی!!اس معمے کا راز کیا ہے؟

علیؑ کا حامی و مددگار اکیلا رہ جائے گا چاہے دختر رسول ﷺ ہی کیوں نہ ہو، لیکن علیؑ کے مخالف کو یاور وانصار مل جائیں گے چاہے خلیفہ برحق کے خلاف قیام کرنا ہی محسوب کیوں نہ ہو؟! علمائے اہلسنت میں سے ایک کا کہنا ہے: لک اللہ یا علی! ما انصفوک فی شیء، یا علی! آپ کے پاس خدا ہے، انہوں نے کسی ایک مسئلے میں بھی آپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔[2]

---

[1] بحار الانوار: ج۴۳، ص۱۴۸.

[2] اس کے علاوہ ایک اور نکتہ جو قابل بیان ہے اور وہ یہ کہ: جو افراد یہ کہہ کر جناب سیدہؑ اور امیر المومنینؑ سے عذر خواہی کر رہے تھے کہ ہم اب بیعت کر چکے ہیں، لہذا بیعت توڑ نہیں سکتے، انہیں اُس بیعت کی فکر کیوں لاحق نہ ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں غدیر کے میدان میں علیؑ کے حق میں برپا ہوئی تھی؟ ان میں سے اگر تمام نہیں بھی تو بہت سے افراد ایسے تھے جنہوں نے علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، پھر کیا وجہ تھی کہ علیؑ کی بیعت فی الغدیر کو تو توڑ دیا گیا لیکن ابو بکر کی بیعت کا توڑنا جائز سمجھا گیا؟!!(مترجم)

present ziaraat.com

(۸)

پیغمبرؐ تو چاہتے تھے پر خدا نہیں چاہتا تھا!

جی تعجب نہ کیجیے، یہ کلام اہلسنت کے رہبر عظیم الشان کا ہے جسے ابن حدید المعتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے، وہ کہتا ہے: خدا یہ نہیں چاہتا تھا کہ علیؑ پہلے خلیفہ بنے ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بات پر اصرار تھا، اور جب خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہت میں تعارض پیدا ہو جائے تو مقدم خدا کی چاہت ہو گی! اس نے ابن عباس سے کہا: لقد اراد ان یصرح باسمه فمنعت من ذلک اسقاقاو حیطة علی الاسلام، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چاہتے تھے کہ علیؑ کے نام کی تصریح کریں لیکن میں اسلام کے دفاع اور اس کی دلسوزی کی وجہ سے مانع ہوا! رب کعبہ کی قسم! قریش کبھی بھی اس کی خلافت پر راضی نہ ہوتے، اگر وہ حکومت کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لیتا، تو عرب ہر طرف سے اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوتے، اس کے بعد اضافہ کرتا ہے:

پیغمبرؐ سمجھ گئے تھے کہ میں ان کا منظور نظر جان گیا ہوں، لہذا انہوں نے علیؑ کے نام کی تصریح سے پرہیز کیا اور خدا نے جو کچھ قطعی کر دیا تھا اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی (یعنی خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل عمر بن خطاب کی نظر کی تائید کی)[1] ایک اور جگہ کہتا ہے: رسول

---

[1] شرح نہج البلاغہ: ج ۱۲، ص ۲۰.

present ziaraat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری میں یہ ارادہ کیا کہ اسے (علیؑ) خلافت کے لیے نامزد کر دیں، لیکن میں فتنے اور اسلام کے سست ہو جانے کے خوف سے مانع ہوا[1]۔

ابن عباس کہتے ہیں: میں شام کے ایک سفر میں عمر بن خطاب کے ساتھ تھا، ایک دن میں نے اسے تنہا دیکھا تو اس کے پیچھے ہو لیا، مجھ سے کہنے لگا: اے ابن عباس! مجھے تمہارے چچازاد (علیؑ) سے گلہ ہے، میں نے چاہا تھا کہ وہ میرے ساتھ آئے مگر وہ نہیں آیا، وہ اب تک ناراض ہے، تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ کس چیز کی وجہ سے ناراض ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ خود بھی جانتے ہیں، عمر نے کہا: مجھے لگتا ہے وہ اب تک خلافت کے ہاتھ سے چلے جانے کی وجہ سے غمگیں ہے، میں نے کہا: ہاں! اس کا سوچنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت کے لیے اسے منتخب کیا تھا، عمر نے کہا: اے ابن عباس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ اسے خلیفہ قرار دیں، لیکن کیا ہوا؟ جب خدا اسے نہیں چاہتا تھا، تو ایک چیز کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اور دوسری کا خدا نے، پس خدا جو چاہتا تھا وہ نافذ ہوا نہ کہ وہ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے، کیا جو کچھ بھی رسولؐ چاہیں گے وہ ہو کر رہے گا؟ پیمبرؐ تو یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے چچا مسلمان ہو جائیں مگر خدا نہیں چاہتا تھا کہ وہ مسلمان ہوں[2]۔

اناللہ وانا الیہ راجعون!

یہ ہیں غدیر کے دلچسپ و حیران کر دینے والے امور جو کئی لوگوں کے راز و اسرار فاش

---

[1] شرح نہج البلاغہ: ج ۱۲، ص ۷۸.

[2] شرح نہج البلاغہ: ج ۱۲، ص ۷۸.

present ziaraat.com

کر دیتے ہیں، اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ غدیر کی مخالفت اس لیے نہیں کہ اس کی سند و دلالت میں کوئی جھول ہے، بلکہ یہ اس لیے ہے تاکہ اپنے حاکمان کے اجتہاد کو نص رسول کے مقابل صحیح ثابت کیا جائے۔

کمال تعجب کا مقام تو یہ ہے کہ خلیفہ دوم کے کچھ پیروکار جیسے شارح مسلم نووی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کی بجائے خلیفہ دوم کی یاری کا دم بھرتے ہوئے کہتا ہے: تمام علماء اس حدیث کی شرح میں (جس میں عمر کا وصیت رسول کے سلسلے میں مانع ہونا اور قلم دوات دینے سے منع کرنا وارد ہوا ہے) متفق ہیں کہ عمر کا یہ کلام (جو تندی و سخت روئی کے ساتھ مانع وصیت رسول ہوا) ان کی فہم و فراست اور دقت نظر کی دلیل ہے! کیونکہ وہ ڈر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ ایسا نہ لکھ دیں جسے انجام دینے کی لوگوں میں سکت نہ ہو اور وہ عقوبت کے مستحق قرار پائیں، کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصریح فرما دیتے تو اجتہاد کے لیے کوئی جگہ باقی

نہ بچتی، لہذا عمر نے کہا: حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے)[1]

بس ایک چاول چکھ کر باقی دیگ کے ذائقے کا خود پتہ چلا لیجیے۔ جب مسلمان علماء خلیفہ دوم کی نظر و دلسوزی و اجتہاد کو نظر و دلسوزی و تاکیدات پیغمبر پر مقدم کرتے ہوئے اس پر فخر کریں، وہ پیغمبر جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى

---

[1] شرح مسلم للنووی: ج۱۱، ص۹۰، باب ترک الوصیة لمن لیس له شیء. قال: فقد اتفق العلماء المتكلمون فی شرح الحديث على انه من دلائل فقه عمر و فضائله و دقيق نظره---

present ziaraat.com

(یہ تواپنی نفسانی خواہش سے کچھ کہتاہی نہیں، یہ تو وہی کہتاہے جو وحی کہتی ہے)[1] توہم اس مقام پرانااللہ واناالیہ راجعون کہنے کے سوااور کیا کہیں؟

!قرآن تو کہتاہے: فَلا وَ رَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فيما شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا في أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْليما. یہ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے آپسی معاملات میں تجھے داور نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ تو کر دے اس کے لیے ان کے دلوں میں تردید تک باقی نہ رہے،اور یہ کاملا سر تسلیم خم ہو جائیں۔[2]

---

[1] نجم: ۳و۴.

[2] نساء: ۶۵.

present ziaraat.com

(۹)

چاپلوسی سے کتمان حقیقت تک!

مشہور ہے کہ جب دنیا کسی شخص کا رخ کرتی ہے، تو لوگ اس سے تعلق قائم کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ چاپلوسی پر بھی اتر آتے ہیں، یہاں تک کہ دوسروں کی خوبیاں بھی اس کے پیروں پر نچھاور ہونے لگتی ہیں اور اس کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں، تو پھر ان صفات حسنہ کی تو بات ہی کیا جو اس میں پہلے سے موجود ہوں، لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اصحاب امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے وقت بھی اس بات پر تیار نہ ہوئے کہ آپ کی ایک فضیلت مشہود و بدیہی کی گواہی دیں!!

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جب اپنے دور خلافت میں سنا کہ کچھ لوگ آپ کی شیخین پر اولویت کی تردید کر رہے ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے منصوب ہونے کو قبول نہیں کرتے، تو آپ نے قصر کوفہ کے اندر لوگوں کے مجمع میں، ارشاد فرمایا: تم میں سے جو کوئی بھی غدیر میں موجود تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا تھا وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر گواہی دے، اصحاب بدر میں سے کچھ اور کچھ دوسرے اصحاب نے کھڑے ہو کر

present ziaraat.com

گواہی دی جن میں جناب عمار یاسرؓ، ہاشم مر قالؓ، خزیمہ بن ثابتؓ، ابو ایوب انصاری وغیرہ شامل تھے، علامہ امینیؒ نے ۲۴افراد کے اسماءذکر کیے ہیں[1]۔

سب نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من كنت مولاه فعلی مولاه اللّهم وال من والاه و عاد من عاداه، لیکن کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جو غدیر میں تو موجود تھے، لیکن انہوں نے گواہی دینے سے پرہیز کیا، انہی میں سے ایک انس بن مالک تھا! جناب امیرؑ نے اس سے فرمایا: تو تو غدیر خم کے میدان میں موجود تھا، پھر کیا وجہ ہے کہ شہادت نہیں دیتا؟ وہ گویا ہوا: میں بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے بھول گیا ہوں! آپؑ نے فرمایا: اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو خدا تجھے ایک ایسی سفیدی (برص) میں مبتلا کرے، جو عمامے سے بھی چھپائے نہ چھپے، وہ امیر المومنینؑ کی اس بددعا کی وجہ سے مبروص ہو گیا! طلحہ بن عمیر کہتا ہے: میں نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کی سفیدی دیکھی ہے!

دوسرا براء بن عازب تھا جس نے گواہی دینے سے پرہیز کیا اور جناب امیرؑ کی نفرین کی وجہ سے نابینا ہو گیا، یہ دونوں اس واقعے کے بعد پشیمان ہوئے، انس بن مالک نے قسم کھائی کہ آج کے بعد سے وہ علیؑ کی کسی فضیلت پر پردہ نہیں ڈالے گا، اور براء بن عازب جب اندھے پن کی وجہ سے اپنے گھر کا راستہ تلاش کر رہا ہوتا تھا اور کوئی اس کی راہنمائی کرتا، تو کہا کرتا تھا: کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص علیؑ کی لعنت کا مستحق قرار پایا ہو وہ راہ تلاش کر سکے؟![2]

---

[1] الغدیر: ج۱، ص۱۸۴.

[2] الغدیر: ج۱، ص۱۹۰، نقل از انساب الاشراف، شرح ابن الحدید معتزلی، ابن قتیبہ در المعارف (لیکن اس کتاب میں تحریف سے پہلے کے نسخوں میں)

present ziaraat.com

(۱۰)

بعد رسولؐ منافقین کہاں گئے ؟!

آیہ مبارک: یا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ واضح طور پر اس بات کی بیان گر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابلاغ پیغام الٰہی کے حوالے سے پریشان تھے، کیونکہ یہ پیغام تھا ہی ایسا کہ اس کے پہنچا دینے کے بعد خدشہ تھا کہ کچھ لوگ اس کے مقابل کھڑے ہو جائیں گے اور مخالفت کریں گے، اسی وجہ سے اس آیت میں تاکید کے ساتھ خطاب کیا گیا: وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ (اگر یہ انجام نہ دیا تو میری رسالت کا کچھ نہیں پہنچایا)، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: وَ اللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النّاسِ [1] (خدا تمہیں لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا)، احادیث میں بھی رسول اللہ ﷺ کے پریشان ہونے کا پتہ ملتا ہے، کیونکہ آپ کو یہ خدشہ تھا کہ جب آپؐ امیر المومنین علیؑ کی امامت کا اعلان کریں گے تو بعض افراد فتنہ برپا کریں گے۔ لہذا آپ نے فرمایا: اے لوگوں! خدا نے مجھے ایسا پیغام پہنچانے کا حکم سنایا ہے جس کی وجہ سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے، اور مجھے لگتا ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے، لیکن خدا نے مجھے تاکید کی ہے کہ میں ضرور بالضرور یہ پیغام تم تک پہنچادوں، ورنہ خدا میرا مواخذہ کرے گا[2]۔

---

[1] مائدہ:٦٧.

[2] کمال الدین، ص٢٧٦؛ مسند ابن راہویہ، ج١، ص٤٠٢.

present ziaraat.com

ایک دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے: میں نے دیکھا کہ لوگ کفر جاہلیت سے زیادہ دور نہیں اور ابھی تازہ تازہ کفر سے باہر آئے ہیں، اگر میں ابھی اقدام کرتا ہوں تو یہ کہیں گے کہ اپنے چچازاد کے لیے جگہ بنا رہے ہیں[1]۔

ایک اور روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے: یا رب انا واحد کیف اصنع ؟ یجتمع علی الناس، خدایا میں تنہا ہوں، کیا کروں؟ یہ لوگ مجھ پر شورش کر دینگے[2]۔

یہ ساری باتیں اس چیز کی بیانگر ہیں کہ غدیر میں موجود جمیعت اور مسلمانوں میں منافقین اور مخالفین کی ایک خاصی تعداد موجود تھی، اس حد تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے بھی خطرہ بن سکتے تھے! جیسا کہ انہوں نے آپؐ کی زندگی کے آخری ایام میں مسجد ضرار کی بنیاد ڈال کر اسے اپنی خفیہ حرکات کا مرکز بنایا تھا، اور آپؐ نے اس کے گرادینے کا حکم صادر فرمایا تھا، اس کے علاوہ وہ افراد جنھوں نے غزوہ تبوک میں آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا، انہی میں سے ایک نمائندے نے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیا فتنہ برپا کرنے کی غرض سے امیر المومنینؑ سے کہا کہ آؤ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں، اور اگر چاہوں تو مدینے کی گلیوں کو سوار اور پیادہ جنگجوؤں سے پاٹ دوں، امیر المومنینؑ نے کمال فراست کے ساتھ اس کے ارادے کو بھانپتے ہوئے فرمایا: تیرا اس مشورے سے سوائے فتنے کے اور کوئی مقصد نہیں، خدا کی قسم تو وہی ہے جو ایک مدت تک اسلام کے خلاف آتش جنگ بھڑکاتا رہا ہے، ہمیں تیری خیر خواہی کی ضرورت نہیں[3]۔

---

[1] الغدیر: ج۱، ص۵۱.

[2] الدر المنثور: ج۲، س۲۹۸؛ الغدیر: ج۱، ص۲۲۱.

[3] تاریخ طبری: ج۳، ص۲۰۹؛ الاستعیاب: ج۴، ص۸۷.

present ziaraat.com

یہیں پر کچھ ایسے بھی تھے جو اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ بند ہو اور وہ کچھ لوگوں کی ریاست طلبی کی کشمکش میں دوبارہ سے کفر کو حاکم کردیں۔امیر المومنینؑ نے اس بارے میں فرمایا: قسم بخدا اگر مجھے مسلمانوں کے متفرق ہونے، ان کے دوبارہ کفر کی طرف پلٹنے اور دین کے نابود ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا، تو میں ان کے ساتھ اس طرح پیش آتا جو میرے موجودہ حالات میں روا رکھنے والے رویے سے جدا ہوتا[1]۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ منافقین جو تعداد میں بھی کافی تھے اور طاقت و توان کے اعتبار سے بھی قوی تھے، بعد رسول خاتم ﷺ کہاں گئے؟ کیا وجہ ہے کہ بعد پیغمبرؐ ان کی حرکات و سکنات کے حوالے سے تاریخ خاموش ہے؟

کیا یہ سب ناگہاں حقیقی مسلمان بن گئے اور اسلام کے خلاف سازش کرنے سے ہاتھ اٹھا لیے؟ کیا خلفاء نے رسول اللہ ﷺ سے بہتر انداز میں لوگوں کی باگ دوڑ سنبھالی جو یہ کسی اقدام کی جرأت نہ کر سکے؟ یا وہ لوگوں کی ہدایت کرنے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کامیاب رہے؟ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں اور دوسری طرف ہم خلفائے ثلاثہ کے دور میں ان منافقین کے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف آشکار عمل اور سازشیں نہیں دیکھتے! تو اس کی کیا توجیہ کریں؟

شاید رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے ثلاثہ کے دور میں منافقین کا خاموش بیٹھے رہنا اور دوران خلافت امیر المومنینؑ دوبارہ اپنے سر اٹھانا اس معمے کو حل کردے۔

---

[1] جمھرۃ خطب العرب: ج ۱، ص ۲۸۹؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۱۸.

present ziaraat.com

اور تعجب علیٰ تعجب یہ کہ اہلسنت بعد رسول تمام اصحاب کو جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے، عادل مانتے ہیں حتی انہیں بھی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخر تک منافقین کے عنوان سے اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور قرآن میں ان کی مذمت میں دسیوں آیات نازل ہوئیں ! ! بلکہ بعض تو صحابہ پر صلوات بھیجتے وقت لفظ اجمعین کا لاحقہ بھی جوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کی صلوات تمام منافقین و مفسدین کے بھی شامل حال ہو جائے !

www.ziaraat.com

(۱۱)

امامت کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی اس کی مخالفت!

واقعۂ غدیر کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ دلالت حدیث غدیر کے اعتراف کے باوجود بھی اپنے عمل سے اس کی مخالفت کرتے رہے! ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ خلیفہ دوم:

یہ غدیر میں امیر المومنینؑ کو سب سے پہلے مبارک باد دینے والوں میں تھے، انہوں نے ان الفاظ میں مبارکباد پیش کی: اے ابن ابی طالب مبارک ہو تمہیں کہ تم ہر مومن مرد وزن کے مولا ہو گئے[1]۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عمر نے خود روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من كنت مولاه فعلى مولاه اللّهم وال من والاه و عاد من عاداه و اخذل من خذله و انصر من نصره، اس کے بعد فرمایا: اے خدا! تو اس بات پر گواہ رہنا، عمر نے رسولؐ سے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے نزدیک ایک بہت ہی خوبرو جوان کھڑا تھا جو خوشبو لگائے ہوئے تھا، اس نے مجھ سے کہا: اے عمر! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا

[1] تفسیر طبری: ج۳، ص۴۲۸؛ دیگر حوالاجات کے لیے دیکھیے الغدیر: ج۱، ص۲۷۲.

present ziaraat.com

پیمان باندھا ہے جسے منافق کے سوااور کوئی نہیں توڑے گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! وہ بنی آدم میں سے نہیں تھا، وہ جبرائیل تھا، وہ چاہتا تھا کہ جو کچھ میں نے علیؑ کے حق میں کہا ہے اس پر تاکید کرے[1]۔

انہوں نے ابن عباس سے بھی کہا تھا: خدا کی قسم علیؑ مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ (مقام خلافت کے لیے) سزاوار تھے[2]، اور کہا کہ: خلافت علیؑ کا حق تھا لیکن اس وجہ سے کہ وہ جوان تھے اور ان کی گردن پر بہت سے خون تھے، میں نے انہیں خلافت سے دور کر دیا[3]۔

۲۔ معاویہ بن ابی سفیان:

وہ غدیر خم میں تمام ماجرے کا شاہد تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام خود ان کی زبانی سنا تھا، کلام سننے کے بعد جبکہ اس نے مغیرہ بن شعبہ کے کندھے پر تکیہ کر رکھا تھا، بولا: ہم نہ علیؑ کی ولایت کو قبول کریں گے اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو!! اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی: فَلا صَدَّقَ وَلا صَلَّى * وَلكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى * ثُمَّ ذَهَبَ إِلى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى * أَوْلى لَكَ فَأَوْلى * ثُمَّ أَوْلى لَكَ فَأَوْلى * نہ اس نے قبول کیا اور نہ نماز پڑھی، بلکہ اس

[1] ینابیع المودۃ: ص۲۴۹.

[2] راغب در محاضرات، کنز العمال، ج۶، ص۳۱۴.

[3] طبقات ابن سعد: ج۳، ص۲۹۵.

present ziaraat.com

نے جھٹلایااور پشت پھیر لی، پس وہ فخر کے ساتھ اپنے خانوادے کے پاس چلا گیا، عذاب تجھ پر سزاوار تر ہے سزاوار تر ہے![1]

اس کی امیر المومنینؑ علی سے مخالفت و عناد و عداوت آشکار ہے، لیکن اس سب کے باوجود ایک دن کچھ افراد کی محفل میں جن میں طرماح، ہشام مرادی اور محمد بن عبداللہ حمیری بھی تھے، ایک اشرفیوں کی تھیلی سامنے رکھتے ہوئے بولا: اے شاعران عرب! علی بن ابی طالبؑ کے حق میں اشعار کہو، لیکن شرط یہ ہے کہ جز حق کچھ نہ کہنا! میں خاندان صخر بن حرب (ابوسفیان) سے نہیں اگر یہ تھیلی اسے نہ بخشوں جو علیؑ کے بارے میں حق کہے!

اول طرماح اٹھا اور امیر المومنینؑ کے حق میں ناسزا کہا، معاویہ نے اس سے کہا: بیٹھ جا، کہ خدا تیری نیت سے آگاہ اور تیرے مقام سے باخبر ہے، اس کے بعد ہشام مرادی اٹھا، اور اس نے بھی امیر المومنینؑ کے حق میں ناسزا کہا، معاویہ نے کہا: اپنے دوست کے ساتھ جا بیٹھ، خدا تیرے مقام سے خوب آگاہ ہے۔

عمرو بن العاص جو کہ محمد بن عبداللہ حمیری کا دوست تھا، اس سے بولا: کچھ کہوں مگر حق کے علاوہ کچھ نہ کہنا: (تاکہ یہ تھیلی تیری ہو جائے) اس نے کہا: معاویہ! تو نے قسم کھائی ہے کہ یہ تھیلی کسی کو نہیں دے گا مگر اسے جو علیؑ کے بارے میں حق گوئی سے کام لے؟ معاویہ نے کہا: ہاں! اگر تو علیؑ کے بارے میں حق کہے اور میں تجھے یہ تھیلی نہ دوں تو میں خاندان ابوسفیان سے نہیں، اس وقت حمیری کھڑا ہوا اور فی البدیہہ امیر المومنینؑ کی شان میں ایک قصیدہ انشاء کیا، جس کے کچھ اشعار یوں ہیں:

---

[1] شواھد التنزیل: ج ۲، ص ۲۹۵؛ قیامت: ۳۱ تا ۳۵۔

present ziaraat.com

علی امامنا بابی و امی	ابو الحسن المطهر من حرام
و لو انی قتلت النفس حبا	له ما کان فیها من اَثام
یحل النار قوم ابغضوه	و ان صاموا و صلو الف عام
تناسوا نصبه فی یوم خم	من الباری و من خیر الانام
برغم الانف من یشنا کلامی	علی فضله کالبحر طامی
و ابرا من اناس اخّروه	و کان هو المقّدم بالمقام

علیؑ پر میرے ماں باپ فدا ہوں جو ہمارا امام ہے، وہ وہی ہے جو حرام سے پاک ہے، اگر میں اس کی محبت میں جان دے دوں تو یہ گناہ نہیں، جو بھی اسے دشمن رکھتا ہے جہنمی ہے چاہے ہزار سال نماز و روزہ بجالائے، لوگ اس کا منصوب من اللہ ہونا اور خدا کی جانب سے افضل الخلق ہونا بھولا بیٹھے، اندھا ہو جائے وہ جسے میرے کلام سے تکلیف ہو، علیؑ کی فضیلت ایک پر موج دریا کی مانند ہے، میں ان سے بیزاری اختیار کرتا ہوں جنہوں نے علیؑ کو (خلافت کے معاملے میں) پیچھے چھوڑ دیا، جبکہ وہ علیؑ ہی تھے جو اس مقام میں حق تقدمیت رکھتے تھے۔

اس وقت معاویہ نے اشرفیوں کی تھیلی حمیری کو دیتے ہوئے کہا: تو ان میں سب سے زیادہ راست گو ہے![1]

۳۔ عمرو بن العاص:

یہ عرب کا حیلہ گر سیاست دان تھا، جس کے باپ کے لیے قرآن کی نص موجود ہے کہ وہ ابتر ہے، امیر المومنینؑ نے اسے ابتر ابن ابتر اور جاہلیت و اسلام میں ناسزا گوئے محمدؐ و آل محمدؐ کا

[1] فرائد السمطین، باب ۶۸: بشارۃ المصطفی (عماد الدین طبری الشیعی): الغدیر، ج ۲، ص ۱۷۷۔

present ziaraat.com

نام دیا۔ اس کی ماں نابغہ زمانہ جاہلیت کی مشہور زمانہ بدکار خاتون تھی۔ جب یہ پیدا ہوا تو پانچ افراد اس کے باپ ہونے کے دعوے دار تھے جن میں ابوسفیان اور عاص بن وائل بھی شامل تھے، لیکن اس کی ماں کی تدبیر کی وجہ سے اسے عاص سے ملحق کر دیا گیا[1]۔ وہ ۴۳ ہجری میں امیر المومنینؑ کی شہادت کے ۳ سال کے بعد راہی عدم ہوا۔ مرتے وقت اس کے پاس اپنے سیاہ اعمال پر افسوس کے سوا اور کچھ نہ تھا، وہ آخری دم کہہ رہا تھا: اے کاش کہ میں غزوہ ذات السلاسل میں مر گیا ہوتا، میں نے ایسے کام انجام دیے ہیں کہ نہیں معلوم میرے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر اپنے کثیر مال کی فکر میں گھل گھل کر کہنے لگا: اے کاش کہ یہ جانوروں کا فضلہ ہوتا! اے کاش کہ میں ۳۰ سال پہلے ہی مر جاتا، میں نے معاویہ کی دنیا تو آباد کر دی لیکن اپنا دین خراب کر لیا![2]

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد پہلے سے طے شدہ معاملے کے تحت معاویہ نے عمرو عاص کو مصر کا امیر بنا دیا۔ امیر بنے کے بعد اس نے معاویہ کو خراج بھیجنے سے روگردانی کی۔ معاویہ نے اسے سخت الفاظ میں خط لکھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خراج دینے میں سستی اور کجی کا مظاہرہ نہ کرے۔ عمرو عاص نے خط پڑھنے کے بعد معاویہ کے لیے ساٹھ اشعار پر مشتمل ایک مفصل قصیدہ ارسال کیا جو قصیدہ جلجلیہ کے نام سے معروف ہے۔ اس قصیدے میں عمرو عاص نے فضائل علیؑ، واقعہ غدیر، معاویہ کے لیے اپنی خدمات جو اس نے امیر المومنینؑ کے خلاف

---

[1] الغدیر: ج ۲، ص ۱۲۰.

[2] تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۱۹۸؛ الغدیر: ج ۲، ص ۱۲۰.

present ziaraat.com

سازشوں کی صورت میں انجام دیں اور معاویہ کے لیے حکومت کی زمینہ سازی کرنے میں اپنا کردار بیان کیا، ازجملہ وہ اس قصیدے میں کہتا ہے:

و کم سمعنا من المصطفیٰ	و صایا مخصّصة فی علی
و فی یوم خم رقی منبرا	یبلغ و الرکب لم یرحل
و فی کفه کفه معلنا	ینادی بامر العزیز العلی
الست بکم منکم فی النفوس	باولی فقالوا بلی فافعل
فانحله امرة المؤمنین	من الله مستخلف المنحل
و قال فمن کنت مولی له	فهذا له الیوم نعم الولی
فوال موالیه یا ذالجلا	ل و عاد معادی اخ المرسل

ہم نے علیؑ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس قدر مخصوص سفارشیں سنی، روز غدیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر جب کاروان رک گئے تھے اور علیؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا، امر خدا سے باآواز بلند فرمایا: کیا میں تم پر تمہارے نفسوں سے زیادہ حاکم نہیں؟ سب نے کہا: باکل ہیں، اس وقت رسولؐ نے خدا کی جانب سے مومنین کی سرداری وفرمانروائی علیؑ کو دے کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں یہ مرد اس کا مولا ہے، خدایا اس کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن جان[1]۔

---

[1] علامہ امینی نے ان اشعار کو کتابخانہ خدیویہ سے نقل فرمایا ہے، ابن ابی الحدید نے اس کا ایک حصہ شرح نہج البلاغہ: ج۲، ص۵۲۲۔ میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے: میں نے اسے ابوزکریا یحیی بن علی (م ۵۰۲) کے خط میں دیکھا ہے، اسحاقی نے لطائف اخبار الدول میں اس سے کافی اشعار نقل کیے ہیں، اس کے علاوہ شیخ محمد ازھری نے بھی شرح مغنی اللبیب: ج۱، ص۸۲، میں سارے اشعار نقل کیے ہیں۔ الغدیر: ج۲، ص۱۱۷.

present ziaraat.com

۴۔ حسّان بن ثابت:

یہ ۵۵ ہجری میں فوت ہوئے، شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، غدیر خم میں موجود تھے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بعد واقعہ غدیر کو نظم بھی کیا تھا، اشعار کہنے کے بعد انہوں نے اپنے کہے ہوئے اشعار بلند آواز سے پڑھ کر سنائے، یہ اشعار علمائے اسلام نے نقل کیے ہیں[1]۔ حسّان نے اپنے اشعار میں تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ غدیر سے مقصود امیر المومنین علیہ السلام کو بطور جانشین معین کرنا تھا، وہ کہتا ہے:

ینادیهم یوم الغدیر نبیهم بخم و اسمع بالرسول منادیا

فقال فمن مولاکم و نبیکم فقالوا و لم یبدوا هناکالتعامیا

الهک مولانا و انت نبینا و لم تلق منا فی الولایة عاصیا

فقال له قم یا علی فاننی رضیتک من بعد اماما و هادیا

فمن کنت مولاه فهذا ولیه فکونوا له اتباع صدق موالیا

هناک دعا اللّهم و ال ولیه و کن للذی عدا علیا معادییا

روز غدیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندا دی اور کہا: تمہارا مولا اور پیغمبر کون ہے؟ لوگوں نے خود کو نہ فہمی کے حوالے کیے بنا کہا: ہمارا مولا خدا ہے اور آپ ہیں، اور ہم میں سے کوئی بھی اس امر ولایت میں آپ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ اس وقت آپ نے فرمایا: یا علی علیہ السلام کھڑے ہو کہ میں نے تجھے امت کی امامت و ہدایت کے لیے پسند کیا، جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مرد بھی مولا ہے، اے لوگوں! اس کے سچے پیروکار بنو اور اس کی ولایت کو قبول کرو، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدایا اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ۔

---

[1] جیسے خرگوشی (م ۴۰۶)، ابن مردویہ (م ۴۱۰)، ابونعیم (م ۴۳۰) وغیرہ، الغدیر: ج ۲، ص ۳۴.

present ziaraat.com

ان اشعار کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حسان! جب تک تو (اپنی زبان سے) ہماری مدد کرتا رہے گا روح القدس تیری تائید کرتا رہے گا۔

لیکن عجائبات غدیر میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ یہی شخص، یعنی حسان بن ثابت، جو غدیر کا شاہد تھا، جس نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو سنا تھا، جو رسول اللہ ﷺ کے مقصود کو جانتا تھا کہ آپ نے علیؑ کی امامت کی تصریح فرمائی ہے، وہی شخص جس نے علیؑ کی مدح میں اس کے علاوہ بھی بہت سے بلند پایہ اشعار کہے[1]، بعد رسول اللہ ﷺ امیر المومنین علیؑ سے منحرف ہو کر مخالفین کا پیرو ہو گیا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ کی خلافت کے دور میں بھی آپؑ کی بیعت نہ کی اور عثمانیوں کے ساتھ ہو لیا۔ جزری کہتا ہے: انصار نے علیؑ کی بیعت کر لی سوائے چند نفر کے جن میں حسان بھی تھا، یہاں تک نقل ہوا کہ: اس نے امیر المومنینؑ کو ناسزا کہا اور آپ کی ہجو بھی کی! اور رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کو جو خود اس نے اپنے شعر میں نظم کی تھی: خدا علی کے دشمن کو دشمن رکھ، اپنے شامل حال کر لیا! اور شاید اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے غدیر میں اشعار سننے کے بعد کہا تھا: روح القدس اس وقت تک تیری تائید کرتا رہے گا جب تک تو ہمارا مددگار رہے[2]۔ یہی وجہ ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے حسان کو اس کے طنز کرنے پر کہا تھا: اے نابینا اور کور دل! اگر مجھے اپنے اور تیرے قبیلے کے درمیان جنگ کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا[3]۔

---

[1] الغدیر: ج ۲، ص ۳۴.

[2] قاموس الرجال: ج ۳، ص ۱۷۳.

[3] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۲۳۱.

present ziaraat.com

(۱۲)

عجیب ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا جانشین مقرر کیے دنیا سے چلے گئے !

غدیر کے واقعے کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے :اس کے باوجود کہ یہ واقعہ خلافت امیر المومنینؑ پر واضح دلالت کرتا ہے مخالفین اس بات پر مجبور ہو گئے کہ کہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانشین کا تعین کیے بنا ہی دنیا سے سدھار گئے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہمیں تو یاد نہیں پڑتا کہ پوری تاریخ میں کوئی بھی حاکم یا رہبر اپنی امت کو بنا جانشین کے چھوڑ کر چلتا بنا ہو !تا چہ جائے وہ پیغمبرؐ جس نے لوگوں کے لیے احکام کی جزئیات تک بیان کر دیں مثلا؛ معاملات میں گواہ قرار دینا، اولاد کا والدین کے پاس جاتے وقت اجازت لینا، مجلس میں وارد ہونے والوں کو جگہ دینا، اور اسی طرح کے بے شمار احکام، تو جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان جزئیات کو اتنا کھول کھول کر بیان کرے، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسئلہ خلافت و جانشینی کہ جس سے امت اور مکتب کی بقا وابستہ ہے، کو بیان کیے بنا چلا جائے ؟ ! کیا وہ رسولؐ جس کی بینش، درایت، زکاوت اور امت کے لیے دلسوزی کوئی نظیر نہیں رکھتی، اور مخالف و موافق اس کی عمیق نظری و بینش کا کلمہ پڑھتے ہیں، سے یہ عمل بعید نہیں ؟ !

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

یہی وجہ تھی کہ جب حفصہ بنت عمر بن خطاب کو یہ خبر پہنچی کہ ان کے والد اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر کرنا نہیں چاہتے تو انہوں نے عمر سے کہا: اگر آپ کے پاس ایک چوپان ہوتا جو آپ کے ریوڑ کو چھوڑ کر چلا بنتا تو آپ یقینا اسے قصوروار سمجھتے، جبکہ لوگوں کے امور کی رعایت کرنا اس سے زیادہ اہم مسئلہ ہے! (یعنی لوگوں کو جانشین کے بغیر مت چھوڑنا)۔

اور عائشہ بنت ابی بکر نے بھی عمر کو پیغام بھجوایا: امت محمد یہ ﷺ کو بنا سرپرست کے مت چھوڑنا۔۔۔ میں اس امت میں فتنہ پھوٹ پڑنے سے ڈرتی ہوں[1]۔

مناسب ہے کہ ہم یہاں ایک سنی فلسطینی عالم جنہوں نے بعد میں شیعہ مذہب قبول کر لیا تھا، کا واقعہ نقل کریں، وہ اپنی ایک باضابطہ ملاقات (انٹرویو) میں کہتے ہیں: جس واقعے نے میرے لیے مطالب کو روشن کر کے میری اہلبیت کی جانب رہنمائی کی وہ یہ تھا: ایک دن میں اپنے رشتہ داروں میں سے ایک کی دکان کے سامنے فٹ پاتھ پر بیٹھا تھا، میں نے سنا صاحب دکان اپنے پوتوں میں سے ایک سے کہہ رہا ہے: ذرا یہاں آکر کچھ دیر بیٹھو تاکہ میں نمازِ عصر پڑھ آؤں، میں گہری سوچ میں ڈوب گیا، ایک شخص اپنی دکان کو بھی اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک اس کے لیے کسی محافظ کو معین نہ کر دے، پھر کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو بنا امام اور جانشین کے چھوڑ جائیں؟ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا، یہ بعید ہے![2]

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، ص ۲۲؛ اعلام النساء، ج ۲، ص ۷۸۶۔

[2] نگرش نو بہ غدیر: ص ۵۹۸۔

present ziaraat.com

(۱۴)

بس ۷۰ دن میں ایسا انقلاب زمانہ!

واقعہ غدیر کہ جس میں امیرالمومنینؑ کو بطور خلیفہ نصب کیا گیا اور رحلت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ ۲۸ صفر المظفر کے دن واقع ہوئی، میں ۷۰ دن کا فاصلہ ہے، اس بات پر یقین کرنا کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں افراد کی جمعیت سب کچھ بھولا کر فرمان رسالتؐ کو پسِ پشت ڈال دے!

یہ مسئلہ اتنا عجیب ہے کہ شیخ سلیم بشری علامہ شرف الدین عاملی سے کہتے ہیں: میں جب بھی آپ کے دلائل دیکھتا ہوں، تو خود کو سر گرداں پاتا ہوں، ایک طرف جب آپ کے ادلہ دیکھتا ہوں تو انہیں قطعی اور محکم پاتا ہوں، آئمہ عترت طاہرہ کو دیکھتا ہوں تو انہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اتنا ارزشمند پاتا ہوں کہ ان کی ہیبت و جلالت کی وجہ سے ذلت کا ایک بال بھی ان کے پاس نہیں بھٹک سکتا۔

لیکن جب دوسری طرف اہل قبلہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کو دیکھتا ہوں کہ انہوں نے اہلبیتؑ کے ساتھ ادلہ کے خلاف برتاؤ کیا، تو میں خود کو دو حصوں میں تقسیم پاتا ہوں، ایک

www.ziaraat.com

وہ جو دلائل کے پیچھے ہے، اور دوسرا وہ جو اکثریت اہل قبلہ کے پیچھے دوڑ رہا ہے، میرا پہلا حصہ تمہارے پیچھے ہے لیکن دوسرا تمہاری نافرمانی کرتا ہے![1]

یہ حقیقت اتنی تلخ ہے کہ بعض نے چاہا کہ اس معمے کو حل کرنے کے لیے حقائق میں تحریف کر کے واقعہ غدیر کی حجیت اور دلالت کو جھٹلائیں تاکہ یہ معمہ کسی طور حل ہو سکے!

لیکن جو شخص سیاسی مسائل بلخصوص حکومتی، قومی تعصب اور نژاد پرستی سے مربوط مسائل کی طول تاریخ میں تحقیق کرے تو وہ باخوبی جان جائے گا کہ افراد کی روحوں میں یہ افکار کس طرح نفوذ پیدا کر لیتے ہیں اور کیسے انہیں انحراف اور تعصب بے جا کی جانب کھینچ لے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کا دین اور ایمان بھی ان انحرافات کی راہ میں مانع نہیں ہو پاتا!

بلخصوص جب امیر المومنینؑ کے لیے دلوں میں آتش انتقام بھڑک رہی ہو، اور زیادہ تر لوگ ان افراد کے تابع فرمان ہوں جو نص رسولؐ کے مقابل اجتہاد کرنے کے معتقد ہوں، ان کے کئی ہزار طرفدار ہوں، مسلمانوں میں سے بہت سے تازہ مسلمان اور ضعیف الایمان ہوں، مخالفین رعب، وحشت اور دھمکیوں کے ذریعے ماحول کو مشتبہ کر دیں، تو وہ سب کچھ ہونا جو صدر اسلام میں رحلت رسول کے بعد ہوا، کوئی بعید چیز نہیں۔[2]

---

[1] المراجعات، مرجعہ ۱۱، ص ۳۲.

[2] بعض لوگ جو تعجب کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں: یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام امت اسلامیہ بعد پیغمبر الٹے پیروں پھر جائے اور وہی لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان پر جان چھڑکتے ہوں، ان کی رحلت کے بعد اسلام کے خلاف ایسی گھناؤنی سازش رچیں؟ جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ کوئی بعید چیز نہیں بلکہ اسلام سے پہلے بھی دوسرے انبیاء کی امتیں ایسی مشکلات کا شکار ہوتی رہی ہیں، جناب موسیٰؑ طور پر جاتے ہوئے

present ziaraat.com

(مصنف کہتے ہیں کہ: اس مسئلے کی بیشتر توضیح کے لیے ان کی لکھی ہوئی کتاب اسرار حماسہ غدیر کے صفحہ ۱۸۳ کی جانب رجوع کیا جائے)

جناب ہارونؑ کو اپنا نائب مقرر کر کے جاتے ہیں، لیکن ۴۰ دن میں ایسا آوے کا آوا بگڑتا ہے کہ قوم ہارون کی بات پر بالکل کان نہیں دھرتی، بلکہ جب وہ انہیں حق کی طرف دعوت دیتے ہیں تو وہ انہیں قتل کی دھمکیاں دیتی ہے، موسی کی ساری محنتوں پر پانی پھر جاتا ہے، خدا کی جگہ گوسالہ پرستی شروع ہو جاتی ہے، تو جب ایک رسول کے زندہ رہتے اس کی پوری قوم گمراہی صریح میں مبتلا ہو سکتی ہے تو پھر ایک نبی کی رحلت کے بعد تو اس کی امت کا گمراہی کے جال میں جا پھنسنا عین ممکن ہے، اور پھر جبکہ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسی سے تشبیہ دی گئی ہے، اور رسول کا یہ فرمان جو فریقین نے نقل کیا ہے کہ میری امت میں وہ سب کچھ رونما ہو گا جو بنی اسرائیل میں ہوا تھا، کے بعد یہ سوال اٹھانے اور تعجب کرنے کی جا باقی نہیں بچتی۔ (مترجم)

present ziaraat.com

(۱۴)

کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ تھا نہ کہ ایک جملہ!

واقعہ غدیر کے بارے میں معمولا بس ایک جملہ اور دعا نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ و عاد من عاداہ، جب کہ یہ بات معقول نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہزاروں افراد کو تپتی دھوپ میں کھلے آسمان تلے جمع کرنے کے بعد فقط دو جملے ارشاد فرمائیں۔

قرآئن اس بات پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان غدیر میں ایک مفصل اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا، جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، حمد و ثنائے الہی بجالائے، ذکر الہی کرنے کے بعد وعظ کیا اور جو کچھ خدا چاہتا تھا ارشاد فرمایا[1]، یہاں تک کہ بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور خدا کی قسم تا قیامت کوئی چیز ایسی نہ بچی جس کی آپ نے ہمیں خبر نہ دی ہو[2]۔ غدیر سے متعلق مختلف روایات میں جستجو کرنے سے باخوبی معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ہم نے منابع اہلسنت سے اس خطبے سے مربوط روایات کو تلفیقی خطبے

---

[1] مستدرک حاکم نیشاپوری: ج۳، ص۱۰۹۔

[2] الغدیر: ج۱، ص۳۱۔۳۴؛ نقل از ترمذی و طبرانی۔

present ziaraat.com

کی شکل میں اپنی کتاب اسرار حماسہ غدیر میں ذکر کیا ہے۔ البتہ مکتب اہلبیتؑ میں امام محمد باقرؑ کے توسط سے وہ پورا خطبہ جو آپؐ نے میدان غدیر میں ارشاد فرمایا تھا نقل ہوا ہے[1]۔

[1] احتجاج طبرسی، ج۱، ص۶۶: بحار الانوار، ج۳۷، ص۲۰۱.

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

(۱۵)

معقول اعتراض کا نامعقول جواب!

علمائے اہلسنت میں سے کچھ اپنے علماء کی جانب سے حدیث غدیر کی غلط توجیہ کی جانب متوجہ ہو گئے تھے، اہلسنت کہتے ہیں: عربی زبان میں مولا کے معنی دوست کے ہیں، اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے یہ معنی ہوں گے: جس جس کا میں دوست ہوں اس اس کے علیؑ دوست ہیں، اور اس حدیث کا مقصد یہ ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے علیؑ کو ایک دوست کی حیثیت سے متعارف کروانا چاہتے تھے، جبکہ اس صورت میں یہ امام علیؑ کے لیے فضیلت نہیں بلکہ الٹی ایک تکلیف شرعی ہو گی کہ وہ لوگوں کے ساتھ نیکی کریں، یا اس حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ: علیؑ بھی میری طرح تمہارا دوست ہے، پس اسے دوست رکھو، لیکن یہ توجیہ طبری کے اعتراض کو جو بعد میں بیان ہو گا اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ کسی سے محبت رکھنے کے اعلان کے لیے اس قسم کے بیان سے استفادہ نہیں کیا جاتا، لہذا مانند ابن حجر جو اس اعتراض کی جانب متوجہ ہو گیا تھا، لکھتا ہے: مولا کے معنی محبوب ہیں اس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہونگے: جو بھی مجھے دوست رکھتا ہے علیؑ کو بھی دوست رکھے، جس جس کا میں محبوب ہوں، علیؑ بھی اس کے محبوب ہیں، لیکن یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ از لحاظ لغت مولا محبوب کے معنی میں نہیں آیا۔

present ziaraat.com

ایک دوسرا اہلسنت عالم محب الدین طبری اس اعتراض کی جانب متوجہ ہو گیا تھا وہ اپنی کتاب ریاض النظرہ میں کہتا ہے: یہ توجیہ (یعنی مولا بمعنی دوست) میرے نزدیک بعید ہے ورنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں فرمانا چاہیے تھا: من کان مولای فھو مولی علی، جو کوئی بھی میرا دوست ہے، وہ علیؑ کا بھی دوست ہے۔ لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ اس معقول اعتراض کرنے کے بعد، اس سے بھی عجیب و غریب توجیہ بیان کرتا ہے تاکہ اس حدیث کی دلالت کو امیر المومنینؑ کی امامت سے کہیں دور کھینچ لے جائے، وہ کہتا ہے: اس حدیث کے معنی یہ ہیں: جس جس کا میں دوست ہوں، راہ دوستی اور حقِ دوستی یہ ہے کہ اسے دوست رکھے، علیؑ بھی خاندانی جہت اور اس بلند مقام کی وجہ سے جو انہیں تائید اسلام کے ضمن میں حاصل ہے، حق دوستی رکھتے ہیں، پس ضروری ہے کہ انہیں دوست رکھا جائے اور ان کی ولایت کو اس طرح مانا جائے، ہم اس عجیب و غریب توجیہ پر اہل تحقیق و انصاف سے ہی فیصلہ چاہیں گے، آخر کار کیا چیز سبب بنی کہ حدیث کے روشن معنی کو چھوڑ، خود کو باطل توجیہات کے لچھوں میں پھنسا کر بے جا زحمت اٹھائی گئی؟

(۱۶)

کیا سب امیر المومنینؑ کی محبت کا دم بھرتے تھے؟

بہت سے علمائے اہلسنت نے حدیث غدیر کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: مولا کے معنی دوست ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ لوگوں کو علیؑ کی دوستی (اور محبت) کی جانب دعوت دیں۔

یہ توجیہ انبوہ قرائن اور اپنی ناہنجاری کی وجہ قابل قبول نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب اسرار حماسہ غدیر میں کم و بیش تیس قرائن ذکر کیے ہیں جو اس توجیہ کے بطلان کو ثابت کرتے ہیں، خواہشمند افراد اس کتاب کی جانب رجوع فرمائیں۔ اس قدر مجمع کو معطل کرنا، اس سے بیعت لینا، آیات کا نزول وغیرہ ان تاکیدات میں سے ہے جو اس توجیح کے ساتھ ہم آہنگ نہیں۔

لیکن قابل توجہ اور محل سوال و تعجب یہ ہے کہ کیا غدیر میں حاضر تمام افراد اور خود یہ توجیہ کنندگان اس توجیح یعنی علیؑ کی محبت و دوستی، پر پابند رہے؟

تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے پیمان وفا نہیں نبھایا، بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنینؑ کے گھر کو گھیر لیا، ایک نے بلند آواز میں کہا: بیعت کرنے کے لیے باہر نکلو ورنہ خدا کی قسم تمہارے گھر کو آگ لگا دونگا! کون سا گھر؟ خانہ وحی، خانہ علیؑ و بتولؑ اور ان کے بیٹوں جوانان جنت کے سرداروں کا گھر!

www.ziaraat.com

مسعودی لکھتا ہے: علیؑ کے گھر پر ہجوم کیا گیا، در خانہ علیؑ کو آگ لگائی گئی، انہیں زبردستی گھر سے باہر نکالا گیا، سیدہ النساء العالمین پر اس طرح دروازہ گرایا کہ ان کا بچہ محسن سقط ہو گیا، علیؑ کو بیعت کے لیے مجبور کیا، جب آپ نے فرمایا: میں بیعت نہیں کروں گا، تو کہنے لگا: ہم تجھے قتل کر دیں گے۔۔۔[1] (یہ سلسلہ یہیں نہیں رکھا بلکہ) اس کے بعد جناب امیرؑ کی خلافت کے دور میں اہل جمل، معاویہ اور سپاہ شام اور ان اصحاب کا رویہ جو ان کے ساتھ علیؑ سے جنگ لڑنے آئے تھے، معاویہ کی جانب سے تمام اسلامی ممالک میں وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب و شتم کروانے کی قبیح سنت کا اجراء، جو کئی سالوں تک جاری رہی، آپ کے شیعوں اور چاہنے والوں کو مارنا، قید کرنا اور انہیں نابود کرنے کو اپنا آئین قرار دینا، جیسا کہ آج کل کے دور میں تکفیری وہابی کر رہے ہیں!

کیا یہی نتیجہ تھا اس سفارش پیغمبر کا کہ علیؑ کو دوست رکھنا؟ اور کیا بزرگان اہلسنت نے طول تاریخ میں دوستان علیؑ کے ساتھ دوستی اور دشمنان علی کے ساتھ دشمنی برتی؟ کیا وجہ ہے کہ ان کی کتابیں تمام علوم میں چاہے وہ تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا رجال، نواصب اور دشمنان علیؑ کی جانب مراجعت کرنے سے بھری پڑی ہیں اور یہ ان جیسی شخصیات کی تمجید کرتے ہیں؟

اہلسنت عالم علامہ سقاف کہتے ہیں: اہلسنت و الجماعت نے خاندان اہلبیتؑ کی محبت کی تصریح کی، لیکن یہ مسئلہ بس ایک نظر کے عنوان سے باقی بچا ہے اور بہت سو نے اس پر عمل نہیں کیا، یہ عالم واقع میں دیکھا نہیں جا سکا۔ یہ نہایت ہی افسوس کا مقام ہے[2]۔

---

[1] اثبات الوصیۃ، ص ۱۵۵.

[2] صحیح شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص ۶۵۶.

present ziaraat.com

اے ابوہریرہ! کیا تم علیؑ کے دشمن رہے؟

امیر المومنینؑ نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسے آپ نے اصبغ بن نباتہ کے توسط سے ارسال فرمایا: اصبغ کہتے ہیں: میں معاویہ کے پاس پہنچا تو دیکھا وہ دو سبز تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور کچھ لوگ اس کے اطراف میں موجود ہیں، جن میں عمرو ابن العاص، ولید اور ان کے مقابل ابوہریرہ بھی تھا۔۔۔ جب معاویہ خط پڑھ چکا تو بولا: علیؑ قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا، اصبغ کہتے ہیں: میں نے معاویہ سے کہا: اے معاویہ! عثمان کے خون کو بہانہ نہ بنا، تو حکومت کے چکر میں ہے، اگر تو عثمان کی مدد ہی کرنا چاہتا تھا تو اس وقت کیوں نہ کی جب وہ زندہ تھا، لیکن تو نے اس وقت عمداً اس کام سے ہاتھ کھینچ لیا تاکہ وہ مارا جائے اور تو اسے حکومت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دے، معاویہ سیخ پا ہو گیا، میں نے چاہا اسے اور جلاؤں، سو ابوہریرہ سے کہا: اے ابوہریرہ! تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں، جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، میں تجھے حق حبیب اللہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم دیتا ہوں، بتا کہ کیا تو غدیر کے میدان میں موجود تھا یا نہیں؟

ابوہریرہ نے کہا: ہاں میں موجود تھا، میں نے کہا: علیؑ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا تھا؟ اس نے کہا: میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا: من كنت مولاه فعلى مولاه اللّهم وال من والاه و عاد من عاداه و انصر من نصره و اخذل من خذله

یعنی جس جس کا میں مولا اس اس کے علیؑ مولا، خدا اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو اس سے دشمنی کرے، اس کے مددگار کی مدد فرما اور جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔

present ziaraat.com

میں نے کہا: اے ابوہریرہ! تو نے کیا کیا؟ تو نے تو علیؑ کے دشمن کے ساتھ دوستی کرلی جبکہ ان کے دوست کے ساتھ دشمنی مول لی!!

اس وقت ابوہریرہ نے ایک لمبی سانس بھری اور کہا: انا لله و انا الیه راجعون۔[1]

[1] تذکرۃ الخواص، ص۴۸؛ مناقب حنفی، ص۱۳۰؛ الغدیر: ج۱، ص۲۰۳.

present ziaraat.com

(۱۷)

لفظ مولا کے معنی میں جاہلانہ انکار!

عجائبات غدیر میں سے ایک پیروان مکتب خلفاء میں سے بعض کا تاریخ کے مسلمہ علمی و تاریخی حقائق کا جھٹلانا ہے۔ انہی میں سے ایک فخر الدین رازی ہے جو اس آیت: مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ[1] کی تفسیر میں اپنی کتاب نہایۃ العقول میں لفظ مولا کا لغت وادبیات کے اعتبار سے اولی بالتصرف ہونے کے معنی کا انکار کر بیٹھا ہے وہ کہتا ہے: علمائے نحو ولغت میں سے کسی ایک شخص نے بھی وزن مفعل کو بمعنی افعل جو تفضیل کا صیغہ ہے کہ معنی میں نہیں لکھا!

اور اس کے بعد قاضی عضد ایجی نے مواقف میں، صاحب تحفہ اثناء عشریہ اور کچھ دوسرے افراد نے رازی کے اسی کلام کی اپنی اپنی کتابوں میں تکرار کی ہے۔

ان افراد کا یہ دعوی نہایت ہی عجیب ہے، کیونکہ بزرگان لغت و ادب جو فریقین کے یہاں مورد اعتماد ہیں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مولا، اولی بالتصرف کے معنی میں استعمال ہوا ہے، من جملہ محمد بن سائب کلبی، یحیی بن زیاد نحوی (م ۲۰۷) المعروف بہ فراء کہ جسے نحو ولغت میں کوفیین کا پیشوا مانا جاتا ہے، ابو عبیدہ معمر بن المثنی بصری (م ۲۱۰) کہ جسے سیوطی

---

[1] حدید: ۱۵.

present ziaraat.com

نے اپنی کتاب مزھر میں پیشوایان لغت، شعر، اور علوم ادب میں شمار کیا ہے، کہ اس جیسا دیکھا نہیں گیا۔ اور ایسے ہی ابو زید سعید بن اویس انصاری لغوی (م ۲۱۵) کہ سیوطی نے اسے ابو عبیدہ کے برابر خیال کیا ہے، اور ابوالحسن سعید بن مسعد المعروف بہ اخفش (م ۲۱۵)، ابوالعباس محمد بن یزید مبرد، ابوالعباس ثعلب احمد بن یحیی شیبانی (م ۲۹۱)، ابراہیم بن محمد ابو اسحاق زجاج، محمد بن قاسم انباری لغوی نحوی (م ۳۲۸)، ابو نصر فارابی جوہری، ثعلبی، واحدی، زمخشری (م ۵۳۸) نے کشاف میں، بیضاوی (م ۶۹۲) اور اس کے علاوہ کئی دوسرے علمائے لغت و ادبیات نے اپنی کتب میں لفظ مولا کے معنی اولی بالتصرف ذکر کیے ہیں۔ آیت اللہ علامہ سید حامد حسین ہندیؒ اور علامہ عبدالحسین امینیؒ نے علوم عرب کے ۴۲ علماء سے یہ معنی نقل کیے ہیں[1] یہی وجہ ہے کہ تفتازانی شرح مقاصد اور قوشجی شرح تجرید میں کہتے ہیں: لفظ مولا کا متولی، مالک امر اور اولی بالتصرف کے معنی میں استعمال ہونا کلام عرب میں مشہور ہے۔

اس طرح یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ علم و انصاف کے مدعیان حقائق کو جھٹلانے کے لیے اس قسم کی گستاخی کریں اور کہیں کہ پیشوایان ادب میں سے کسی نے بھی مولا کو اولی بالتصرف کے معنی میں استعمال نہیں کیا! اس پر طرہ یہ کہ فخر الدین رازی اپنے کلام کے ضمن میں کچھ بزرگان ادب کے اقوال نقل کرتا ہے جنہوں نے مذکورہ معنی کی جانب اشارہ کیا ہے، لیکن اس کے فوراً بعد ہی اس بات کا مدعی ہو جاتا ہے کہ ان افراد نے سہل انگیزی سے کام لیا ہے لہذا ان کا کلام حجت نہیں! چونکہ یہ بنا کسی سند و حوالے کے ہے! یاللعجب کہ بزرگان لغت کو پہلے تو تسامح سے متہم کیا جاتا ہے اور پھر ان سے سند کا تقاضہ کیا جائے؟ اصولاً لغت کی کتنی کتابیں ہیں جن

---

[1] الغدیر: ج ۱، ص ۳۴۵ تا ۳۴۸۔

present ziaraat.com

میں اسناد کا ذکر کیا گیا ہے؟ اور اگر کہیں کبھی کبھار سند کا ذکر کر بھی دیا جائے تو کیا ابو عبیدہ، اصمعی اور ان جیسوں کا مقابلہ ہو پائے گا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ جوہری اور زمخشری جیسے بزرگان نے اس معاملے میں لبید کے سبع معلقات کے اشعار سے استناد کیا ہے اور فخر الدین رازی نے نہایۃ العقول میں خود بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ گویا رازی نے بلا وجہ ہی ضعف ادبی کا ڈرامہ رچایا۔

یہی وجہ ہے کہ ابن الشحنۃ حنفی روض المناظر میں کہتا ہے: فخر الدین رازی کو مختلف علوم میں تبحر حاصل تھا سوائے علوم ادبیات عرب کے۔ اور ابو حیان اپنی تفسیر میں لکھتا ہے: رازی کی تفسیر روش کلام عرب اور اس کے مقاصد سے خارج ہے۔[1]

---

[1] فیض القدیر: ص۲۸۸.

present ziaraat.com

(۱۸)

کیا دوستی کے اعلان کے بعد بیعت لی جاتی ہے؟!!

واقعہ غدیر سے مربوط روایات میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ غدیر کے بعد سامعین سے فرمایا: هنئونی هنئونی ان الله خصنی بالنبوة و خص اهل بیتی بالأمامة، اے لوگوں مجھے مبارک باد دو، کیونکہ خدا نے مجھے نبوت سے اور میرے اہلبیت کو امامت سے سرفراز کیا[1] اس کے بعد اصحاب آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد پیش کی[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیرؑ دونوں ایک خیمے میں بیٹھ گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو حکم دیا کہ وہ آ آکر امیر المومنینؑ کو مبارکباد پیش کریں، ساتھ ہی اپنی ازواج کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی علیؑ کو مبارکباد دیں، اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔۔۔ یہی وہ وقت تھا جب ابو بکر و عمر نے اپنے معروف جملوں کے ساتھ مبارکباد پیش کی[3]۔

---

[1] الغدیر: ج۱، ص۲۷۱؛ نقل از شرف المصطفی للابو سعد خرکوشی.

[2] الغدیر: ج۱، ص۲۷۱، نقل از مرآۃ المومنین.

[3] روضۃ الصفاء للابن خاوند شاہ(م۹۰۳): ج۱، ص۱۷۳؛ الغدیر: ج۱، ص۲۷۱، نقل از حبیب السیر و معارج النبوۃ.

present ziaraat.com

سعید بن مسیب کہتا ہے: میں نے سعد بن ابی وقاص سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایک چیز پوچھوں لیکن میں ڈرتا ہوں! اس نے کہا: جو پوچھنا چاہتا ہے پوچھ، میں تیرا چچازاد ہوں، میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور غدیر کا واقعہ! کہنے لگا: ہاں وہ ظہر کا وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولا اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ، اس کے بعد ابو بکر اور عمر نے کہا: اے علیؑ آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر مومن مرد و زن کے مولا ہو گئے[1]۔

البتہ رسول اللہ ﷺ نے فقط مبارکباد کا حکم دینے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ دل و زبان سے علیؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ان کی بیعت کی جائے، تمام بیعت کنندہ گان اسے اپنے اہل و عیال اور نسلوں تک پہنچا دیں اور اس سے نہ پھریں۔

زید بن ارقم کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ کی تقریر کے بعد لوگوں نے بڑی سرعت کے ساتھ اعتراف اور علیؑ کی بیعت کی، من جملہ ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور باقی انصار و مہاجرین نے بیعت کی، ان کی کثرت اتنی زیادہ تھی کہ نماز ظہرین اور مغرب وعشاء، تاخیر کے ساتھ ملا کر پڑھی گئیں اور بیعت کا یہ سلسلہ تین دن تک چلتا رہا۔[2] بعض کا کہنا ہے کہ: بیعت کرنے کے لیے ہاتھ کا ہاتھ میں دینا اسی دن سے شروع ہوا[3]۔

---

[1] الولایۃ للاحمد بن عقدہ (م ۳۳۳).

[2] الغدیر: ج۱، ص ۲۷۰، نقل از الولایۃ للمحمد بن جریر طبری.

[3] مناقب علی بن ابی طالب: للاحمد بن محمد طبری المعروف بہ خلیلی (قرن پنجم)

present ziaraat.com

ان سب واقعات کے نقل کرنے کے بعد جو چیز حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ کیا کسی کی دوستی کے اعلان کے لیے اس قسم کی سنگین تقریب ترتیب دی جاتی ہے ؟ایسے خطبہ پڑھا جاتا ہے ؟ لوگوں کو مبارکباد دینے کا کہا جاتا ہے ؟اور آخر میں یہ کہا جاتا ہے کہ آؤاب سب بیعت کرو؟

امیر المومنین ؑ کواپنا جانشین بنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جو کام انجام دیے کیا اس سے زیادہ بھی کوئی کام انجام دیا جا سکتا تھا؟ کیا ہزاروں افراد کو واپس بلانا یہاں تک کہ اپنی ازواج کو بھی بیعت کرنے کا حکم فرمانا، بھی غافل اذہان کو بیدار نہیں کرتا تاکہ وہ مسئلے کی جڑ تک پہنچ کر حقیقت سے واقف ہو جائیں ؟

قُلْ يا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدى فَإِنَّما يَهْتَدي لِنَفْسِهِ وَ مَنْ ضَلَّ فَإِنَّما يَضِلُّ عَلَيْها وَ ما أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكيل* اے رسول کہہ دو اے لوگوں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق آچکا ہے پس جو بھی ہدایت پائے گا یہ خود اس کے فائدے میں ہے اور جو گمراہ ہو گا تو یہ بھی اس کا اپنا نقصان ہے،اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔[1]

میں اپنے اوپر لازم سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے تمام کرنے کی توفیق ملنے پر خدائے منان کی حمد و ثناء اور شکر بجالاؤں،اس کے بعد جن علمائے امامیہ کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے کا شکریہ ادا کروں بلخصوص علامہ عبدالحسین امینی صاحب کتاب الغدیر، محدث عباس قمی، صاحب کتاب فیض القدیر اور علامہ میر حامد حسین ہندی صاحب کتاب عبقات الانوار کہ جن کی کتب سے فیض عظیم اٹھایا گیا۔

والحمد لله اولا و اخرا

قم المقدس: سید محمد نجفی یزدی

---

[1] یونس:۱۰۵.

present ziaraat.com

۸۔۶۔۱۳۹۳(ایرانی)

۱۶جمادی الاول ۱۴۳۷ ہجری، بمطابق ۲۳فروری ۲۰۱۶، دن ۰۲:۰۰ بجے اس کتابچے کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔آمین۔ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد و آلہ الطاھرین

بندۂ ثقلین؛ سید سبطین علی نقوی امروہوی
مقیم حال، عش آل محمد، قم المقدس ایران

www.ziaraat.com

فہرست

﴿رسالہ معجزہ ردّالشمس﴾ 9

مقدمہ مُترجم 10

ضرورت بحث 11

معجزہ ردالشمس کے بارے میں لکھی گئی کتب 15

شیعہ کتب اور حدیث ردالشمس 16

کتب اہلسنت اور حدیث ردالشمس 18

وہ علمائے اہلسنت جنہوں نے اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا 19

ابن حجر مکی 19

جلال الدین سیوطی 20

بدر الدین عینی 21

قاضی ابوالفضل عیاض 21

ابو عبداللہ شمس الدین الانصاری اندلسی 21

محمد بن عبدالرؤوف بن علی المناوی 22

محمد بن عمر بحرق الحضرمی الشافعی 22

گنجی شافعی 22

سبط ابن جوزی 22

فخر الدین رازی 23

present ziaraat.com

وہ افراد جنہوں نے اس واقعے کو جھٹلانے کی کوشش کی 23
ابن جوزی 24
علمائے اہلسنت خود ہی ابن جوزی کی رائے کورد کرتے ہیں 27
ابن تیمیہ حرانی 29
پہلی حدیث کی سند کی تحقیق 32
دوسری حدیث کی اسناد کی تحقیق 35
تیسری حدیث کی سند کی تحقیق 36
ابن کثیر دمشقی 39
ابن حزم اندلسی 41
پیر نہیں اڑتے مرید اڑاتے ہیں! 43
مقدمہ مؤلف 46
امیر المومنینؑ کے لیے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں معجزہ ردالشمس 47
محل ردالشمس؛ مسجد فضیخ 49
سورج علیؑ کے لیے دوسری بار پلٹتا ہے 51
حدیث ردالشمس پر کیے جانے والے اعتراضات کے جواب 55
پہلا اعتراض 55
حدیث ردالشمس از لحاظ سند معتبر نہیں 55
علمائے اہلسنت کا حدیث ردالشمس کو معتبر جاننا 57
حدیث ردالشمس شعراء کے کلام میں 58

present ziaraat.com

سید حمیری اور حدیث رد الشمس 60
امیر المومنینؑ کا واقعہ رد الشمس کے ذریعے احتجاج کرنا 61
واقعہ رد الشمس زیارت امیر المومنینؑ میں 62
رد الشمس کا ذکر جناب زینبؑ کے مرثیے میں 62
دوسرا اعتراض 63
کیا امیر المومنینؑ کی نماز قضا ہو گئی تھی؟ 63
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوالثدیہ کے قتل کا حکم دینا 69
تیسرا اعتراض 70
واقعے کی جزئیات میں اختلاف اس کے بطلان پر دلیل 71
جزئیات میں اختلاف سے اصل واقعے کو نقصان نہیں پہنچتا 71
علامہ طبرسی کی جامع توجیح 72
چوتھا اعتراض 73
سورج کی حرکت اور اس کے منفی اثرات 73
سورج کی حرکت چاند کے دو نیم ہونے کی طرح ہے 74
سورج کا جناب موسیٰؑ کے وصی کے لیے ٹھہر جانا 74
زوجہ موسیٰ کا ان کے وصی سے جنگ کرنا۔۔۔ 75
تمام معجزات عام طبیعی طریقوں سے ہٹ کر ہوا کرتے ہیں 76
خدا روز و شب کے ابدی کرنے پر قادر ہے 79
پانچواں اعتراض 81

present ziaraat.com

اگر ایسا واقعہ رونما ہوا ہوتا تو اس کے شاہد۔۔۔ 81
یہ واقعہ دوسرے واقعات کی طرح ہے 82
طویل عرصہ کسی واقعے کے بھولنے کا سبب بنتا ہے 83
حدیث نویسی بلخصوص فضائل اہلبیت کے لکھنے اور نقل پر پابندی 83
مسلمان قطعی واقعات کی جزئیات میں کیوں اختلاف رکھتے ہیں؟ 84
آیت اللہ خوئی کا اس بارے میں ایک راہ کشا قول 85
سورج ہر مقام پر ایک سا نہیں دکھتا 86
﴿رسالہ حدیث دیدار﴾ 89
مقدمہ 90
حدیث دیدار 92
اس مسئلے کے ادلہ 92
عقلی دلیل 92
اجماع 94
قرآن 95
کوئی مومن اس وقت تک نہیں مرتا۔۔۔ 95
مرتے دم ہمارے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ 96
روایات 98
حدیث دیدار کے راویان کی فہرست 99
حدیث دیدار کے قدیم منابع 100

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

احادیث دیدار 101
۱۔ پہلی حدیث: عبدالرحیم قصیر 101
۲۔ دوسری حدیث: محمد بن حنظلہ 102
۳۔ تیسری حدیث: حسین بن عون 103
۴۔ چوتھی حدیث: ابن سنان 104
۵۔ پانچویں حدیث: حارث ہمدانی 105
۶۔ چھٹی حدیث: حارث اعور 106
۷۔ ساتویں حدیث: عمار بن مروان 107
۸۔ آٹھویں حدیث: سدیر صیرفی 109
۹۔ نویں حدیث: مسمع بن عبدالملک 110
۱۰۔ دسویں حدیث: پدر علی بن عقبہ 112
۱۱۔ گیارھویں حدیث: عبداللہ بن یعفور 115
۱۲۔ بارھویں حدیث: حارث اعور 115
۱۳۔ تیرھویں حدیث: ام سلمہ 116
۱۴۔ چودھویں حدیث: اصبغ بن نباتہ 116
۱۵۔ پندرھویں حدیث: ابوبصیر 121
وہ احادیث جن میں قرائن موجود ہیں 122
پہلی قسم 122
دوسری قسم 124

present ziaraat.com

تیسری قسم 125

حدیث دیدار اور علمائے اہلسنت 127

امام علیؑ کی عیسیٰؑ کے ساتھ مشابہت 129

مؤیدات حدیث دیدار 131

ا۔ سید حمیری نجات پاگیا 131

۲۔ خدا کی قسم اس نے انہیں دیکھ لیا 134

۳۔ مجھے تم سے کیا کام اے علیؑ! 135

۴۔ مجھے اٹھا کر بٹھاؤ، امیر المومنینؑ آ گئے 136

۵۔ سلام علیکم! خوش آمدید! 137

۶۔ پنجتن آئے تھے! 138

۷۔ تم نے مجھے کیوں نہیں جانے دیا؟ 139

چند سوالات کے جواب 141

ا۔ فقط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علیؑ بھی؟ 141

۲۔ فلسفہ کیا ہے؟ 143

جان نکلنے کے سخت لمحات 144

شیطان وقت مرگ مومنین کی گھات میں رہتا ہے 146

بیان دوسرے خطرے کی بابت 150

۳۔ مشاہدہ یا درک اجر ولایت؟ 153

۴۔ دور سے دیکھنا یا قریب سے دیدار؟ 156

www.ziaraat.com

present ziaraat.com

۵۔ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر کیسے ؟ 158

۶۔کیا ایک ہی لحظے میں مختلف امور کی جانب توجہ کر پانا ممکن ہے ؟ 161

۷۔کون ہیں جو امیر المومنینؑ کے روبرو ہوتے ہیں ؟ 163

۸۔امیر المومنینؑ کی عنایات کن افراد کے شامل حال ہوتی ہیں ؟ 166

﴿رسالہ علیؑ میزان ایمان﴾ 171

مقدمہ 172

امیر المومنینؑ کی محبت میزان تفریق بین مومن و منافق 176

مجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن ! 176

منافق کبھی مجھ سے محبت نہیں کر سکتا ! 178

میزان ایمان حدیث قدسی میں 182

یا علیؑ میں آپ سے محبت کرتا ہوں ! 183

حدیث میزان ایمان قطعی ہے 185

حدیث میزان ایمان اور احمد بن حنبل 187

منافقین کی شناخت میں اصحاب رسولؐ کی پیروی 188

مؤیدات حدیث میزان ایمان 190

سن اور گواہی دے ! 193

اے بریرہ ! کیا منافق ہو گئے ہو ؟ 196

ایک صحیح حدیث کے مقابل بے جا تعصب 199

تین قسم کے افراد علیؑ سے محبت نہیں کرتے 201

present ziaraat.com

ابن تیمیہ اور اس جیسوں کی ستیزہ کاری کا جواب 201
علیؑ کیوں میزان ایمان ہیں؟ 205
منافقین قابل اعتماد اور محترم ہو گئے! 210
ابن تیمیہ اور ابن حجر عسقلانی کے کلام میں تامل 223
عابد و زاہد دروغ گو حضرات 225
کیا امیر المومنینؑ کا اس فضیلت میں کوئی ثانی ہے؟ 228
فضائل اہلبیتؑ کا مقابلہ کرنے کی نامعقول کوشش 230
کیا بزرگ واشراف صحابہ از لحاظ علم بے نیاز تھے؟ 231
دوسروں کے لیے میزان ایمان کے مشابہ حدیث گھڑنا 236
کیا سعد بن عبادہ بھی منافق تھے؟ 240
دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا کیا رہا؟ 242
کس حدیث کے مقابل کون سی حدیث! 244
دوہرا معیار 244
امیر المومنینؑ کے سوا کوئی اس افتخار کے لائق نہیں 249
ابن حجر کے کلام کا جائزہ 251
آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوں کی عظمت اور ان کے دشمنوں کی پستی 261
محبان علیؑ کو رحمت الٰہی مبارک ہو 263
مختصر کلام: ہمارے دوست ان دو انگلیوں کی طرح ہمارے ساتھ ہونگے 264

present ziaraat.com

﴾رسالہ علیؑ مولود کعبہ﴿ 267

مقدمہ 270

جناب امیرؑ کی خانہ کعبہ میں ولادت کی تفصیل 271

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد سے زیادہ خوشی اور جناب امیرؑ کی ولادت کی برکات 278

امیر المومنینؑ کی کعبے میں ولادت سے متعلق حدیث قطعی ہے 281

[زیارت نامے امیر المومنینؑ کی ولادت] 282

[ولادت امیر المومنینؑ اور شعراء] 282

حدیث ولادت امیر المومنینؑ در کعبہ متواتر ہے 285

شیعوں کے یہاں ولادت امیر المومنینؑ در کعبہ کی روایات کی اسناد 288

حدیث ولادت کو نقل کرنے والے شیعہ ناقلین و محدثین 289

اہلسنت میں حدیث ولادت کو نقل کرنے والے ناقلین و محدثین 300

امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبہ احادیث معصومینؑ میں 308

امیر المومنینؑ کی ولادت در کعبہ کے غیر معصوم روات 309

جناب امیرؑ کی کعبے میں ولادت سے انکار 313

پہلا ادعا: عدم صحت ولادت جناب امیرؑ در کعبہ 314

دوسرا ادعا: کعبے میں حکیم بن حزام کا پیدا ہونا 315

اس دعوے کے جواب میں ہم کہیں گے: 316

مولود کعبہ بس علیؑ: علماء کا اعتراف 322

شیعہ علماء کا اعتراف 322

present ziaraat.com

اہلسنت علماء کا اعتراف 324
عجائبات ولادت جناب امیرؑ 326
واقعہ کی دلچسپ جزئیات کا چھپانا 330
علی ابن ابی طالبؑ اور کعبۃ اللہ 331
[ولادت امیر المومنینؑ در جوف کعبہ کے اثبات میں لکھی گئی مفصل و مستقل کتب] 333
﴿رسالہ شبیہ ماہ رمضان﴾ 341
مقدمہ مؤلف 342
۱۔ پہلی مناسب: ماہ رمضان، ماہ شہادت مولیٰ الموحدین 343
۲۔ دوسری مناسبت: ماہ رمضان ماہ خدا ہے 344
امیر المومنینؑ مظہر الٰہی 348
۳۔ قرآن کا مہینہ اور قرآن مجسم 352
امیر المومنینؑ اور قرآن 353
۱۔ امیر المومنینؑ قرآن ناطق ہیں 353
۲۔ قرآن اور امیر المومنینؑ کبھی نہ جدا ہونے والے ساتھی 354
۳۔ امیر المومنینؑ اور علم قرآن 358
۴۔ قرآن علیؑ کی کتاب مدحت 361
۱۔ آیہ تطہیر 362
آیہ مباہلہ 363

present ziaraat.com

۳۔آیہ علم الکتاب 365
معاویہ کی قرآن ناطق سے وحشت 368
۴۔امام العابدین اور ماہ عبادت 370
ماہ رمضان میں عبادت کی اقسام 370
امیر المومنینؑ امام العابدین ہیں 374
امیر المومنینؑ ایسے تھے! 376
شب کی تاریکی میں امیر المومنینؑ کی عارفانہ مناجات 378
﴿رسالہ علیؑ نجی اللہ﴾ 381
مقدمہ 382
علیؑ نجی اللہ تعالی 384
حدیث مناشدہ میں نجوائے طائف 387
نجوائے طائف کے بارے میں چند نکتے 388
پہلا نکتہ: نجویٰ کے معنی 388
دوسرا نکتہ: غلط توجیہ 389
غلو کے وہم کا ازالہ 393
آئمہ اہلبیتؑ پیغمبر نہیں ہیں 396
وحی، الہام اور تحدیث میں فرق 400
آئمہ اطہارؑ کی عالم غیب سے ارتباط کی کیفیت 403
اہلبیتؑ کا گھر ملائکہ کی آمدورفت کا مقام ہے 404

www.ziaraat.com
present ziaraat.com

اعتراض کس نے کیا؟ 405
حضرت علیؑ کے ساتھ خدا کی مناجات کا موضوع کیا تھا؟ 408
کیا خلیفۂ دوم مؤید تھے؟ 409
پانی نہیں تو نماز نہ پڑھ! 410
سب لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں 412
بے گناہ کے قتل کا حکم! 413
ایک ہی مسئلے میں مختلف سو فتوے! 414
﴿رسالہ عجائبات غدیر﴾ 417
مقدمہ 418
واقعہ غدیر کا اجمالی بیان 420
متواتر ہے یا مشکوک 426
حیرت انگیز تعصبات 427
حدیث غدیر کی اسناد پر ۲۹ جلد کی کتاب 429
حدیث غدیر چوتھے خلیفہ کا تعارف کرواتی ہے 430
علی بن ابی طالبؑ تو غدیر میں موجود ہی نہیں تھے 432
سامنے سے فرار، صحیح بخاری میں کیوں نہیں آئی؟ 434
راوی کا قصور ہے نہ کہ روایت کا 435
منحرفین سے ہاں کیوں نہیں، لیکن اہلبیت سے ہر گز نہیں 436
علمائے اہلسنت کے ہلا دینے والے اعترافات 439

present ziaraat.com

غزالی: ہوا و ہوس حق کو قبول کرنے سے مانع رہی 439
سبط ابن جوزی: حدیث غدیر صراحتاً امامت کا اثبات کرتی ہے 440
محمد بن طلحہ شافعی: مولا کے تمام معنی علیؑ کے لیے ثابت ہیں 441
گنجی شافعی: پیغمبرؐ نے علیؑ کو اپنا جانشین بنایا 442
آخر کار قرینہ ہے یا جھوٹ 443
ابو بکر بن ابی قحافہ کی بیعت نہ ٹوٹنے پائے مگر علیؑ کی بیعت ہاں فرق نہیں پڑتا 445
دختر ابو بکر کی حمایت ہاں کیوں نہیں، لیکن دختر رسول۔۔۔ 446
پیغمبر تو چاہتے تھے پر خدا نہیں چاہتا تھا 448
انا للہ و انا الیہ راجعون 449
چاپلوسی سے کتمان حقیقت تک 452
بعد رسول منافقین کہاں گئے؟ 454
امامت کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی اس کی مخالفت 458
خلیفہ دوم 458
معاویہ بن ابی سفیان 459
عمرو بن العاص 461
حسّان بن ثابت 464
عجیب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا جانشین مقرر کیے دنیا سے چلے گئے! 466
بس ۷۰ دن میں ایسا انقلاب زمانہ 468
کلام رسولؐ خطبہ تھا نہ کہ ایک جملہ 471

present ziaraat.com

معقول اعتراض کا نامعقول جواب	473
کیا سب امیر المومنینؑ کی محبت کا دم بھرتے تھے؟	475
ابو ہریرہ! کیا تم علیؑ کے دشمن کے دشمن رہے؟	477
لفظ مولا کے معنی میں جاہلانہ انکار	479
کیا دوستی کے اعلان کے بعد بیعت لی جاتی ہے؟	482
فہرست	486

www.ziaraat.com

www.ziaraat.com

present ziaraat.com